تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین

www.KitaboSunnat.com

احیاء التراث پبلی کیشنز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

انه من سلیما ن و انه بسم اللہ الرحمن الر حیم

صراط مستقیم برمنگھم میں شائع شدہ مضامین (۲)

تحریک تحفظ ختم نبوت

حصہ ہفتاد و چہارم (۷۴)

ڈاکٹر محمد بھاء الدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نام کتاب صراط مستقیم برمنگھم میں شائع شدہ مضامین (۲)
تحریک تحفظ ختم نبوت حصہ ہفتادوچہارم (۷۴)

مولف ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ

صفحات ۲۸۵

سال اشاعت ۲۰۲۰ء

زیر اہتمام احیاء التراث پبلی کیشنز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست عناوین

عنوان	صفحہ نمبر
فاتحۃ الکتاب	۵
حافظ عنائت اللہ اثری وزیر آبادی ۔۲۶	۶
مباحثہ دیوبند 1884ء۔۲۷	۲۲
دامن تو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ ۔۲۸	۳۴
قاضی محمد سلیمان منصور پوری۔۲۹	۴۶
مولانا اسماعیل علی گڑھی۔۳۰	۵۴
غلام احمد قادیانی کا آتھم عیسائی سے مناظرہ۔(۱)	۶۸
غلام احمد قادیانی کا آتھم سے مناظرہ۔(۲)	۷۹
حاجی امداد اللہ صاحب۔۳۳	۹۲
علماء اہل حدیث کی تاریخی خدمات۔۳۴	۱۰۱
خانپور اور گھڑیالہ۔۳۵	۱۱۴
تم پوچھو اور ہم نہ بتائیں ایسے تو حالات نہیں۔۳۶	۱۲۴
وہابیوں کے اکابرین اور دیوبندیوں کے اکابرین۔۳۷	۱۳۵
مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (۱)۔ ۳۸	۱۴۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی۔(۲)۔ ۳۹	۱۶۰
مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (۳) ۔ ۴۰	۱۷۵
قسط ۴۱۔محمد عبداللہ، معمار مناظر۔۴۱	۱۸۰
بابو حبیب اللہ، کلرک مناظر۔ ۴۲	۱۹۴
مولانا ثناء اللہ امرتسری۔(۱)۔ ۴۳	۲۰۲
مولانا ثناء اللہ امرتسری۔(۲)۔ ۴۴	۲۱۰
مولانا گنگوہی اور فتوی تکفیر۔۴۵	۲۲۲
مرزا قادیانی کا سال ولادت۔۴۶	۲۳۴
مرزا قادیانی کی عمر۔ ۴۷	۲۴۷
مولانا ثناء اللہ امرتسری کی خدمات۔(۳)۔۴۸	۲۵۲
مولانا ثناء اللہ امرتسری کی خدمات۔(۴)۔۴۹	۲۶۵
کیا صراط مستقیم کی پالیسی بدل گئی ہے؟	۲۷۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرض مولف

للہ الحمد، تحریک ختم نبوت کی جلد چوہتر (۷۴) اہل علم کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔

ناظرین وقارئین کو شائد معلوم ہوگا کہ تحریک ختم نبوت پر ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم میں اس عاجز کے ۶۰ سے زائد مضامین شائع ہوئے تھے۔نظر ثانی کے بعد ان میں سے کچھ تو جلد ۷۳ میں شامل ہوئے ہیں اور کچھ اب جلد ۷۴ میں شامل کئے جارہے ہیں۔باقی ماندہ کسی آئندہ جلد میں ان شاء اللہ شامل اشاعت ہوں گے، اور اوسی مقام پر ان کے بارے میں چند گزارشات بھی پیش کی جائیں گی۔ان شاء اللہ

فی الوقت حضرت مولانا ثناء اللہ سیالکوٹی (سابق امیر مرکزی جمیعت اہل حدیث برطانیہ) کی ایک تحریر شامل اشاعت کی جارہی ہے جو کتاب ہذا میں شامل عاجز بہاء الدین کے آخری مضمون کے بعد نقل کی جارہی ہے۔یہ تحریر جنوری ۲۰۰۱ء کے ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم میں نکلی تھی۔

جلد ۷۳ اور جلد ۷۴ میں شامل بیشتر مضامین کی کمپوزنگ برادر محترم رانا محمد شفیق خان پسروری اڈیشنل سکرٹری جنرل مرکزی جمیعت اہل حدیث پاکستان نے کچھ عرصہ قبل پاکستان سے کروا بھیجی تھی، جس پر مزید محنت کر کے شائقین کی ضیافت طبع کا اہتمام کیا جارہا ہے۔

اہل علم سے درخواست ہے کہ پسند خاطر مضامین پر عاجز کے لئے دعائے خیر فرمادیویں، اور اغلاط اور کوتاہیوں پر کرام الناس کی سی شائستگی سے تنبیہ فرمادیویں۔

والسلام مع الاکرام ۔ فقیر بارگاہ صمدی ۔محمد بہاء الدین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حافظ عنایت اللہ اثری

(۲۶)

حافظ عنایت اللہ اثری وزیر آبادی ثم گجراتی کے متعلق ہمارے نقاد معاصرین کا کہنا ہے کہ وہ معروف غیر مقلد عالم تھے، قادیانیوں سے ان کے مراسم دوستانہ رہے ہیں، قادیانی علماء ان کے پاس اکثر آیا جایا کرتے تھے، ان کے ایک استاد قادیانی تھے اور اس غیر مقلد پیشوا نے مرزا بشیر الدین محمود سے ان کے یہاں قادیان میں نماز تراویح پڑھانے کی درخواست کی تھی۔

ہمارے معاصرین نے حافظ عنایت اللہ مرحوم اور ان کے ذریعہ اہل حدیث حضرات کو الجسر البلیغ کے حوالے سے مورد طعن بنایا ہے جو حافظ صاحب کی خودنوشت سوانح حیات ہے اور جسے بعض کرم فرماؤں نے رسائل اہل حدیث جلد دوم میں شامل کر کے 1991ء میں لاہور سے شائع کیا ہے۔

اعتراضات کا جائزہ لینے سے قبل ہم حافظ عنایت اللہ اثری کے حالات زندگی مختصراً بیان کیے دیتے ہیں۔، آپ کی تاریخ ولادت 2 اگست 1898ء بمطابق 14 ربیع الاول 1316ھ ہے۔ آپ وزیر آباد میں پیدا ہوئے اور کپڑے سینا اور کپڑوں پر تلا چڑھانا ان کا ذریعہ روزگار تھا۔، الجسر البلیغ کے مطابق انہوں نے سلائی اور تلہ کاری کا کام ماسٹر کریم بخش سے سیکھا اور پھر کچھ عرصہ تک حافظ غلام محمد وزیر آبادی سے بھی سیکھا جو مرزائی خیال تھے اور جنہوں نے آپ کو ایک مرتبہ قادیان کے سالانہ جلسہ پر روانہ کر دیا۔

(کتاب مذکور صفحہ 2)۔

مارچ 1913ء سے فروری 1914ء تک کے عرصہ میں انہوں نے قرآن پاک حفظ کیا اور اس کے بعد کبھی تو آپ مختلف اساتذہ سے مختلف مقامات پر بلاترتیب درسی کتب پڑھتے اور کبھی سلائی وتلہ کاری سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رزق حلال کماتے نظر آتے ہیں۔1916ء میں ان کا قادیان بھی جانا ہوا،جیسا کہ آپ لکھتے ہیں:

جمادی الاخری 1334ھ مطابق اپریل 1916ء میں مجھے قادیان جانا پڑا تو مولوی عبیداللہ احمدی وزیرآبادی کے یہاں قیام کیا۔چونکہ کئی دنوں تک قیام کا ارادہ تھا،اس لیے دیگر سامان ضرورت کے ہمراہ ایک نیا جوتا بھی ہمراہ لے گیا تھا اور کبھی کبھی اسے بھی استعمال کرتا تھا کہ پاؤں کے ساتھ مانوس ہوجائے۔ایک روز مسجد اقصی (قادیان) سے وہ چوری ہوگئی اور کافی تلاش پر بھی وہ دست یاب نہ ہوسکی۔،مولوی عبیداللہ صاحب نے دوستوں سے ذکر کیا کہ یہ میرے دوست بھی ہیں اور مہمان بھی ہیں اور ہیں بھی غیر احمدی،ان پر اس چوری کا کیا اثر ہوگا۔تو انہوں نے فرمایا کہ انہیں جوتی ہم خرید دیتے ہیں۔میں نے کہا نہیں،میں پرانی جوتی سے کام چلالوں گا....حیرت تو اس بات کی ہے کہ یہاں احمدیوں کے سوا اور کوئی نہیں،چوری کیسے؟ قادیان کے سالانہ جلسوں میں دستور ہے کہ کسی کا اگر کچھ کھوجاتا ہے تو وہ سٹیج پر دستیاب ہوجاتا ہے، حالانکہ جلسہ میں احمدی اور غیر احمدی سب شامل ہوتے ہیں اور چوری اور لقطے سب دستیاب ہوجاتے ہیں۔مگر جب خالص احمدی ہوں تو چوری ہوتی ہے اور دستیاب نہیں ہوتی۔کیا یہ ہاتھی کے دانتوں کی طرح ہیں جو کہ کھانے کے اور ہوتے ہیں دکھانے کے اور ہوتے ہیں۔

(کتاب مذکور صفحہ 11-12)۔

حافظ عنایت اللہ اثری لکھتے ہیں:

رمضان المبارک سے کچھ پیشتر میں نے میاں محمود احمد سے کہا کہ نماز تراویح مسجد اقصی یا کہ مسجد مبارک میں میں پڑھاؤنگا،آپ دوستوں میں اعلان فرما دیں۔،موصوف نے فرمایا کہ آپ کی اقتداء میں کوئی نماز نہیں پڑھے گا...میں نے عرض کیا کہ آپ اپنے خیال میں پختہ اور میں اپنے دین میں کمزور ثابت ہوا۔،اچھا آئندہ ان شاءاللہ کبھی بھی ایسی کمزوری ظاہر نہیں کروں گا۔

(کتاب مذکور صفحہ 12-13)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نیز لکھتے ہیں:

یہاں پر قیام کے دوران میں نے مولوی نورالدین صاحب کے کتب خانہ میں صحیح ابن حبان کا قلمی نسخہ بھی دیکھا ہے، مگر افسوس ہے کہ اسے طبع نہیں کرایا اور مرزا (گلام احمد) کی بے کار کتب شائع کر دیتے ہیں، الفت مرزا ہے، محمد رسول اللہ ﷺ نہیں..العیاذ باللہ۔

اس کے بعد پھر اپنے حصول روزگار اور حصول علم کے حالات بیان کرتے ہوئے حافظ صاحب لکھتے ہیں کہ جب 1918ء میں وہ دہلی میں پڑھتے تھے تو

انہیں ایام میں مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی دہلی تشریف لائے اور حاجی علی جان مرحوم کے یہاں قیام فرمایا تو میں موصوف کی ملاقات کے لیے حاضر ہوا، تو آپ نے فرمایا کہ کیا پڑھتا ہے، میں نے عرض کی کہ بخاری شریف پڑھتا ہوں، فرمایا کہ صرف ونحو بھی کچھ پڑھی ہے یا کہ نہیں، تو میں نے عرض کیا کہ بالکل نہیں۔،

اس کے بعد حافظ صاحب نے لکھا ہے کہ وہ اپنے استاد کے مشورہ سے علم صرف ونحو پڑھنے لکھو کے ضلع فیروز پور مولوی عطاء اللہ صاحب لکھوی کے پاس پہنچے لیکن بوجوہ کسب فیض نہ کر سکے اور واپس دہلی جا کر حدیث پڑھنے لگے اور ۲۷ جون ۱۹۱۹ء مطابق 27 رمضان 1337ھ کو دہلی سے فارغ ہو کر بہوانی ضلع حصار مدرس وخطیب مقرر ہو کر چلے گئے۔ (کتاب مذکور صفحہ 25)

اوپر کے اقتباسات کا خلاصہ یہ ہے کہ حافظ عنایت اللہ اثری 1316ھ بمطابق 1898ء میں پیدا ہوئے 1914ء یعنی سولہ سال کی عمر میں انہوں نے قرآن پاک حفظ کیا، روزی کمانے کے لیے انہوں نے درزی اور تلہ کاری کا کام سیکھا اور جن اساتذہ سے انہوں نے یہ فنون حاصل کیے ان میں ایک مرزائی تھے جنہوں نے حافظ صاحب کو مرزائی بنانے کے لیے ان پر ڈورے ڈالنے شروع کیے اور اسی سلسلے میں انہیں قادیان بھیجا جہاں ان کی رہائش کا بندوبست ایک ہم وطن مرزائی کے ہاں کیا گیا، دوران قیام قادیان حافظ صاحب نے حکیم نوردین کے کتب خانہ میں ایک کتاب حدیث کا قلمی نسخہ دیکھا تو مرزائیوں پر افسوس کیا کہ وہ مرزا کی فضول کتب شائع کرنے پر وافر سرمایہ خرچ کر دیتے ہیں لیکن حدیث رسول کی کتاب شائع کرنے کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہیں توفیق نہیں ہوتی، اس ناقدری پر وہ خدا کی پناہ مانگتے ہیں، قادیان میں قیام کے دوران اپنے جوتے گم ہوجانے پر، پھر نہ ملنے پر، تبصرہ کرتے ہوئے وہ مرزائیوں کی دیانت وامانت پر نہایت لطیف انداز میں طنز کرتے ہوئے انہیں چوروں کا گروہ قرار دیتے ہیں۔نماز تراویح پڑھانے کی پیشکش کا ذکر کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ مرزا محمود احمد نے بتایا کہ چونکہ وہ حافظ صاحب کو کافر سمجھتے ہیں اس لیے کوئی ان کے پیچھے تراویح نہیں پڑھے گا، تو حافظ عنایت اللہ صاحب کو اپنی درخواست کی غلطی واضح ہوگئی، انہوں نے فوراً اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور آئندہ کے لیے ایسی کمزوری نہ دکھانے کا عہد کیا۔، اس واقعہ کے بعد وہ اپنے حصول تعلیم کے واقعات بیان کرتے ہوئے دہلی میں پڑھنے، لکھو کے میں حاضری دینے، 1919ء یعنی قادیان والے واقعہ کے تین سال بعد 21 سال کی عمر میں دہلی سے فارغ التحصیل ہوکر ضلع حصار میں بطور خطیب و مدرس اپنی تقرری کا ذکر کرتے ہیں۔

اس خلاصے سے معلوم ہوگا کہ قادیان میں تراویح پڑھانے کی پیش کش کرنے کا واقعہ 1916ء کا ہے جب ان کی عمر 18 سال تھی۔ وہ اس وقت کسی مدرسے کے باقاعدہ طالب علم نہیں تھے، قرآن پاک انہوں نے حفظ کرلیا تھا اور سلائی وتلہ کاری کا کام کرکے وہ اپنی روزی کماتے تھے۔ نہ وہ عالم دین تھے، نہ کسی مدرسے کے مدرس، اور نہ کسی مسجد کے امام وخطیب۔ اس وقت وہ محض ایک نوجوان درزی تھے، ان کا کوئی علمی مقام نہیں تھا کہ انہیں جماعت اہل حدیث کا ایک معروف عالم اور غیر مقلدوں کا پیشوا قرار دے کر ان کے افعال کو اہل حدیثوں پر حجت بنایا جائے۔ ایک اٹھارہ سالہ حافظ قرآن درزی نے جوانی کے جوش میں قادیان کے مرزائیوں کو تراویح پڑھانے کی پیش کش کی۔ اور جب اسے بتایا گیا کہ قادیانی تو انہیں کافر سمجھتے ہیں تو انہوں نے فوراً اپنی غلطی کو مان کر آئندہ ایسی بات نہ کرنے کا عہد کرلیا۔، کوئی بتائے کہ اس میں قابل طعن کون سی بات ہے، اور کیوں ناقدین کے پیٹ میں ابال اٹھ رہا ہے۔، اگر مبتدیوں، نوخیزوں اور طالب علموں کو پیشوا قرار دے کر ان کے ناپسندیدہ افعال کی بنیاد پر جماعتوں کو طعنے دیے جاسکتے ہیں، تو تاریخ کی ورق گردانی بھی کی ہوتی، مفتی محمد شفیع مرحوم کے بیٹے مولانا زکی کیفی کے حالات بھی پڑھے ہوتے، جناب ماہر القادری نے لکھا ہے کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ اپنی جوانی کا ذکر کرتے ہوئے بولے کہ دیوبند میں بعض ایسے یار دوستوں کی صحبت میسر آ گئی تھی کہ ہم مہینہ دو مہینہ میں سینما دیکھنے دلی جایا کرتے تھے اور تاش بھی کھیلتے تھے۔

(یادِ رفتگان حصہ اول لاہور 1986 صفحہ 246)

یعنی ایک مفتی اعظم کے صاحبزادے، مولانا زکی کیفی ساتھیوں کے ہمراہ دیوبند سے سینما دیکھنے دلی جایا کرتے تھے۔، دیوبندی ساتھیوں کے ہمراہ دیوبند میں تاش کھیلا کرتے تھے، دیوبندی ساتھیوں کے ہمراہ دیوبند میں تاش کھیلا کرتے تھے۔

اور درج ذیل اقتباس کے مطابق مولانا ماہر القادری مرحوم کے ساتھ فلموں کی شوٹنگ دیکھتے ہوئے بھی دیکھے گئے، جیسا کہ قادری صاحب لکھتے ہیں:

1961ء کا واقعہ ہے، نخشب جارجوی مرحوم نوابزادہ شمشاد علی خان کی کوٹھی (فرورز پور روڈ) میں ٹھہرے ہوئے تھے، میں بھی غالباً جہانیاں مشاعرہ پڑھ کر آیا تو انہیں کے ساتھ قیام کیا۔ انہی دنوں آغا گل صاحب کی کسی فلم کی شوٹنگ ہو رہی تھی، آغا صاحب نے چائے نوشی اور شوٹنگ دیکھنے کی دعوت دی۔ مغرب کے بعد نخشب جارجوی، زکی کیفی اور راقم الحروف (ماہر القادری) شوٹنگ دیکھ رہے تھے، اتنے میں حمید نظامی مدیر نوائے وقت اور آغا شورش کاشمیری وہاں تشریف لے آئے۔

(یادِ رفتگان از ماہر القادری لاہور 1986ء حصہ اول صفحہ 330)

ناظرین ہم اپنے ناقدین کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ وہ تاریخ کے اس باب کو بھی پڑھیں، اگر حافظ عنایت اللہ نامی ایک حافظ قرآن نوجوان درزی ایک غلط فعل سے فوراً توبہ کر لینے کے باوجود مطعون ہے اور اٹھارہ سال کی عمر میں جب کہ وہ کسی جگہ کا باقاعدہ طالب علم بھی نہیں ہے، اسے معروف اہل حدیث عالم اور غیر مقلدوں کا پیشوا قرار دے کر اس کے ایسے فعل سے جس کو اس نے آئندہ نہ کرنے کا عہد بھی کر لیا ہو، اہل حدیث حضرات کو طعنہ دینا جائز ہے تو مولانا زکی کیفی صاحب کے جوانی اور پختگی کے دور کے افعال اور مولانا ماہر القادری صاحب کے کہولت کے دور کے افعال کا آپ کے پاس کیا جواز ہے۔، سینما بینی، تاش بازی اور تماش بینی آپ کی صحاح کے کون سے نکتے ہیں؟ جواب دینے سے پہلے 30 مئی 1997ء کے ہفت روزہ ختم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبوت کراچی کے شمارے میں مولانا یوسف لدھیانوی صاحب کا وہ فتوی ملاحظہ فرمالیجیے جس میں انہوں نے ٹی وی دیکھنے کو حرام قرار دیا ہے۔ اور اس فتوے کی روشنی میں بتایئے کہ فلم بینی اور شوٹنگ میں زندہ ناچ گانے دیکھنا کیسا ہے؟ کیا آپ کے مولانا زکی کیفی صاحب اور ان کے وہ احباب جن کیساتھ وہ سینما دیکھنے دلی جایا کرتے تھے اور ماہر القادری صاحب افعال حرام کا ارتکاب نہیں کرتے رہے؟ بول کہ لب آزاد ہیں تیرے

قارئین ! حافظ عنایت اللہ اثری مرحوم کو جس واقعے کی بنا پر مورد طعن بنایا گیا ہے اس کی وضاحت ہم کر چکے ہیں۔ وہ اس واقعہ کے تین سال بعد فارغ التحصیل ہوئے اور پھر اس کے بعد وہ تا عمر مرزائیت کے تعاقب میں مصروف رہے۔ ہمارے ناقدین کو تحریک ختم نبوت میں ان کی خدمات بوجہ تعصب نظر نہیں آتیں۔ اگر انہوں نے الجسر البلیغ کا صفحہ 27 بغور پڑھا ہوتا تو وہاں انہیں حافظ عنایت اللہ صاحب اثری کی یہ تحریر بھی نظر آجاتی:

> 1919ء میں میں نے خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کو عریضہ روانہ کیا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی، میری اور آپ کی زندگی میں اسلام پر فوت ہو کر آپ کے باپ (مرزا غلام احمد) کی پیش گوئی کو جھوٹا ثابت کریں گے کہ وہ مرزائی ہو کر مریگا۔،
>
> جب میری یہ پیش گوئی ہر سہ قیود کے ساتھ پوری ہوئی (یعنی مولانا بٹالوی حالت اسلام میں، حافظ عنایت اللہ اور مرزا محمود احمد کی زندگی میں خالق حقیقی سے جا ملے) تو میں نے اسے اہل حدیث (امرتسر) میں (اشاعت کے لیے) روانہ کیا۔،

یہ تو ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ مرزا غلام احمد نے پیش گوئی کر رکھی تھی کہ مولانا محمد حسین بٹالوی مرزائی ہو جائیں گے۔، حافظ عنایت اللہ صاحب کو مرزا قادیانی کے کذب پر اس قدر پختہ یقین تھا کہ انہوں نے 1919ء میں یعنی فارغ التحصیل ہوتے ہی مرزا محمود احمد کو چیلنج دے دیا کہ مولانا بٹالوی انشاء اللہ حالت اسلام میں میری اور تمہاری زندگی میں راہی ملک عدم ہوں گے۔، اس پیش گوئی کی تین شرائط میں کوئی ایک بھی الٹی پڑ سکتی تھی۔ یعنی حافظ عنایت اللہ صاحب بھی باقی دونوں کی زندگی میں فوت ہو جاتے، یا مرزا محمود احمد بھی باقی دونوں کی زندگی میں مر جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حافظ صاحب کی پیش گوئی پوری فرما کر مولانا بٹالوی کے ایمان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور مرزا غلام احمد کے کذب پر مہر لگا دی۔،

حافظ عنایت اللہ صاحب جو اس واقعہ سے پہلے ہی تحریک ختم نبوت میں سرگرم ہو چکے تھے جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

اسی سال (۱۹۱۸ء) کے آخر پر اہل حدیث سلف صالحین کے دوسرے سالانہ جلسہ میں مرزائیوں سے میرا ایک کامیاب مناظرہ بھی ہوا۔ (الجسر البلیغ صفحہ 24)۔

اب مزید جوش وخروش سے متحرک ہو گئے اور پھر تادم زندگی مرزائیت کے خلاف تحریری وتقریری میدان میں سرگرم عمل رہے۔،اس سلسلے میں مرزائیوں سے ان کے بے شمار مناظروں کی تفصیلات ان کی سوانح حیات میں دیکھی جاسکتی ہیں۔،ان کے مشہور مناظروں میں 1923ء میں دہلی، 1930ء میں بنی پور نزد ننکانہ، 1931ء میں دیونہ ضلع گجرات، 1932ء میں رانی کھیت،1934ء میں حافظ آباد، 1935ء میں شیخوپورہ، 1937ء میں جلالپور جٹاں کے مناظرے شامل ہیں۔

ناظرین! ہمارے ناقدین نے حافظ عنائت اللہ صاحب پر ایک الزام یہ لگایا کہ آپ کے مرزائیوں سے دوستانہ مراسم رہے ہیں اور یہ کہ قادیانی علماء کا آپ کے پاس آنا جانا رہتا تھا۔،

اس میں کوئی شک نہیں کہ قادیانیوں سے ان کی ملاقات رہتی تھی لیکن انہوں نے ایسے مواقع کو ہمیشہ احقاق حق اور ردّ مرزائیت کے لیے استعمال کیا ہے۔ چند ایک واقعات ہم نذر قارئین کیے دیتے ہیں۔

حافظ عنایت اللہ صاحب 1923ء کے واقعات میں لکھتے ہیں:

غالباً انہی ایام میں حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی (مرزائی) سے چاندنی چوک دہلی میں اتفاقاً ملاقات ہوئی تو میں نے کہا کہ آپ یہاں کیسے؟ فرمایا کہ حضرت اقدس میاں (محمود احمد) صاحب کے ہمراہ خادمانہ طور پر آیا ہوا ہوں، اگر آپ موصوف کی ملاقات کا خیال رکھتے ہوں تو میرے ساتھ تشریف لے چلیں۔

میں نے کہا کہ کسی مزار پر محض زیارت کے خیال سے حاضری کا مجھے شوق نہیں کہ میں اہل حدیث ہوں، پیر پرست نہیں۔، ہاں اگر وہ بات چیت کریں تو میں حاضر ہو سکتا ہوں، مگر ان سے اس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امید نہیں۔(حافظ غلام رسول نے) کہا کہ میں اس کا ذمہ لیتا ہوں تو میں موصوف کے ہمراہ خلیفہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو کچھ تھوڑی سی بات چیت کے بعد میاں صاحب نے مولوی شیر علی صاحب کو بلا کر فرمایا کہ ان سے بات چیت کریں اور آپ اٹھ کر اندر تشریف لے گئے۔، میں نے مولوی صاحب سے شکایت کی کہ آپ کس وعدہ پر مجھے یہاں لائے، کہا کہ میاں صاحب کو فرصت نہیں۔ مذہبی بات..آپ ان (مولوی شیر علی) سے بھی کر سکتے ہیں۔، میں نے کہا آپ لوگوں سے تو بات چیت ہوتی رہتی ہے۔ میاں محمود احمد صاحب سے بات کی ضرورت ہے، جس کے لیے آپ مجھے لائے ہیں۔ آپ لوگوں کے علم وایمان و دیانت پر جس قدر بھی افسوس کیا جائے کم ہے، میاں صاحب کو بیعت بازی کے سوا اور کیا شغل ہے۔ (الجسر البلیغ صفحہ 43۔)

1931ء کے واقعات میں حافظ عنایت اللہ صاحب لکھتے ہیں:

غالباً انہی ایام کا ذکر ہے کہ میں کہیں سے آ رہا تھا کہ راستہ میں ایک سنی ایک قادیانی سے کہہ رہا تھا کہ اگر مرزا صاحب مسلمانوں کی تکفیر نہ کرتے، توارث اور نکاح اور نماز اور جنازہ جیسے اسلامی امور میں ان سے مقاطعہ نہ کرتے، تو وہ بھی دیگر فرقوں کی طرح اسلام میں مدغم ہو سکتے تھے۔

اور مرزائی یوں جواب دے رہا تھا کہ مرزا صاحب نے کسی کو بھی کافر قرار نہیں دیا بلکہ علماء نے انہیں کافر ٹھہرایا تو چونکہ حدیث میں ہے کہ جو کوئی کسی مسلمان کو کافر قرار دیتا ہے وہ اپنی تکفیر سے خود کافر ہو جاتا ہے، اس لیے یہ لوگ (مسلمان) اپنی تکفیر سے خود کافر ہوئے، مرزا صاحب کی طرف سے کوئی تکفیر نہیں ہوئی۔،

اتنے میں میں بھی قریب آ پہنچا تو انہوں نے مجھ سے اپنا مکالمہ بیان فرما کر دریافت کیا۔ تو میں نے جواب دیا کہ یہ عرصہ کی باتیں ہیں جن کو ہم نہیں جانتے، آپ مجھ سے فیصلہ کریں۔ میں اہل حدیث ہوں اور آپ احمدی ہیں۔ ہم اپنے اپنے مسلک پر رہ کر ایک دوسرے کو مسلم قرار دیں اور اسلامی معاملہ کریں۔ جسے (اس بات کو) ان لوگوں نے ناپسند کیا جو کہ یہاں جمع ہو گئے تھے، مگر قادیانی اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ شخص دونوں تیار ہو گئے۔ مگر تھوڑی دیر بعد مرزائی نے سوچ سمجھ کر انکار کر دیا کہ اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ مرزا صاحب نبی نہیں (اور یہ کہ) اسے کوئی مانے جب بھی مسلمان، اور نہ مانے جب بھی مسلمان۔

اسے (مرزائی) خیال ہوا ہوگا کہ چونکہ (مرزا) ہمارے نزدیک نبی ہے، اس لیے اس کا منکر کافر ہے۔،

بس پھر کیا تھا سارا مجمع اس کے خلاف ہو گیا کہ ہمیں دھوکہ دے رہا تھا۔ اور میری بابت بھی ظاہر ہوا کہ میں نے مداہنت اختیار نہیں کی بلکہ باضابطہ اسے جکڑا ہے۔ (الجسر البلیغ صفحہ 76)

1932ء میں رانی کھیت میں ایک مرزائی نے آپ سے بحث کرنا چاہی تو حافظ اثری نے فرمایا:

مجھے بحث کی ضرورت نہیں، میں احمدیت میں داخل ہوتا ہوں، مجھے آپ داخل فرمالیں۔، میں اسلام (قرآن وحدیث) کے جملہ اوامر ونواہی کا عموماً اور ارکان خمسہ کا خصوصاً پابند ہوں۔، اس کے علاوہ جو بات ہے کہ آپ ارشاد فرمائیں، آئندہ اس کی بھی ان شاء اللہ پابندی کروں گا۔، اس (مرزائی مبلغ) نے کہا کہ احمدیت میں بھی یہی امور ہیں، صرف آپ کو وفات مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کا مزید اقرار کرنا پڑے گا۔، میں نے عرض کی کہ سرسید احمد خان مرحوم وفات کے قائل تھے کیا وہ احمدی تھے؟ فرمایا کہ نہیں، میں نے عرض کی کہ پھر احمدیت کیا ہے۔، فرمایا کہ نبوت مرزا صاحب کو آپ تسلیم کریں تو آپ احمدی ہوں گے۔ میں نے عرض کی کہ مولوی محمد علی ایم اے لاہوری نبوت مرزا کو تسلیم نہیں کرتے تو کیا وہ احمدی نہیں؟ فرمایا کہ وہ تو احمدی ہے۔، میں نے عرض کی کہ پھر احمدیت کیا ہے؟ صاف صاف بتائیں میں اس میں داخل ہوتا ہوں۔، آخر وہ بے چارہ اسی ردوکد میں بے حد پریشان ہو کر واپس ہوا (حافظ صاحب لکھتے ہیں) جب یہ لوگ بحث کیے بغیر بھی احمدیت کا امتیاز ظاہر نہیں کر سکتے تو بحث کیا خاک کریں گے۔ (الجسر البلیغ صفحہ 80-81)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

1961ء کے واقعات میں حافظ عنایت اللہ صاحب رقم طراز ہیں:

انہیں ایام میں مسجد احمدیہ مری روڈ راولپنڈی میں احمدیوں سے علمی مذاکرہ بھی ہوتا رہا۔، ایک مجلس میں میں نے دریافت کیا کہ وفات مسیح کی بابت آپ لوگوں کا خیال قرآن مجید میں منصوص اور مصرح ہے یا کہ استدلالی طریق ہے۔، انہوں نے آیت فلما توفیتنی پڑھ دی۔، میں نے کہا یہ دعوی ہے یا کہ اس کی دلیل ہے۔، فرمایا کہ دلیل ہے۔ میں نے کہا کہ میں دعوی دریافت کرتا ہوں۔، پھر اس کے بعد اگر ضرورت پڑی تو دلیل دریافت کروں گا۔، ایک گھنٹہ تک وہ بار بار آیت ہی پڑھتے رہے، مطالبہ کے مطابق انہوں نے دعوی نہیں کیا۔، اگر وہ استدلال کا دعوی کرتے تو اشتباہ پڑ جاتا اور اگر وہ نص وصراحت کا دعوی کرے تو میں تحفہ بغداد سے مرزا غلام احمد صاحب کا یہ بیان پیش کر دیتا کہ قرآن حدیث اور میری الہاموں میں اگرچہ وفات مسیح کا ذکر ہے، مگر چونکہ صریح اور واضح نہیں اس لیے میں نے وفات مسیح کو تسلیم نہیں کیا اور حیات ہی مانتا رہا اور انتظار کرتا رہا کہ اللہ پاک صریح اور واضح طور پر وفات بتائے گا تو میں تسلیم کرلوں گا اور کامل دس سال تک انتظار کی۔

(حافظ صاحب کہتے ہیں کہ مرزا کی یہ بات بتا کر میں مرزائیوں سے) دریافت کرتا کہ اس دس سال کے عرصہ میں قرآن وحدیث اور اپنے سابقہ الہاموں کے علاوہ جو صریح اور واضح الہام (مرزا پر) نازل ہوا جس کی بنا پر حیات کا خیال چھوڑا گیا، وہ کون سا ہے۔، مگر انہوں (مرزائیوں) نے کوئی شق بھی اختیار نہیں کی کہ جسے بھی اختیار کریں گے خیر نہیں۔،

کسی مجلس میں میں نے یہ بھی (ان مرزائیوں سے) دریافت کیا کہ اللہ پاک نے ہمیں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف کا حکم فرمایا ہے جس کی ہم قال رسول اللہ ﷺ کہہ کر تعمیل کرتے رہتے ہیں۔، اور اس کا یعنی (اللہ تعالیٰ کا) بیان ہے کہ میں خود بھی درود بھیجتا ہوں، تو وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) بھی صلی اللہ علیہ وسلم ہی پڑھتا رہتا ہے، یا اس کا درود اور طرح سے ہوتا ہے۔

(قادیانیوں نے) فرمایا کہ اس کا (یعنی اللہ تعالیٰ کا) درود عملاً ہوتا ہے۔ اس طرح پر نہیں کہ اس سے دوسرا خدا ثابت ہوتا ہے جو کہ شرک ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(اس پر) میں نے کہا کہ مرزا صاحب کا الہام ہے کہ کل برکة من محمد صلی الله علیه وسلم فتبارك من علم و تعلم (حافظ صاحب کہتے ہیں کہ) بس پھر کیا تھا کہ (وہ مرزائی) لگے جوڑ توڑ کرنے۔ میں نے کہا کہ آپ نے پہلے جو کچھ فرما دیا (کہ یہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت کے اسم مبارک کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ بھی فرماتے ہیں، شرک کا ارتکاب کرنا ہے) بس وہی ٹھیک ہے (یعنی مرزا صاحب اس الہام کو بیان کر کے شرک کے مرتکب ہو گئے ہیں) اس کی مرمت کی ضرورت نہیں۔ (العطر البلیغ صفحه107-108.)

اس سے اگلے سال کا ایک واقعہ حافظ عنایت اللہ صاحب وزیر آبادی نے یوں بیان فرمایا ہے:

19: اگست 1962ء کو میں ظہر پڑھ کر مسٹر بدر الاسلام صاحب سٹوڈنٹ بی ایس سی، سال سوم کو بلوغ المرام پڑھا رہا تھا کہ دو مسافر تشریف لائے اور ظہر و عصر دونوں کو بصورت جمع پڑھا تو میں سمجھ گیا کہ یہ احمدی ہوں گے۔، چنانچہ فارغ ہو کر ایک صاحب نے فرمایا کہ میں ربوہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، کیل الموفی لمن یکتال علیه معنی التوفی جو شائع ہوا ہے اس کی حدیث کو محولہ کتاب ترغیب ترہیب میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس کا جواب میرے سپرد ہوا ہے.. میں نے عرض کی کہ اس وقت دھوپ کی وجہ سے لائبریری میں شدت کی گرمی ہے، عصر کے بعد کتاب دکھائی جا سکے گی۔، فرمایا کہ بہت اچھا ہم عصر کے بعد حاضر ہوں گے۔ میں نے کہا کہ آپ اپنا نام و پتہ تحریر کر دیں کہ مجھے یاد رہے، چنانچہ انہوں نے مندرجہ ذیل پتے تحریر کر دیے۔

قاضی محمد نذیر لائلپوری، ربوہ 62-8-19۔

حکیم عبد اللطیف شاہد مکان نمبر 14 مین بازار گرال منڈی لاہور۔

انہوں نے باتوں باتوں میں یوں بھی فرمایا تھا کہ اکثر اہل حدیث احمدی ہوئے ہیں، میں نے کہا مرزا صاحب تو حنفی تھے، فرمایا کہ نہیں وہ بھی اہل حدیث ہی تھے، چنانچہ ایک دفعہ لوگوں نے ان کی خدمت میں عرض کی مولوی محمد حسین سے بحث کے لیے تیار ہوں، جب وہ تیار ہو کر بحث کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریف لے گئے تو مولوی صاحب وعظ فرما رہے تھے جسے آپ نے سن کر بحث کا خیال چھوڑ دیا۔، میں نے کہا اس میں اتنا اور بڑھا دو کہ اس کے بعد آپ کو الہام ہوا کہ خدا تیرے اس فعل سے راضی ہوا۔،

فرمایا ہاں ٹھیک ہے۔ میں نے کہا اچھا ہوا کہ آپ نے میرے دعوی کا ثبوت پیش کر دیا ورنہ مجھے اسکی تلاش میں تکلیف ہوتی (اس کے بعد حافظ صاحب ان مرزائیوں کے اس دعوی کا کہ مرزا صاحب اہل حدیث تھے رد کرتے ہوئے انہیں بتاتے ہیں کہ) احناف کی درخواست پر آپ (مرزا صاحب) حنفی ہونے کی حیثیت سے بحث کے لیے تیار ہوئے۔، مگر مولوی (محمد حسین) صاحب کی حسن بیانی سے آپ نے بحث کا خیال چھوڑ دیا، جسے بقول موصوف اللہ پاک نے پسند فرمایا، مگر بعد میں آپ (مرزا) نے مولوی صاحب کا مقابلہ فرما کر اللہ پاک کو ناراض کیا ہے۔،

پھر اس کے بعد وہ (مرزائی لاجواب ہو کر) اٹھ کر چلے گئے، عصر کے بعد میں نے مولوی بشیر احمد صاحب طالب علم کو کتاب ترغیب ترہیب دے کر کہا کہ جب وہ واپس ہوں تو انہیں حدیث دکھا کر نقل کرا دیں، چنانچہ انہوں نے میرے بعد کتاب دیکھ کر حدیث نقل کر لی، اب رہا اس کا جواب تو وہ برسوں سے دے رہے ہیں اور دیتے رہیں گے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون (الشعراء)۔ (عطر البلیغ صفحہ 157)

حافظ عنایت اللہ صاحب کے اس طریق تبلیغ کے مثبت اثرات بھی برآمد ہوئے اور کئی مرزائیوں کو قبول اسلام کی خدا تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی جیسا کہ آپ 1942ء کے واقعات میں لکھتے ہیں:

انہیں ایام میں مولوی محمد حسین صاحب وراق گجراتی 80 سالہ اپنے صاحبزادوں بلکہ سب اہل خانہ کے ہمراہ میرے ہاتھ میں مرزائیت سے تائب ہوا، یہ گجرات میں پرانا مرزائی گھرانہ تھا، جسے اللہ پاک نے ہدایت بخشی پنج وقتہ نماز کے پابند اور جمعہ میں حاضر۔ (الجسر البلیغ صفحہ 126)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور 1932ء کے واقعات میں حافظ عنایت اللہ صاحب لکھتے ہیں:

انہیں ایام کا ذکر ہے... حبیب اللہ صاحب درزی پرانا مرزائی تھا۔ جب (میں) ظہر کی نماز پڑھا کر طلبا کو حدیث پڑھاتا تو یہ بھی تنہا نماز پڑھ کر سماعت میں شریک ہوا کرتا، جب وہ بیمار ہوا تو اس نے مجھے بلا بھیجا اور کہا کہ میری چارپائی یہاں سے اٹھا کر اپنے گھر میں لے چلو کہ میں مرزائیت سے تائب ہوں، چنانچہ اس کی چارپائی بازار کی راہ سے میرے گھر لائی گئی جسے سب نے دیکھا تو مرزائیوں کی اس کے پاس آمد و رفت شروع ہوئی اور انہوں نے بہت کچھ اسے سمجھایا مگر اس نے کہا کہ نہیں اب میں سچے دل سے تائب ہو چکا ہوں اب واپس نہیں جا سکتا۔، پھر چند دنوں بعد وہ میرے مکان پر ہی فوت ہوا اور میں نے ہی اس کی تجہیز و تکفین کی اور جنازہ پڑھ کر دفن کیا جو کہ مرزائیوں کے لیے درس عبرت تھا۔ (الجسر البلیغ صفحہ 82)

1928ء کے آخر کے واقعات کا ذکر فرماتے ہوئے حافظ صاحب لکھتے ہیں:

انہی ایام کا ذکر ہے کہ ایک دیوبندی مولوی صاحب جو کہ حکیم بھی تھے اور مسجد ککے زئیاں وزیر آباد میں امام اور مدرس بھی تھے، چونکہ ذی علم اور نیک تھے اس لیے میں جب کبھی وزیر آباد جاتا تو موصوف کے درس میں ضرور حاضر ہوتا، ایک روز درس کے بعد اتفاقاً فاتحہ خلف الامام پر مکالمہ شروع ہو گیا۔، موصوف نے فرمایا کہ نص قرآنی کی رو سے اس کا سماع ضروری ہے۔، میں نے کہا جب جہر ہی نہیں تو سماع کیسے؟ فرمایا کہ سرّی نمازوں میں (فاتحہ) پڑھ سکتا ہے، میں نے کہا کہ پنجگانہ نمازوں کی کل سترہ رکعات ہیں جن میں گیارہ رکعتوں میں آپ نے اجازت دے دی ہے۔ صرف چھ رکعتوں میں نہیں، اچھا تو جہری رکعتوں ی میں بہروں اور پچھلی صفوں کا کیا حکم ہے۔ چونکہ اصولاً سماع شرط قرار پا چکا تھا اس لیے موصوف کو فرمانا پڑا کہ وہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ میں نے کہ کہ امام کے سکتوں میں کیا حکم ہے، تو اس پر بہت دیر تک بات چیت کے بعد بالآخر فرمایا کہ اجازت ہے۔، تب میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مکالمہ بابرکت ختم ہوا جس پر ہم سب نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زوال کے قریب ہم واپس ہوئے اور یہ خبر شہر میں بجلی کی طرح پھیل گئی، موصوف سے جامع مسجد حنفیہ ریلوے روڈ میں جواب کا مطالبہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے حنفی مذہب کیخلاف کسی بات کا اقرار نہیں کیا، جس کسی نے کوئی بات کرنی ہے تو وہ میرے پاس گھر آئے، مگر سب جاہل تھے کون بات کرے، آخر ان لوگوں نے مولوی صاحب کو نکال دیا جس کا مجھے بے حد افسوس ہے کہ سچائی کے اقرار پر انکا اخراج ہوا۔ (الجسر البلیغ صفحہ 66-67)

اور 1913ء کے واقعات بیان کرتے ہوئے حافظ عنایت اللہ صاحب لکھتے ہیں:

انہی ایام کا ذکر ہے کہ میرے ایک دوست عبدالماجد صاحب وزیر آبادی بریلوی خیال ٹیلر ماسٹر نے مجھے کہا کہ میرے پیر صاحب بہت بڑے خدا رسیدہ ہیں۔ اگر آپ ان کی زیارت کریں تو بہت متاثر ہوں۔، چنانچہ میں ان کے ہمراہ لاہور میاں میر پہنچا تو ٹیلر ماسٹر صاحب نے مٹھائی کی نوکری بطور تحفہ (پیر صاحب کی خدمت میں) پیش کی۔ اور ان کی چارپائی پر پائنتی کی طرف بیٹھ گئے اور میں نیچے بیٹھ گیا۔ میں نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا اور پیر صاحب نے دونوں ہاتھوں سے میرا ہاتھ پکڑے رکھا اور فرمایا کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرو۔، میں نے کہا مجھے اسی طرح پر معلوم ہے، اگر حدیث ہے تو میں دونوں ہاتھ سے کرتا ہوں، فرمایا کہ حدیث ہے، میں نے کہا میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ تو فرمایا کہ کیا میں جھوٹ بولتا ہوں؟ میں نے کہا نہیں، میں کسی سے کیا کہوں گا، ثبوت تو آپ کے پاس ہے میرے پاس نہیں۔، جس پر وہ کتاب لا کر تلاش کرتے رہے۔ مگر حدیث دستیاب نہیں ہوئی۔، فرمایا کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کر لے، میں نے کہا کہ حدیث دستیاب ہونے پر کر لوں گا ورنہ نہیں۔، تو آپ نے مجھے وہابی کہہ کر طمانچہ رسید کیا۔ تو میں ان کے حجرہ سے اٹھ کر مسجد میں چلا گیا۔ تو (ٹیلر) ماسٹر صاحب نے ان سے عرض کی کہ میں تو اسے اس لیے ہمراہ لایا تھا کہ آپ کے اخلاق فاضلہ دیکھ کر وہ حنفی ہو جائیگا، مگر اب تو وہ اور بھی مخالفت کرے گا اور مجھے بدنام کرے گا۔، اتنے میں مسئلہ بھی دیکھ بھال کر نکال لیا، اور مجھے بلا بھیجا اور میں بھی چار و ناچار حاضر ہوا تو آپ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنی غلط کاری کا اعتراف فرما کر معافی طلب کی اور حدیث پڑھ کر سنائی جس کی شرح میں کسی کا قول تھا کہ دو ہاتھ سے مصافحہ کرنا بہتر ہے۔، میں نے عرض کی کہ حدیث نبوی مطلوب ہے، کسی شارح کا خیال نہیں۔ بس پھر کیا تھا دونوں ہاتھوں سے مارا۔ اور پاؤں سے بھی خوب روندا۔ جسے سب حاضرین نے دیکھا۔، پھر میں وہاں سے اکیلا واپس ہوا کہ اب گھر پہنچ کر میری اور ٹیلر ماسٹر صاحب کی بات چیت ہوگی۔، یہاں میں انہیں کچھ نہیں کہتا۔، دوسرے روز کا ذکر ہے کہ میں مسجد میں فجر کی نماز باجماعت پڑھ رہا تھا کہ ماسٹر صاحب بھی دوسری رکعت میں میرے ساتھ آ کھڑے ہوئے۔ میں نے سلام پھیر کر انہیں جو دیکھا کہ وہ سینہ پر ہاتھ باندھ کر رفع الیدین سے نماز پڑھ رہے ہیں، تو میری ساری کلفت دور ہوئی اور غصہ ٹھنڈا ہوا کہ اللہ پاک نے ایک شخص کو ہدایت نصیب فرمائی، پھر وہ جماعت اہل حدیث وزیر آباد کے سرگرم رکن رہے۔

(الجسر البلیغ صفحہ 5-6)

حافظ عنایت اللہ صاحب اثری کے متعلق ہمارے نقادوں نے یہ بھی لکھا کہ ان کے ایک استاد مرزائی تھے۔ ہم حیران ہیں کہ اس میں طعنے کی بات کون سی ہوسکتی ہے۔، برطانیہ کے اسکولوں اور کالجوں میں مسلمانوں کے بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں، اساتذہ کی اکثریت عیسائیوں اور یہودیوں پر مشتمل ہے، اس ملک کی یونیورسٹیوں کے عربی اور اسلامیات کے شعبوں میں پوری اسلامی دنیا سے مسلمان طلباء اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے آتے ہیں اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کر کے واپس جاتے اور وہاں مسلمانوں کی اگلی نسل کو پڑھاتے ہیں۔، حافظ عنایت اللہ صاحب کے اساتذہ میں اگر ایک شخص غیر مسلم تھا تو صرف انہی کو طعنہ کیوں دیا جائے، جب کہ انہوں نے غیر مسلم سے علم دین نہیں سیکھا تھا، درزی کا کام سیکھا تھا اور ان لوگوں کو پاک دامن کیوں قرار دیا جائے جنہوں نے غیر مسلم اساتذہ سے عربی اور اسلامیات کے علوم پڑھ کر ڈگریاں حاصل کی ہیں جن میں مانچسٹر کے مفکر اسلام سلطان المدققین رئیس المحققین حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود بھی شامل ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ناظرین: ہمارا یہ مضمون تحریک ختم نبوت پر ہے، حافظ عنایت اللہ اثری مرحوم کی تحریک میں نمایاں خدمات ہیں، اس لیے ہم نے اس مضمون میں ان کا ذکر بھی کیا اور ان پر بسلسلہ تحریک ہونے والی بے جا تنقید کا جائزہ بھی لیا۔ تاہم یہ کہنا غیر مناسب نہیں ہوگا کہ حافظ صاحب کے بعض دیگر خیالات ونظریات سے ہمیں اتفاق نہیں ہے۔ اور نہ ہی اہل حدیث کی اکثریت ان تفردات میں ان سے متفق ہے۔، ان کی زندگی میں ہی اہل حدیث نے ان کے ایسے خیالات سے برات کردی تھی۔، بہت سے لوگ ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا درست نہیں سمجھتے تھے۔، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی نے 1955ء میں ان کے خلاف ہوکر ان سے ملاقات سے انکار کردیا تھا۔، مولانا احمد دین گکھڑوی جیسے بزرگ ان کے نظریات پر سخت تنقید کرتے تھے۔، اہل حدیث کے حلقوں میں انہیں رئیس الماولین بھی کہا گیا۔ مولانا مودودی مرحوم نے تاہم فتوی دیا تھا کہ

> حافظ عنایت اللہ صاحب نے اگر حضرت مسیح کی پیدائش کو بغیر باپ کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے تو یہ فعل بالکل غلط ہے، مگر یہ تاویل کی غلطی ہے، اس کی وجہ سے نماز ان کے پیچھے ناجائز نہیں ہوتی۔ (عطر البلیغ صفحہ 183)

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم جنوری ۱۹۹۸ء ص ۲۰۔۲۴)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مباحثہ دیوبند 1884ء

(۲۷)

ہم آج کی نشست میں قارئین کو دیوبند لے جانا چاہتے ہیں جہاں 1301ھ کے ماہ جمادی الاول میں بڑے بڑے علماء کرام کے درمیان ایک مباحثہ مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد ونظریات پر منعقد ہوا تھا۔

دیوبند چلنے سے قبل ہمیں تھوڑی دیر کے لیے لدھیانہ بھی رکنا پڑے گا، اس لیے کہ دیوبند میں ہونے والے مباحثے کی ابتداء لدھیانہ کے مولوی محمد، مولوی عبداللہ، مولوی اسماعیل اور گنگوہ کے مولانا رشید احمد گنگوہی کے درمیان خط وکتابت سے اس وقت ہوئی تھی جب 1301ھ (1884)ء میں مرزا غلام احمد قادیانی لدھیانہ آئے تھے۔

ہم نے اپنے اس مضمون میں اس مباحثے کے بارے میں پہلے بھی کچھ گزارشات کی ہیں اور ہمارا ماخذ عمومی طور پر مولانا محمود حسن کے شاگرد اور مشہور حنفی بزرگ مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری کی کتاب رئیس قادیان تھی۔، مولانا دلاوری نے اس مباحثے سے متعلق تفصیلات مولوی محمد لدھیانوی کی کتاب فتاوی قادریہ کے حوالے سے بیان کی ہیں۔، فتاوی قادریہ ہماری نظر سے نہیں گزری اس لیے ہم اس اعتماد پر اس مباحثے سے متعلق واقعات رئیس قادیان سے نقل کرتے رہے کہ مولانا دلاوری نے فتاوی قادریہ سے درست حوالے دیئے ہوں گے۔، ہمارے اس اعتماد کو اس وقت ٹھیس پہنچی جب حال ہی میں ہمیں مولانا ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی کتاب: سب سے پہلا فتوی تکفیر دیکھنے کو ملی۔، یہ کتاب جولائی 1997ء میں شائع ہوئی ہے، اسکے مصنف مولانا محمد لدھیانوی کے خاندان سے ہیں اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کی کتاب کا ایک ماخذ...

فتاوی قادریہ ہے جو کہ مولانا محمد لدھیانوی نے مرتب کیا تھا، یہ چونکہ نایاب تھا اس کی تلاش میں کافی مشکلات پیش آئی تاہم ایک قریب عزیز سے مل گیا..(سب سے پہلا فتوی تکفیر صفحہ 31)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب فتاوی قادریہ کو آنکھوں سے دیکھ کر اور اسے ماخذ بنا کر لکھی جانے والی کتاب: سب سے پہلا فتوی تکفیر، ہماری نظر سے گزری تو معلوم ہوا کہ مولانا رفیق دلاوری اور جناب ابن انیس کی بعض باتوں میں باہم مطابقت نہیں ہے۔ اس لیے ہم نے مباحثہ دیوبند سے متعلق واقعات کو از سر نو قارئین کے سامنے پیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے، سنیے اور سر دھنیے:

مباحثہ دیوبند کا اختتام مولانا محمد یعقوب نانوتوی کو حکم ماننے پر ہوا تھا جیسا کہ مولانا محمد یوسف لدھیانوی نائب امیر تحفظ ختم نبوت لکھتے ہیں:

12: جمادی الاول 1301ھ کو علمائے لدھیانہ دارالعلوم دیوبند کے سالانہ جلسہ میں تشریف لے گئے اور قادیانی مسئلہ میں حضرت گنگوہی و دیگر اکابر سے بالمشافہ گفتگو ہوئی، رفع نزاع کے لیے دارالعلوم کے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی کو، جو صاحب کشف تھے، حکم تسلیم کیا گیا۔ (الرشید۔ دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ 676)

اس مباحثے کا آغاز دراصل لدھیانہ میں ہی ہو گیا تھا جہاں

شاہزادہ صفدر بیگ کے مکان پر مدرسہ اسلامیہ کے اہتمام کے متعلق ایک جلسہ تھا جس میں منشی احمد جان، مولوی شاہ دین اور مولوی عبدالقادر صاحبان نے بیان کیا کہ کل حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لدھیانہ تشریف لائیں گے، اور ان کی مدح وستائش میں سخت مبالغہ کرتے ہوئے کہا کہ جو شخص ان پر ایمان لائے گا وہ گویا اول المسلمین ہوگا، یہ سن کر ایک اور عالم دین مولوی عبداللہ کھڑے ہو گئے اور کہا کہ اہل مجلس پر میرا یہ بیان شاق گزرے گا لیکن اس وقت جو بات حق تعالیٰ نے میرے دل میں القاء فرمائی ہے اس کے ظاہر کیے بغیر میری طبیعت کا اضطراب دور نہیں ہوسکتا، بات یہ ہے کہ مرزائے قادیان جس کو تم اس درجہ بڑھا چڑھا رہے ہو، وہ انتہا درجہ کا ملحد اور زندیق شخص ہے۔ منشی احمد جان بولے کہ میرا ایسے ہی خیال تھا کہ کسی نہ کسی مولوی صاحب یا صوفی صاحب کے دل میں مرزا صاحب کی طرف سے ضرور حسد پیدا ہوگا۔، جلسہ برخواست ہونے کے بعد مولوی عبداللہ کے بھائی مولوی محمد صاحب نے اپنے بھائی مولوی عبداللہ سے کہا کہ جب تک کوئی قطعی دلیل موجود

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ ہو کسی شخص کے خلاف زبان طعن نہ کھولنی چاہیے، مولوی عبداللہ مرحوم نے فرمایا کہ میں نے اپنی طبیعت کو بہت روکا لیکن آخر الامر خدائے برتر نے اس موقع پر یہ الفاظ میرے منہ سے نکلوا دیے۔

(رئیس قادیان جلد دوم صفحہ 1-2)

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ لدھیانہ کے علماء کی اکثریت مرزا صاحب کے لیے دیدہ ودل فرش راہ کیے ہوئے تھی، ان کے استقبال کی تیاریاں کی جارہی تھیں اوران کے دعوی تجدید کی حمایت اوراسے قبول کرنے کی لوگوں کو یہ کہہ کرترغیب دی جارہی تھی کہ ایسا کرنے والا اول المسلمین ہوگا۔،

لدھیانہ کے سارے علماء میں سے صرف ایک شخص نے باقی سے اختلاف کیا جس کا نام مولوی عبداللہ تھا۔،

اس کے اختلاف کی وجہ کوئی نقلی دلیل یا مرزا غلام احمد صاحب کی کسی کتاب کی عبارت نہیں تھی، بلکہ مولوی عبداللہ صاحب کا اپنا الہام تھا جو ظاہر ہے کسی اور کے لیے حجت نہیں ہوسکتا تھا،

نیز مرزا صاحب کے لدھیانہ میں آنے سے ایک روز قبل تک خود مولوی محمد صاحب کے پاس بھی مرزا صاحب کے خلاف کوئی قطعی دلیل نہیں تھی۔ اس لیے انہوں نے مولوی عبداللہ صاحب کو بھی مرزا غلام احمد صاحب کے خلاف زبان طعن کھولنے سے روکا۔اس جلسہ عام کے اگلے روز جو کچھ ہوا وہ مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری کی درج ذیل عبارت سے واضح ہوگا:

جس روز قادیانی صاحب لدھیانہ میں قدوم فرما ہوئے مولوی محمد، مولوی عبداللہ اور مولوی اسماعیل صاحبان نے کتاب براہین احمدیہ کا نظر غائر سے مطالعہ کیا، اس میں کلمات کفریہ کی بڑی کثرت و فراوانی پائی، اس کے بعد شہر میں اعلان کردیا کہ یہ شخص مجدد نہیں، بلکہ زندیق اور خارج از اسلام ہے۔اورفتوی چھپوا کرگردونواح کے شہروں میں روانہ کیے کہ یہ شخص مرتد ہے، آئندہ کوئی شخص اس کی کتاب نہ خریدے۔(رئیس قادیان جلد 2 صفحہ 2-3 بحوالہ فتاوی قادریہ صفحہ 3)

اس کے بعد مولانا رفیق دلاوری فرماتے ہیں:

جن حضرات نے فتوی تکفیر سے اختلاف کیا ان میں حضرت رشید احمد گنگوہی جوان دنوں علمائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حنفیہ میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے...سب سے پیش پیش تھے،انہوں نے علماء لدھیانہ کے فتوی تکفیر کی مخالفت میں ایک مقالہ لکھ کر قادیانی صاحب کو ایک مرد صالح قرار دیا اور اس کو حضرات مکفرین کے پاس لدھیانہ روانہ کیا اور اس مضمون کی ایک نقل مولوی شاہ دین لدھیانوی اور مولوی عبدالقادر لدھیانوی کے پاس بھی روانہ کی جو مولانا ممدوح کے مرید تھے۔،مولوی شاہ دین نے یہ تحریر برسر بازار لوگوں کو سنادی اور اس سے وہ افراد جو مرزا صاحب کو مجدد مان چکے تھے اور ان سے حسن اعتقاد رکھتے تھے بہت خوش ہوئے۔،مولوی عبداللہ صاحب لدھیانوی کو معلوم ہوا کہ مولانا رشید احمد صاحب نے ایک مرتد کو مرد صالح لکھ دیا ہے تو انہیں سخت تعجب ہوا۔تاہم مولوی عبدالعزیز صاحب نے جمعہ کے دن مولانا رشید کی تحریر کی مدلل جواب دیے۔(رئیس قادیان جلد 2 صفحہ 3)

اسکے بعد ان لدھیانوی بھائیوں نے مولانا رشید احمد گنگوہی کو ایک طویل مراسلہ ارسال کیا جس میں لکھا کہ انہوں نے

مرزا غلام احمد کو صالح مسلمان قرار دے کر نادانستہ عوام کو گمراہی میں ڈالا ہے۔

(رئیس قادیان جلد 2 صفحہ 5 بحوالہ فتاوی قادریہ)

مولانا رشید احمد گنگوہی نے اس مراسلے کے جواب میں خاموشی اختیار کی لیکن انہی دنوں دیوبند کا جلسہ دستار بندی آپہنچا اور لدھیانوی بھائی 12 جمادی الاول 1301ھ کو دیوبند پہنچ گئے جہاں ایک مجلس میں دوران بحث...مولانا محمد یعقوب صاحب نے ،جو ان دنوں دیوبند کے شیخ الحدیث تھے،فرمایا کہ اگر مرزا غلام احمد پر بطور ظلیت آنحضرت ﷺ الہامات کا ورود ہو تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے۔گفتگو آگے بڑھی تو...مولانا محمد یعقوب نے فرمایا کہ میں غلام احمد کو اپنی تحقیق میں آزاد خیال لامذہب جانتا ہوں۔اور چونکہ آپ قریب الوطن ہونے کی وجہ سے اس کے تمام حالات سے بخوبی واقف ہیں،اس کی تکفیر سے منع نہیں کرتا،اس کے علاوہ آپ نے اس شخص کی کتاب براہین احمدیہ پڑھی ہے اور میں نے اور مولانا رشید احمد صاحب نے اس کتاب کا مطالعہ نہیں کیا۔ (رئیس قادیان جلد 2 صفحہ 9 بحوالہ فتاوی قادریہ)

نزاع تاہم ختم نہیں ہوا، بحث اگلے روز بھی چلتی رہی اور پھر رفع نزاع کے لیے مولانا گنگوہی نے فرمایا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ مولانا محمد یعقوب (نانوتوی) ہم سب میں بڑے ہیں، جو کچھ یہ فرمائیں گے مجھے بسر وچشم قبول ہوگا، مولوی محمد صاحب نے مولانا محمد یعقوب کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے قادیانی کے متعلق جو رائے کل ظاہر فرمائی تھی کیا آپ اس کو تحریر میں بھی لاسکیں گے۔، انہوں نے کہا ہاں میں لکھ دوں گا کہ قادیانی کے الہام اولیاء اللہ کے الہامات سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے، لیکن بالفعل کاروبار جلسہ کی وجہ سے میں عدیم الفرصت ہوں، دو تین روز کے بعد لکھ کر روانہ کردوں گا۔

علماء لدھیانہ دیوبند سے مراجعت فرما ہوئے، دو تین دن کے بعد مولانا محمد یعقوب نے ایک فتوی اپنے ہاتھ سے لکھ کر بذریعہ ڈاک لدھیانہ بھیج دیا جس کا مضمون یہ تھا کہ یہ شخص میری دانست میں لامذہب معلوم ہوتا ہے، اس شخص نے اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر فیض باطنی حاصل نہیں کیا، معلوم نہیں اس کو کس طرح کی اویسیت ہے، مگر اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ مناسبت اور علاقہ نہیں رکھتے۔ (رئیس قادیان جلد 2 صفحہ 9-10 بحوالہ فتاوی قادریہ)۔

اوپر کے اقتباسات ہم نے رئیس قادیان سے لیے ہیں اور رئیس قادیان کے مصنف نے یہ معلومات فتاوی قادریہ مرتبہ مولوی محمد لدھیانوی سے اخذ کی ہیں۔ ذیل میں ہم یہی واقعات محترم ابن انیس حبیب الرحمٰن کی کتاب سب سے پہلا فتوی تکفیر سے پیش کرتے ہیں اور ابن انیس کا بھی یہی کہنا ہے کہ ان کا ماخذ ان کے جد امجد مولانا محمد کا مرتب کردہ فتاوی قادریہ ہے وہ اپنے جد امجد سے نقل کرتے ہیں:

چنانچہ جس روز مرزا قادیانی شہر لدھیانہ میں وارد ہوا تھا، راقم الحروف مولوی محمد و مولوی عبداللہ و مولوی اسماعیل صاحب نے براہین کو دیکھا تو اس میں کلمات کفریہ انبار در انبار پائے گئے اور لوگوں کو قبل از دوپہر اطلاع کردی گئی کہ یہ شخص مجدد نہیں بلکہ زندیق اور ملحد ہے۔ برعکس نہند نام زنگی کافور۔

اور گردونواح کے شہروں میں فتوے تکفیر روانہ کیے گئے کہ یہ شخص مرتد ہے، اس کی کتاب کوئی نہ خریدے، اس پر اکثر نے تکفیر کی رائے کو تسلیم نہ کیا بلکہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے ہماری تردید میں ایک طومار لکھ کر ہمارے پاس روانہ کیا اور قادیانی کو مرد صالح قرار دیا۔ اور ایک نقل اس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولوی شاہ دین، مولوی عبدالقادر اور اپنے مریدوں کے پاس روانہ کی۔ مولوی عبدالعزیز صاحب نے اس تحریر کی بروز جمعہ وعظ میں خوب دھجیاں اڑائیں۔ مولوی عبداللہ صاحب کو اس تحریر کا حال سن کر نہایت فکر ہوا کہ مولوی رشید احمد صاحب نے ایسے مرتد کو مرد صالح کیسے لکھ دیا، جناب باری میں دعا کر کے سو گئے، خواب میں معلوم ہوا کہ تیسری شب کا چاند بدشکل ہو کر لٹک پڑا، غیب سے آواز آئی کہ رشید احمد یہی ہے۔ اسی روز سے اکثر فتوے ان کے غلط، منافض یکے بعد دیگرے وجود میں آنے لگے۔ (سب سے پہلا فتوی تکفیر فیصل آباد 1997ء صفحہ 70)۔

اس کے کچھ عرصہ بعد تینوں لدھیانوی بھائی دیوبند تشریف لے گئے، وہاں علماء دیوبند سے ملاقات کی تفصیل مولانا محمد لدھیانوی فتاوی قادریہ میں اس طرح درج کرتے ہیں:

پھر ہم تینوں (مولانا محمد، مولانا عبداللہ، مولانا محمد اسماعیل) اس تحریر کو لے کر جلسہ دستار بندی مدرسہ دیوبند بتاریخ 12 جمادی الاول ۱۳۰۱ھ میں پہنچے، دوسرے روز مولوی رشید احمد صاحب ملاقات کے واسطے تشریف لائے، بعد ازاں مولوی محمد یعقوب صاحب بھی براہ مہمان نوازی ملنے کو آئے، راقم الحروف نے کچھ حال قادیانی کا بطور اجمال زبانی بیان کیا، مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ اگر بطور ظلیت آنحضرت ﷺ اس پر ورود الہامات کا ہوتا ہو تو کیا عجب ہے۔ میں نے کہا کہ اگر اہل کتاب یہود و نصاری یہ اعتراض کریں کہ جیسا قادیانی پر بسبب ظلیت آیات قرآنی نازل ہو رہی ہے، ایسا ہی تمہارے پیشوا خود مستقل پیغمبر نہیں تھے، بلکہ بسبب اتباع ابراہیمؑ کے ان پر قرآن بطور الہام نازل ہوا ہوگا، تو پھر آپ کیا جواب دو گے۔ مولوی صاحب نے لاجواب ہو کر یہ فرمایا کہ میں اس شخص کو اپنی تحقیق میں غیر مقلد جانتا ہوں اور آپ کو اس کی تکفیر سے منع نہیں کرتا، کیونکہ آپ اس کے کل حالات سے بسبب قریب الوطن ہونے کے واقف ہیں اور نیز آپ نے اس کی کتاب براہین کی ہر چہار جلد کو دیکھ لیا ہے، بعد ازاں ہم نے تحریر مذکورہ الصدر کو بتاریخ 14 جمادی الاول 1301ھ مولوی رشید احمد کی خدمت میں برسر عام جس میں مولوی محمد مظہر صاحب مرحوم وغیرہ علماء و فضلاء نامدار موجود تھے، پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو جہاں تک آتا تھا آپ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خدمت میں لکھ کر روانہ کر دیا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ جو کچھ آپ کی تحریر پر اعتراضات وارد کیے گئے ہیں ان کو ملاحظہ فرما کر جواب سے مشرف فرما دیں۔، آپ نے فرمایا کہ مجھ کو جہاں تک علم تھا میں نے لکھ دیا تھا، زیادہ مجھ کو علم نہیں۔، مولوی عبداللہ صاحب نے دوبارہ اس تحریر کو مولوی صاحب کے ہاتھ میں دے کر آیت واما السائل فلا تنھر پڑھ کر فرمایا کہ آپ اس کا جواب عنایت فرما دیں۔، مولوی صاحب نے تحریر کو واپس دے کر فرمایا کہ ہمارے سب کے مولانا محمد یعقوب صاحب بڑے ہیں، اس باب میں جو ارشاد کریں مجھ کو منظور ہے۔، مولوی عبداللہ صاحب نے کھڑے ہو کر بآواز بلند فرمایا کہ جو لوگ اس مسئلہ خاص میں اپنا دین تباہ کر رہے ہیں اس کا وبال آپ کی گردن پر ہوگا یا ہماری گردن پر۔

بعد ازاں ہم وہاں سے روانہ ہو کر مولانا محمد یعقوب صاحب کی خدمت میں پہنچے۔ فوراً مولوی رشید احمد صاحب کے بڑے صاحبزادے نے معہ گروہ کثیر جس میں چند عالم مثل مولوی محمود الحسن مدرس مراد آباد وغیرہ داخل تھے آ کر شور و غل مچایا۔، مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ سب کے سب شور مت کرو، صرف ایک شخص کلام کرے۔، مولوی محمود حسن صاحب نے بیان کیا کہ یہ تینوں مولوی تین روز سے پکار رہے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کافر اور جو اس کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔، میں نے کہا کہ یہ امر غلط ہے۔، فریق ثانی نے کہا کہ اب انکار کرتے ہیں، میں نے آگے بڑھ کر کہا کہ وہ کون شخص ہے جس سے ہم نے خوف کھا کر انکار کیا۔، ہمارا اول سے یہی عقیدہ ہے کہ قادیانی کافر اور جو شخص اس کا ہم عقیدہ ہے وہ بھی کافر ہے جس کو حوصلہ گفتگو کا ہو وہ میدان گفتگو میں آ کر کسی ثالث کے مکان پر بحث کر لے۔، اس مکان پر بحث کرنے کا موقع نہیں کیونکہ یہاں پر یہ مثل مشہور صادق آ رہی ہے ایک ناک والا سات ناک کٹوں کے پاس جب پہنچا فوراً سب کے سب بول اٹھے کہ نا کو آیا۔،

یہ کلام سن کر سب خاموش ہو گئے، کسی نے گفتگو کا نام بھی نہیں لیا۔، پھر میں نے مولوی محمد یعقوب صاحب سے عرض کیا کہ جو آپ نے کل بوقت ملاقات قادیانی کے باب میں فرمایا تھا اس کو تحریر بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر دو گے۔، آپ نے فرمایا کہ میں یہ بھی لکھ دوں گا کہ اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ مناسبت نہیں رکھتے، لیکن فی الحال بسبب کاروبار جلسہ کے مجھ کو فراغت نہیں۔ دو تین روز کے بعد لکھ کر روانہ کر دوں گا یا آپ میری طرف سے تحریر کر لینا۔

چنانچہ مولانا صاحب نے حسب وعدہ ایک فتوی اپنے ہاتھ سے لکھ کر ہمارے پاس ڈاک میں ارسال فرمایا جس کا مضمون یہ تھا کہ:

یہ شخص میری دانست میں غیر مقلد معلوم ہوتا ہے اور اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے اور نیز اس شخص نے کسی اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر فیض باطنی حاصل نہیں کیا، معلوم نہیں کہ اس کو کس روح کی اویسیت ہے۔

(سب سے پہلا فتوی تکفیر فیصل آباد 1997ء صفحہ 86-84)

قارئین! ہمارے حنفی علماء جب تحریک ختم نبوت کی تاریخ بیان کرتے ہوئے براہین احمدیہ اور علماء لدھیانہ کی اس کتاب پر تنقید کا ذکر کرتے ہیں تو عموماً مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم ومغفور کا ذکر بھی کیا جاتا ہے کہ انہوں نے براہین کی تعریف کی تھی اور علمائے لدھیانہ کی مخالفت۔، اوپر کے اقتباسات سے جو ہم نے مولانا دلاوری اور مولانا ابن انیس الرحمٰن کی کتابوں سے آپ کے سامنے پیش کیے ہیں، آپ کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ لدھیانہ والوں کی مخالفت کون کر رہا تھا، کون ان کے خلاف طومار لکھ لکھ کر روانہ کر رہا تھا، وہ کس کے دلائل و مضامین کی دھجیاں اڑا رہے تھے وہ کس کو لاجواب کر رہے تھے، وہ کس کے ہاتھ میں اپنی تحریر دے کر، واما السائل فلا تنھر پڑھ کر اس کا جواب طلب کر رہے تھے۔ وہ کس کے متعلق کہہ رہے تھے کہ وہ مرزا کو مرد صالح قرار دے کر عوام کی گمراہی کا سبب بن رہا ہے، وہ کس گروہ کثیر کو شورہ غل مچانے کا مرتکب قرار دے رہے تھے، وہ کن کو میدان میں نکل کر کسی ثالث کے مکان پر مناظروں کے چیلنج دے رہے تھے، وہ کن کو ناک کٹے ہونے کا طعنہ دے رہے تھے۔

قارئین! آپ کو ان تمام اقتباسات میں جو دراصل ایک ہی مباحثے کے مختلف واقعات ہیں اور اپریل، مئی 1884ء کے مباحثے کے مختلف واقعات ہیں اور اپریل، مئی 1884ء کے واقعات ہیں، کہیں بھی مولانا محمد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حسین بٹالوی کا نام نظر نہیں آیا ہوگا۔

ناظرین! ہم مولانا محمد یوسف لدھیانوی کی زبانی آپ کو بتا چکے ہیں کہ اس مباحثے کا اختتام تحکیم پر ہوا، اور حکم نے جو تحریری فیصلہ دیا وہ دو روایتوں سے آپ کے سامنے پیش کیا جا چکا ہے۔، ایک روایت مولانا دلاوری کی ہے کہ مولانا یعقوب نے فرمایا یہ شخص میری دانست میں لا مذہب معلوم ہوتا ہے۔ مولانا دلاوری نے یہ فیصلہ فتاوی قادریہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔، دوسری روایت ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن کی ہے، اس کے مطابق مولانا یعقوب نانوتوی نے فرمایا، یہ شخص میری دانست میں غیر مقلد معلوم ہوتا ہے۔ یہ فیصلہ بھی فتاوی قادریہ ہی کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔

کس کا یقین کیجیے کس کا نہ کیجیے
لائے ہیں بزم ناز سے یار خبر الگ الگ

ایک کے مطابق فتاوی قادریہ میں مولانا یعقوب نانوتوی نے مرزا غلام احمد کو لا مذہب قرار دیا ہے، دوسرے کے مطابق غیر مقلد قرار دیا ہے، کون غلط بیانی کر رہا ہے اور کون فتاوی قادریہ کی عبارت میں تحریف کا ارتکاب کر رہا ہے؟

مولانا ابن انیس حبیب الرحمٰن کا کہنا ہے کہ وہ علماء لدھیانہ کے خاندان سے ہیں اور انہوں نے فتاوی قادریہ نامی کتاب کو جو نایاب تھی خاندانی ذرائع سے حاصل کر کے اس سے استفادہ کیا ہے، ان کی اپنی کتاب اپنے موضوع پر جدید ترین تحقیقی کتاب ہے اس لیے ہم سمجھتے ہیں ان کی روایت زیادہ وزنی ہے اور فتاوی قادریہ میں مولانا یعقوب نانوتوی کا بطور حکم فیصلہ یہی ہے کہ 1884ء کا مرزا غلام احمد ان کے نزدیک غیر مقلد تھا، مولانا دلاوری نے غیر مقلد کی جگہ لا مذہب کا لفظ استعمال کر کے دانستہ یا نادانستہ تحریف کا ارتکاب کیا ہے اور پھر ان کی کتاب سے استفادہ کرنے والوں نے لا مذہب کو دہریہ اور کافر کا مترادف قرار دے کر یہ باور کرانے کی کوشش جاری رکھیں کہ مولانا یعقوب نے 1884ء میں مرزا کو کافر قرار دے دیا تھا، جیسا کہ مولانا یوسف لدھیانوی نے اس فیصلے کو یوں بیان کیا ہے۔ یہ شخص (مرزا غلام احمد) لا مذہب (دہریہ) معلوم ہوتا ہے۔ (الرشید دیوبند نمبر صفحہ 676)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور حال ہی میں ہمارے ایک معاصر نے ہم پر حجت قائم کرنے کی کوشش فرماتے ہوئے لکھا کیا مولانا یعقوب نے اسے (مرزا کو) لامذہب تک نہیں کہہ دیا تھا؟

قارئین! ایک عرصہ سے چوری اور سینہ زوری کا یہ عمل جاری تھا، اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں آئی اور اس نے الیوم نختم علی افواھھم... کا ایک ہلکا سا نمونہ اسی دنیا میں دکھا دیا۔ فتاوی قادریہ نامی کتاب کے مصنف کے خاندان کا ایک فرد حق کی شہادت دینے کھڑا ہو گیا اور اس نے ثابت کر دیا کہ اس کے جد امجد کی کتاب میں مولانا یعقوب نانوتوی کے فیصلے کے مطابق 1884ء کا مرزا غلام احمد لامذہب نہیں غیر مقلد تھا، جن لوگوں نے مولانا یعقوب کو حکم تسلیم کیا تھا، ان کے لیے یہ فیصلہ حجت ہے (ہمارے لیے نہیں) اور اس فیصلے کی رو سے حکم اور تنازع کے فریقین نے 1884ء کے مرزا غلام احمد کو گویا مسلمان تسلیم کیا تھا، کیونکہ غیر مقلدین کو حضرات دیوبند نہ صرف مسلمان بلکہ اہل سنت میں سے شمار کرتے ہیں۔ ذیل میں ہم مولانا داؤد راز مرحوم کی کتاب: ارباب دیوبند اور اہل حدیث۔، دارالاشاعت کرلا، بمبئی صفحہ 8-9 سے چار فتوے اس ضمن میں نقل کرتے ہیں۔

مولانا عزیز الرحمٰن مفتی دیوبند کا فتوی اخبار مہاجر 29 جون 1928ء میں شائع ہوا کہ اہل حدیث غیر مقلد مسلمان ہیں، کافر و مرتد کہنا ان کو جائز نہیں بلکہ حرام و معصیت ہے۔

مولانا رشید احمد گنگوہی نے فرمایا:

غیر مقلدین کا اہل سنت سے اعتقادی امر میں اختلاف نہیں، اس لیے یہ اہل سنت ہیں اور ان کے پیچھے اقتداء درست ہے۔

مفتی کفایت اللہ صاحب فرماتے ہیں:

اہل حدیث مسلمان اور اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں، شادی بیاہ کا معاملہ کرنا درست ہے، ترک تقلید سے اسلام میں فرق نہیں پڑتا اور نہ اہل سنت والجماعت سے تارک تقلید باہر ہوتا ہے۔

مولانا اشرف علی، اسعد الابرار صفحہ 135 ملفوظ نمبر دس میں فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم علی الاطلاق غیر مقلدی کو برا نہیں کہتے، دیکھیے امام ابوحنیفہ خود مقلد نہ تھے مگر ہم ان کو اپنا پیشوا مانتے ہیں۔

ان کے علاوہ فتاوی رشیدیہ سے یہ فتوی بھی ملاحظہ فرمالیجیے۔

مولانا رشید احمد گنگوہی سے سوال ہوا:

مولانا سید نذیر حسین صاحب کو جو دہلی میں محدث ہیں جو لوگ ان کو مردود اور خارج اہل سنت جانتے ہیں اور لامذہب کہتے ہیں، آیا یہ کہنا ان کا صحیح ہے یا نہیں۔ باوجود صحیح نہ ہونے کے ایسے لوگ فاسق بدکار ہیں یا نہیں۔ اور مولانا صاحب کے عقائد اور اعمال موافق اہل سنت والجماعت ہیں یا نہیں۔ اور حضرت سلمہ کے عقائد اور مولانا صاحب کے عقائد میں کچھ فرق ہے یا متفق ہیں؟

جواب: بندہ کو ان کا حال معلوم نہیں۔ نہ میرے ساتھ ان کی ملاقات ہے۔ لیکن جو لوگ ان کے حال کے بیان میں مختلف ہیں اگرچہ ان کو مردود اور خارج اہل سنت کہنا بھی سخت بے جا ہے، عقائد میں سب متحد مقلد یا غیر مقلد ہیں، البتہ اعمال میں مختلف ہوتے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رشیدیہ، کراچی 1985 صفحہ 239-238۔)

اور جب مفتی کفایت اللہ صاحب سے سوال ہوا کہ ناجی کون گروہ ہے، کل مسلمان یا ان میں کوئی خاص گروہ مراد ہے، ما انا علیه و اصحابی کا کیا مطلب ہے؟ تو آپ نے جواباً فرمایا:

ما انا علیہ واصحابی سے وہ طریقہ مراد ہے جو آنحضرت ﷺ کا طریقہ تھا۔ یعنی جو آج کل اہل السنّت والجماعت کا طریقہ ہے، اس میں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اہل حدیث سب داخل ہیں، البتہ مبتدع فرقہ ہائے ضالہ یعنی معتزلی، خارجی، مرجیہ، مشبہہ روافض وغیرہ اس سے خارج ہیں۔

(کفایت المفتی جلد دوم، طبع کراچی، صفحہ 114)

قارئین! اپریل مئی 1884ء میں لدھیانہ گنگوہ اور دیوبند کے علماء کے درمیان ہونے والے مباحثے اور تحکیم کے نتیجے میں جب مرزا غلام احمد کو سنی العقیدہ مسلمان اور اس حیثیت میں اس کی اقتدا میں نماز کو جائز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوراس کے ساتھ شادی بیاہ کے تعلقات کو جائز قرار دے دیا گیا تو جون جولائی اگست 1884ء کے رسالہ اشاعۃ السنۃ کے شماروں مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے (بحوالہ سب سے پہلا فتوی تکفیر صفحہ 98) بھی براہین احمدیہ پر موافقانہ تبصرہ شائع فرما دیا، تاریخ کا شعور رکھنے والوں کو یہ بات سمجھنا دشوار نہیں ہوگی کہ دیوبند والوں نے 1884ء کے مرزا کے مسلمان ہونے کا فیصلہ پہلے دیا ہے۔اس مسلمان کی کتاب پر مولانا محمد حسین بٹالوی نے موافقانہ تبصرہ بعد میں کیا ہے۔، اگر جرم سرزد ہوا ہے تو سوچنے کی بات یہ ہے کہ کس سے ہوا؟ 1884ء کے مرزا غلام احمد کو مسلمان قرار دینے والوں سے یا اس مسلمان کی اسلام کی حمایت میں لکھی جانے والی کتاب پر موافقانہ تبصرہ کرنے والے سے۔

ناظرین! آج کی نشست میں آپ نے مولانا محمد لدھیانوی کی زبان سنا کہ 1301ھ (1884)ء میں جس روز مرزا غلام احمد قادیانی وارد لدھیانہ ہوا، انہوں نے مولانا عبداللہ اور مولانا اسماعیل کے ساتھ مل کر براہین احمدیہ کا مطالعہ کر کے اور اس میں کلمات کفریہ کی بھرمار پا کر مرزا پر فتوی تکفیر جاری کر دیا تھا اور اس فتوی کی نقول اردگرد کے شہروں میں بھجوا دی تھیں، 1301ھ (1884)ء) میں جاری ہونے والا یہ فتوی تا حال ہماری نظر سے نہیں گزرا، جس فتاوی قادریہ کا آج کی قسط میں ذکر ہوا ہے وہ تو ایک ایسی کتاب ہے جو 1891ء کے بعد کی تصنیف معلوم ہوتی ہے۔، اگر کوئی صاحب صراط مستقیم کے ذریعے ہماری رہنمائی فرما سکیں کہ اصل فتوی کہاں سے مل سکتا ہے تو ہم ممنون ہوں گے۔، کسی کتاب یا رسالے میں اس کا اصل اور پورا متن طبع ہوا ہو، تو اس کے حصول میں ہماری مدد فرمائی جاوے۔، ہمیں اس فتوے سے اقتباسات یا ان پر تبصروں سے غرض نہیں ہے، ہم وہ اصل فتوی دیکھنا چاہتے ہیں جو مولانا محمد لدھیانوی اور دیوبندی احباب کے بقول 1884ء میں مرزا غلام احمد کے ورود لدھیانہ کے روز جاری ہوا تھا، یہ دستاویز سامنے آنے پر ہم اس موضوع پر اپنی گزارشات نذر قارئین کریں گے۔انشاء اللہ۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم فروری ۱۹۹۸ء ص ۲۰۔۲۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دامن تو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

(۲۸)

مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کے متعلق ہمارے ایک محترم معاصر نے الفضل 20 جولائی 1940ء کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس بزرگ کے دو صاحبزادے قادیان آئے اور مرزا بشیر الدین کے ہاتھ پر بیعت کر کے سب پرانی غلطیوں کی تلافی کر دی۔

اور یہ کہ لائق عبرت مرحلہ یہ ہے کہ مولانا بٹالوی کے دو صاحبزادوں نے مرزا غلام احمد کے لڑکے اور قادیانی سربراہ مرزا بشیر الدین کے ہاتھ پر بیعت کی اور قادیان میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔

اور یہ کہ مرزا بشیر الدین کا یہ بیان کہ مولانا بٹالوی کے دو لڑکے اس کے ہاتھ پر بیعت ہوئے بہت کچھ اگل کر رکھ دیتا ہے۔

ناظرین! لڑکوں کے حوالے سے حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ پر کیے جانے والے اس طعن کی حقیقت بیان کرنے سے پہلے ہم ایک مشہور حنفی بزرگ حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم کی کتاب سوانح قاسمی سے ایک عبارت آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں، وہ عبارت یہ ہے:

> حضرت (مولانا محمد قاسم) نانوتوی دہلی سے دیوبند چلے آئے اور فرمایا کہ مجھ سے ان (انگریزوں) کی شوکت نہیں دیکھی جاتی، اس لیے دہلی سے دیوبند چلا آیا، کہ نہ دیکھوں گا، نہ کوفت ہوگی..
>
> نیز فرمایا کہ الحمدللہ اتنی طاقت تو ہے کہ سارا دربار درہم برہم کر دوں، مگر سنبھالنے والے نظر نہیں آتے، اس لیے دہلی چھوڑ کر چلا آیا کہ نہ ان کافروں کو دیکھوں گا، نہ کوفت وسوخت ہوگی۔
>
> (سوانح قاسمی مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار۔ لاہور جلد 2 صفحہ 90)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ عبارت بتاتی ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی مرحوم انگریزوں اوران کی شوکت سے اس قدر متنفر تھے کہ دیکھنا تک گوارا نہ فرماتے تھے وہ دہلی چھوڑ کر دیوبند اس لیے چلے آئے تھے کہ دیوبند میں نہ انہیں انگریزوں کی شوکت نظر آئے گی، نہ کوفتہ اور سوختہ ہوں گے۔

ان مولانا محمد قاسم نانوتوی کے فرزند ارجمند مولانا محمد احمد دارالعلوم دیوبند کے پانچویں مہتمم ہوئے اور بیس بڑے مسلمان صفحہ 67 کے مطابق

آپ کا دور اہتمام جو 1896ء سے 1929ء تک محیط ہے، سابقہ تمام عہدوں سے پر شوکت اور پر ہیبت گزرا، اسی دور میں دیوبند کے مدرسہ نے دارالعلوم اور دارالعلوم سے ایک جامعہ کی صورت اختیار کی، انہی کے دور اہتمام میں دیوبند اور دیگر مقامات کے 500 علماء نے جن میں حضرت شیخ الہند بھی شامل تھے، حکومت سے موالات اور تعاون کو حرام قرار دیتے ہوئے سکول کالج کچہریوں کی ملازمت، وکالت کا پیشہ اور خطابات واعزازات قبول کرنے سے منع کیا۔ (بیس بڑے مسلمان صفحہ ۸۰۶)

اور جو لوگ پہلے سے خطاب یافتہ تھے ان کو خطاب واعزازات واپس کرنے کو کہا گیا۔

(بیس بڑے مسلمان صفحہ ۸۰۳)

قارئین! آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی مولانا محمد قاسم نانوتوی مرحوم جو انگریزوں کو دیکھنا گوارا نہ کرتے تھے، ان کا یہ صاحبزادہ، جو خود بھی علماء دیوبند میں اتنے بڑے مقام کا حامل ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا عشروں تک مہتمم رہا، انگریز کا خطاب یافتہ ہوگیا۔، اگر بیٹے کے اعمال کی ذمہ داری باپ پر ڈالی جاسکتی ہے تو پھر ہمارے معاصرین فرمائیں کہ کیا یہ مقام عبرت نہیں ہے کہ بڑے نانوتوی صاحب تو انگریز کو ایک نظر دیکھنا بھی گوارا نہ کریں، اور چھوٹے نانوتوی صاحب ان سے خطاب وصول کر کے انگریز گورنر کو دارالعلوم دیوبند میں مدعو کر کے اس کی خدمت میں سپاسنامے پیش کراتے پھریں، کیا مولانا محمد احمد مرحوم نے اپنے والد مرحوم کی غلطیوں کی تلافی کرتے ہوئے خطاب قبول کر کے بہت کچھ اگل کر تو نہیں رکھ دیا؟

آگے چلیں تو ہمیں حضرت مولانا زکریا کاندھلوی کی آپ بیتی میں یہ عبارت پڑھنے کو ملتی ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت مولانا الحاج الحافظ قاری محمد طیب دام مجدھم کے چھوٹے بھائی قاری محمد طاہر صاحبؒ دیوبند سے ایک اخبار نکالا کرتے تھے۔ غالباً الانصار۔، اس میں کوئی مضمون کسی اعلی افسر کے خلاف شائع ہوگیا، ان صاحب نے ہتک عزت کا دعوی کر دیا، وہ چونکہ بڑے آدمی تھے اس لیے وکلاء کے مشورہ سے ان کے جواب دعوی کی تجویزیں کئی دن تک خوب ہوتی رہیں۔، مدعی کی کوشش تھی کہ وارنٹ بلاضمانت کسی طرح سے جلدی جاری ہوجائے جس کی وجہ سے سبھی بڑوں چھوٹوں کو فکر تھا۔، کنور صاحب مظفرنگر سے دیوبند پہنچے، کہنے لگے طاہر بیٹا! اتنی سی چیز سے گھبرا گئے، جواب دعوی لکھ دو کہ میں تو ایک مہینے سے کنور صاحب کے یہاں شکار کھیلنے کے واسطے گیا ہوا تھا، میری غیبت میں یہ مضمون لکھا گیا۔، مدعی کو بھی عزیز طاہر مرحوم سے کچھ عداوت تھی، عزیز طاہر مرحوم نے کہا تایا جی! آپ عدالت میں کس طرح جھوٹی قسم کھاویں گے کہ یہ میرے ساتھ شکار میں تھے۔ کہنے لگے، اپنے مقدمہ میں ہزار جھوٹی قسمیں کھائی ہیں، مولانا محمد قاسم کے پوتے کے لیے اگر جھوٹی قسم کھالوں گا تو خدا کی قسم میری ساری جھوٹی قسموں کا کفارہ ہوجائے گا۔، چنانچہ دعوی میں یہی لکھا گیا کہ میں اس زمانہ میں کنور صاحب کے ساتھ کوئی شکار کے لیے گیا ہوا تھا اور کنور صاحب کی تصدیق پر مقدمہ خارج ہوگیا۔(آپ بیتی، مولانا زکریا کاندھلوی، لاھور صفحہ 616-617 منقول از الفضل 18 ۔اپریل 1997ء صفحہ 13)

قارئین! عدالت میں جھوٹا بیان دینے والے یعنی جھوٹ بولنے والے قاری محمد طاہر صاحب دارالعلوم دیوبند کے بانی مولانا محمد قاسم نانوتوی کے پوتے، دارالعلوم کے مہتمم خامس مولانا محمد احمد کے بیٹے اور دارالعلوم کے مہتمم سابع مولانا قاری طیب مرحوم کے بھائی ہیں۔، اگر مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے بیٹوں کا جرم باپ کے کھاتے میں ڈالنا روا ہے، تو وضاحت فرمائی جاوے کہ اس روایت میں بیان کی گئی دروغ گوئی کا جرم کس کے کھاتے میں جائے گا۔ دادا کے، یا باپ کے، یا بھائی کے؟

چہ خواہی گفت قربانت شوم تا من ہمہ گویم

اگر قاری محمد طاہر مرحوم کے دروغ کی ذمہ داری ان کے باپ، یا دادا پر، اور مولانا محمد احمد مرحوم کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

افعال کی ذمہ داری ان کے والد گرامی قدر پر نہیں ڈالی جاسکتی، تو اہل حدیث جماعت کو اس بات کا طعن کیوں کر روا ہوسکتا ہے کہ مولانا بٹالوی کے دو بیٹے مرزا بشیر الدین محمود کے ہاتھ پر بیعت ہوگئے تھے۔ جبکہ یہ بیٹے نہ تو مولانا محمد احمد اور قاری محمد طاہر کی طرح اہل حدیثوں کے علماء میں شامل ہیں، نہ وہ ہمارے کسی مدرسہ کے مہتمم رہے ہیں، نہ کسی اخبار یا رسالے کے ایڈیٹر۔ ہم نے کبھی بھی انہیں اپنے اکابر میں شامل نہیں کیا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں تو ان بیٹوں کے نام تک معلوم نہیں جو ہمارے معاصر یا مرزا بشیر الدین کے بقول مرزائی ہوگئے تھے۔

ہاں ایک شخص کا نام ہمیں معلوم ہے وہ مولوی ابونصر صاحب ہیں، مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کے بڑے بھائی اور مولوی خیر دین کے صاحبزادے۔ یہ مولوی خیر دین اتنے متشدد حنفی تھے کہ شاہ احمد رضا خان صاحب کی حنفیت کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ بیس بڑے مسلمان صفحہ 716 پر لکھا ہے کہ

> حضرت مولانا (ابوالکلام آزاد) کے والد کو علمائے وقت سے عام طور پر مذہبی سوء اعتقاد کی بدگمانی تھی۔ اور یہ ڈر تھا کہ ان کی اولاد پر وہابیت کا کوئی اثر نہ پڑ جائے۔ دوسری مشکل یہ تھی کہ علمی حیثیت سے بھی حضرت مولانا (آزاد) کے والد کی طبیعت میں ایسی بلندی واقع ہوئی تھی کہ کوئی بھی عالم فاضل شخص ان کی نگاہ میں نہ جچتا تھا۔

اہل حدیثوں سے ان کو خدا واسطے کا بیر تھا۔ جب سید نذیر حسین محدث حج کے لیے گئے تو اس بزرگ نے مولوی رحمت اللہ کیرانوی وغیرہ کے ساتھ مل کر حکام مکہ کے ہاتھوں سید صاحب کو ایذائیں دینے کی کوشش بھی فرمائی تھی۔

قارئین اتنے متشدد مقلد عالم کا بیٹا مولوی ابونصر مرزائی ہوگیا تھا، ماہنامہ اخبار احمدیہ مارچ 1997ء صفحہ 2 پر لکھا ہے کہ مولوی ابونصر 2 مئی 1905ء کو حضرت اقدس مسیح موعود کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور کے چہرہ مبارک کو دیکھ کر اتنے متاثر ہوئے کہ بیعت کر لی۔ مولانا ابوالنصر نے امرتسر کے اخبار وکیل میں سفر قادیان اور حضور کی زیارت کا ذکر بڑے وجد آفرین انداز میں کیا۔

مولانا محمد حسین بٹالوی کے بیٹوں کا مرزا بشر الدین کی بیعت کرنا اگر کوئی راز اگل رہا ہے، کسی غلطی کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تلافی کر رہا ہے اور لائق عبرت ہے، تو مولوی ابوالنصر کا مرزا غلام احمد کی بیعت کرنا کیا کہلائے گا؟ اس مقام عبرت پر بھی ذرا رک کر ہمارے معاصرین چند آنسو بہالیں۔

ناظرین! اوپر کی چند مثالیں ہم نے اپنے ناقدین کو ان کا حدود اربعہ سمجھانے کے لیے بیان کر دی ہیں ورنہ ہمارا اعتقاد۔ لھا ماکسبت ولکم ما کسبتم۔ پر ہے اور ناقدین کو ہم بتائے دیتے ہیں کہ یخرج المیت من الحی۔ ہوتا ہی آیا ہے، حضرت نوح ؑ کا بیٹا کافر ہو جائے تو حضرت نوح ؑ کی عظمت میں کمی نہیں آتی۔، حضرت یعقوبؑ کے بعض بیٹے جھوٹے اور مکار ہو جائیں تو حضرت یعقوب ؑ پر اس کی ذمہ داری ڈالنا درست نہیں ہے۔

ناظرین! مرزا غلام احمد نے ایک نہیں، کئی پیش گوئیاں اس مضمون کی کر رکھی تھیں کہ مولانا محمد حسین بٹالویؒ مرزائی ہو جائیں گے۔ مرزا صاحب اس دنیا سے یہ حسرت لے کر رخصت ہو گئے، لیکن مولانا بٹالوی کو اللہ تعالیٰ نے راہ ہدایت پر ہی گامزن رکھا۔، مرزائیوں نے پھر توجیہیں شروع کر دیں کہ بیٹا بھی تو باپ کی مثل ہوتا ہے، کیا ہوا جو مولانا بٹالوی مرزائی نہیں ہوئے، ان کی اولاد میں سے کوئی نہ کوئی ہو جائے گا اور مرزا صاحب کی پیش گوئیاں سچ ہو کر رہیں گی۔، اس بارے میں مرزائیوں کے دوسرے سربراہ نے بروایت الفضل 20 جولائی 1940ء فرمایا کہ مولانا بٹالوی کے دو بیٹے اس کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے تھے، پھر مرزائیوں کے چوتھے سربراہ مرزا طاہر احمد نے اپنے دادے کی پیش گوئی کو درست ثابت کرنے کے لیے ایک اور مرزائی کو مولانا بٹالوی کی اولاد میں سے ہونا قرار دے دیا جیسا کہ اس نے 4 اکتوبر 1996ء کے خطبہ جمعہ میں آفتاب احمد خاں امیر جماعت احمدیہ برطانیہ کی وفات پر تعزیتی بیان میں کہا:

> آپ کے حالات زندگی یہ ہیں کہ 24 ستمبر 1924ء کو آپ محترم خان ثناء اللہ خاں صاحب اور محترمہ امۃ المجید صاحبہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا مکرم شیخ محمد صاحب (مرزا غلام احمد کے) صحابی تھے اور آفتاب احمد خاں صاحب مجھے بتایا کرتے تھے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی آپ کے آباء واجداد میں سے کسی طرف سے ہیں... تو اب مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کی محمد حسین صاحب بٹالوی کی اولاد میں سے تصدیق کرنے والے اور اول درجے پر خادم، خدمت کا مقام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حاصل کرنے والوں میں ایک ہمارے آفتاب خاں صاحب بھی بنتے ہیں۔

(الفضل انٹرنیشنل 22 نومبر 1996ء صفحہ 8)

ناظرین! مرزا طاہر احمد اپنے سامعین کو بتا رہے تھے کہ ان کے امیر برطانیہ آفتاب احمد خان، مولانا محمد حسین بٹالوی کی اولاد میں سے تھے۔ لیکن پھر گھر کے ایک بھیدی نے راز کھول دیا، یعنی اس خطبے کے بعد ایک مرزائی عبدالواسع نے لکھا کہ:

مرحوم (آفتاب احمد خاں) میری سب سے بڑی سگی پھوپھی کے بیٹے تھے، اس طرح حضرت شیخ مولوی محمد صاحب جو کہ مولوی صاحب مزنگ والے کے نام سے زیادہ معروف تھے، مرحوم (آفتاب) کے نانا اور میرے دادا تھے... قبل از بیعت (مرزا غلام احمد) حضرت مولوی محمد صاحب نے مولوی محمد حسین صاحب کے بڑے بھائی مولوی محمد علی صاحب کی دختر سے شادی کی تھی، اس شادی سے آپ کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔، ان سب کو آپ قادیان لے کر جاتے تھے اور ان سب کی بیعت بھی آپ نے کروائی تھی۔، آپ کی اہلیہ کی وفات کے وقت آپ کی صاحبزادیاں کم سن تھیں اس لیے آپ نے اپنے بڑے بیٹے شیخ عبدالعزیز مرحوم کی شادی مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کی دختر سے کی۔ مولوی (محمد) صاحب مرحوم نے دوسری شادی بعد از قبول احمدیت مکرم احمدہ بیگم سے کی۔، ان سے آپ کے چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔، ان میں سے سب سے بڑی محترمہ امتہ المجید صاحبہ مرحوم آفتاب خانصاحب کی والدہ تھیں۔، اس طرح مرحوم (آفتاب) کا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے خاندان سے یا مولوی محمد صاحب کی دوسری اولاد سے خونی رشتہ نہیں ہے۔، یہ امر یقیناً باعث افسوس ہے کہ بٹالوی خاندان سے تعلق کے باعث مولوی (محمد) صاحب کی پہلی اولاد آہستہ آہستہ احمدیت سے دور ہوتی چلی گئی، لیکن اللہ کا کرم ہے کہ آپ کی دوسری اولاد کا رشتہ احمدیت سے، مجموعی طور پر مضبوط ہے اور ان شاء اللہ رہے گا۔،

اس تحریر سے دو باتوں کی وضاحت ہوتی ہے، ایک تو یہ کہ مرزا طاہر احمد کی روایت غلط ہے اور آفتاب احمد خاں مولانا محمد حسین بٹالوی کی اولاد میں سے یا ان کے خاندان سے نہیں ہیں، دوسرے یہ کہ ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشہور مرزائی مولوی محمد کی پہلی اولاد اس وجہ سے مرزائیت سے دور ہوگئی کہ اس کا تعلق مولانا محمد حسین بٹالوی کے خاندان سے رہا۔ یہ تبھی ممکن ہے کہ ان کا خاندان خود مرزائیت سے دور رہا ہو، اگر مولانا بٹالوی کے بیٹے بقول مرزا بشیر الدین مرزائی ہوگئے تھے تو ان سے تعلق مرزائیت سے قرب کا باعث بننا چاہیے تھا، دوری کا نہیں۔

رہی قادیان میں جا کر پڑھنے کی بات، تو عرض ہے کہ قادیان صرف مرزائیوں کا قصبہ نہیں تھا، وہاں مسلمان بھی بستے تھے۔، وہاں کے دنیاوی تعلیمی اداروں میں مسلمانوں کے بچے بھی پڑھتے تھے، اور ارد گرد سے بھی مسلمانوں کے بچے وہاں پڑھنے آیا کرتے تھے اور وہاں کے تعلیمی اداروں کا حال تقریباً وہی تھا جو آج سے کچھ عرصہ قبل تک ربوہ کے اسکول اور کالج کا تھا کہ اگرچہ وہاں پڑھانے والوں کی اکثریت اور انتظامیہ مرزائیوں ہی کی ہوتی تھی لیکن وہاں پڑھنے والے طلباء میں ربوہ کے گردونواح کے مسلمان طلباء بھی شامل ہوتے تھے۔، قادیان میں مولانا محمد حسین بٹالوی کے بچوں کا جا کر پڑھنا مولانا بٹالوی کے لیے باعث طعن تب ہوسکتا ہے جب کہ مولانا نے انہیں وہاں مرزائیت کی تعلیم کے لیے بھیجا ہو، جب ایسا نہیں ہوا تو پھر طعنہ کس بات کا۔

قارئین! چلتے چلتے سوانح قاسمی کی اس عبارت پر ایک اور نظر ڈال لیجیے گا جو ہم نے اوپر نقل کی ہے، اس عبارت کا سادہ سا مطلب جو ہماری سمجھ میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی اس قدر طاقتور تھے کہ وہ انگریزوں کا جلوس نکال سکتے تھے، انگریزوں کی قوت و اقتدار کے عروج کے زمانے میں ان کی برصغیر میں سلطنت کو ملیا میٹ کر سکتے تھے، ان کے دربار و اقتدار کو درہم برہم کر سکتے تھے، تاہم انہوں نے یہ کام اس لئے نہیں کیا کہ انہیں انگریزوں کا بستر گول ہونے کے بعد ہندوستان کو سنبھالنے والے اور مملکت و سلطنت کو چلانے والے نظر نہیں آرہے تھے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی مرحوم بہت بڑے انسان تھے، انہیں حجۃ الاسلام بھی کہا گیا۔، ایسا آدمی اپنے بارے میں اس قسم کا غلط دعوی تو نہیں کرسکتا۔، انہوں نے اپنے بارے میں جو کچھ کہا، ناپ تول کر ہی کہا ہوگا۔ اور اتنی طاقت ہونے کے باوجود اگر انہوں نے انگریزوں کا تختہ نہیں الٹایا، ان کا دربار درہم برہم نہیں کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو اس کی وجہ وہی ہوسکتی ہے جو انہوں نے خود بتائی کہ انہیں اپنے ساتھیوں اور شاگردوں میں سے ایسی صلاحیتوں کے حامل افراد نظر نہیں آئے جو کاروبار مملکت سنبھال سکیں۔ ان کے ساتھیوں میں مولانا گنگوہی، مولانا یعقوب نانوتوی، مولانا ذوالفقار علی وغیرھم اور شاگردوں میں مولانا محمود حسن وغیرہ شامل تھے۔، مولانا محمد قاسم نانوتوی کا یہ فرمان دراصل ان بزرگوں کی صلاحیتوں پر عدم اعتماد کا اظہار ہے۔

ناظرین! اگر ہم نے اس عبارت کا مطلب سمجھنے میں غلطی کی ہے تو معذرت خواہ ہیں اور اپنے معاصر احناف سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس کا صحیح مطلب بیان فرمادیں، ہم گوش برآواز رہیں گے۔

ناظرین! ہمارے ایک معاصر نے پہلے تو سنسنی خیز انداز میں پوچھا کہ جب بھاولپور میں نکاح قادیانی پر تاریخی مقدمہ چل رہا تھا، اس وقت کس اہل حدیث عالم نے کس نکاح کے جواز کا فتوی دیا؟

پھر خود ہی جواب دیتے ہوئے بتایا کہ جب 35-1926 میں بہاولپور میں ایک مسلمان خاتون کا اپنے مرزائی خاوند کے خلاف تنسیخ نکاح کا مقدمہ چل رہا تھا، انہی دنوں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے فتوی جاری فرمایا کہ اگر عورت مرزائن ہے تو اور علماء کی رائے ممکن ہے مخالف ہو، میرے ناقص علم میں نکاح جائز ہے۔، پھر تبصرہ کرتے ہوئے معاصر موصوف لکھتا ہے کہ آپ ہی سوچیں کہ مولانا کے اس فتوی سے اس تاریخی مقدمہ پر کیا اثرات مرتب ہوسکتے تھے۔

قارئین! مولانا امرتسری پر اعتراض کی حقیقت سمجھنے کے لیے ہم آپ کے سامنے حضرات دیوبند کے مفتی کفایت اللہ صاحب کا مرزائیوں کے ذبیحہ کے بارے میں ایک فتوی پیش کرتے ہیں، مفتی صاحب مرحوم نے فرمایا:

> اگر کسی مرزائی کے ماں باپ یا ان میں سے کوئی ایک مرزائی تھا، تو یہ اہل کتاب کے حکم میں ہے اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے۔ (کفایت المفتی جلد اول صفحہ ۳۱۳ منقول از قادیان تھانہ بھون میں۔ از ظفر علی خان مع اضافات محمد صادق گوجرانوالہ صفحہ ۱۵)

اس فتوے کی بازگشت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نائب امیر ختم نبوت سے پوچھے گئے کوپن ہیگن کے محمد ادریس کے سوال میں بھی موجود ہے جب یہ کہا گیا مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نے کفایت المفتی میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قادیانیوں کی اولاد کو اہل کتاب قرار دے کر ان کے ذبیحہ کو حلال قرار دیا ہے۔

(قادیانی ذبیحہ مولانا یوسف لدھیانوی ملتان، صفحہ ۱)

اس فتوی کا مطلب یہ ہے کہ مفتی کفایت اللہ صاحب قادیانیت قبول کرنے والے مرتد کی اولاد کے ذبیحہ کو اس لیے جائز سمجھتے ہیں کہ وہ ان کے نزدیک اہل کتاب کے حکم میں ہے اور جو لوگ اہل کتاب کے حکم میں ہوں ان کی عورتوں سے شادی کے جواز کا فتوی تو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی مرحوم نے بھی دے رکھا ہے۔، ان سے پوچھا گیا تھا:

روافض یا خوارج کو کافر کہنا جائز ہے یا نہیں اور ان کے ساتھ عقد نکاح وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی، حرام ہے یا غیر حرام اور عند التقوی کیا ہے؟ اس کے جواب میں انہوں نے کہا رافضی کے کفر میں خلاف ہے جو علماء کافر کہتے ہیں بعض نے اہل کتاب کا حکم دیا ہے، بعض نے مرتد کا، پس درصورت اہل کتاب ہونے کے عورت رافضیہ سے مرد سنی کا نکاح درست ہے اور عکس اس کے ناجائز۔ اور بصورت ارتداد ہر طرح ناجائز ہوگا۔ اور جو ان کو فاسق کہتے ہیں ان کے نزدیک ہر طرح درست ہے۔، مگر ترک بہر حال اولی ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رشیدیہ کراچی 1985 صفحہ 56)

قارئین! اکابرین دیوبند کے درج بالا فتووں سے واضح ہوتا ہے کہ جو لوگ اہل کتاب کے حکم میں ہوں ان کا ذبیحہ مسلمانوں کے لیے حلال اور ان کی عورتوں سے شادی مسلمان مردوں کے لیے جائز ہے۔، اس پس منظر میں درج ذیل سوال ملاحظہ فرمایا جائے جو 1935ء میں مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ سے ان کے اس فتوی کے شائع ہونے پر پوچھا گیا تھا جس کو ہمارے معاصرین نے نشانہ تنقید بنایا ہے۔

سوال یوں ہے:

اخبار اہل حدیث مورخہ ۲۵ نومبر ۱۹۳۴ء میں بجواب سوال نمبر 2 آپ نے فرمایا کہ باپ بیٹی اگر دونوں مرزائی ہوں تو مرد غیر مرزائی کا نکاح مرزائن سے درست ہے، کیونکہ عورت رسالت محمدیہ کی قائل ہے۔، بر بنا اس فتوی کے سوال یہ ہے کہ مرزائی مرد کا نکاح غیر مرزائن سے بھی کیوں درست

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ ہو، جبکہ مرزائی بھی رسالت محمدیہ ﷺ کے قائل ہیں، پابند صوم وصلوۃ ہیں، مرزائیوں کا ارتداد فی الفرقہ ہے نہ کہ فی الکفر۔ فی زمانہ مسلمانوں میں بدعتی فرقہ بھی موجود ہے جو ترقی میں حد شرک تک پہنچ گیا ہے، ان سے کوئی تعرض نہیں کرتا۔ لہذا اگر بعد نکاح احد الزوجین مرتد فی المرزائیت ہو جائے تو نکاح کیوں فسخ ہو۔

اس کے جواب میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے لکھا:

حق تو یہ ہے کہ مرزائن سے بھی نکاح درست نہ ہو، کیونکہ وہ بھی ایک جدید نبی کی امت ہونے کی وجہ سے خالص قدیم اسلام سے الگ ہے، لیکن قرآن مجید میں ایک مثال ملتی ہے کہ عورت کتابیہ سے نکاح جائز ہے، اس لیے مرزائن سے جواز نکاح کا فتوی دیا جائے تو غالباً غلط نہ ہوگا، ارتداد فی الفرقہ کوئی چیز نہیں، ارتداد ہر حال میں ارتداد ہے۔

(اہل حدیث امرتسر 19 جنوری 1945 مطابق 27 رمضان 1353 صفحہ 23)

اس سوال و جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مرزائی کی بیٹی سے مسلمان مرد کا نکاح اسے کتابیہ کے حکم میں شمار کر کے جائز قرار دیا۔ اور یہ فتوی اسی بنیاد پر ہے جس پر مولانا رشید احمد گنگوہی اور مفتی کفایت اللہ کے فتوے ہیں۔

ہمیں مولانا ثناء اللہ امرتسری کے فتوی پر اصرار نہیں ہے اور نہ ہی ہم اہل حدیث علماء کو فرشتوں یا معصوموں کی جماعت سمجھتے ہیں، لیکن جن لوگوں نے تحریک ختم نبوت کے ایک انتہائی سرگرم کارکن مولانا ثناء اللہ امرتسری پر بازاری انداز میں تنقید کر کے سنسنی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، کاش انہوں نے اپنے اکابر کے درج بالا فتوے بھی دیکھے ہوتے۔

یہ بھی یاد رہے کہ بہاولپور میں مقدمہ مسلمان عورت کے مرزائی آدمی سے تنسیخ نکاح کا چل رہا تھا، مولانا ثناء اللہ امرتسری کا فتوی مسلمان عورت کے خلاف اور مرزائیوں کی حمایت میں نہیں تھا، بلکہ یہ تھا کہ مرزائی والدین کی لڑکی سے مسلمان مرد کا نکاح جائز ہے اور جس طرح ایک عیسائی خاتون سے مسلمان مرد کی شادی کے جواز کا یہ مطلب نہیں لیا جا سکتا کہ عیسائی مرد کی شادی بھی مسلمان عورت سے جائز ہے، اسی طرح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا ثناء اللہ امرتسری کے فتوی سے یہ مطلب نکالنا یا اسے اس انداز میں پیش کرنا کہ شائد انہوں نے مسلمان عورت کا نکاح، مرزائی سے جائز قرار دے دیا تھا، عوام کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔ انہوں نے تو ایسے نکاح کے ناجائز ہونے کا فتوی بہاولپور والے مقدمے سے برسوں پہلے یعنی 1918ء سے دے رکھا تھا ان کا کہنا تھا:

مرزائی سے محمدی خاتون کا نکاح نہ ہونا چاہیے، اگر ہو جائے تو فسخ کرا لینا چاہیے۔

(سب سے پہلا فتوی تکفیر مرتبہ ابن انیس لدھیانوی 1997ء صفحہ 200)

قارئین! بہاولپور والا مقدمہ میں مدعیہ خاتون نے اپنی طرف سے جن علماء کو بطور گواہ پیش کروایا تھا، ان میں مولانا مفتی شفیع، مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا مرتضی حسن چاند پوری، مولانا غلام محمد گھوٹوی وغیرھم شامل تھے۔ ان بزرگوں نے بڑی محنت سے اپنے دلائل دیے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ جج تشنگی محسوس کرتا رہا۔ بروایت طلوع اسلام، جج کہتا ہے کہ مدعیہ کی طرف سے نبی کی کوئی مناسب تعریف بیان نہیں کی گئی۔ میں اس جستجو میں رہا کہ نبی یا رسول کی کوئی ایسی تعریف مل جائے جو تصریحات قرآنی کی رو سے تمام لوازم نبوت پر حاوی ہو، آخر کار ایک مضمون از جناب چودھری غلام احمد پرویز میری نظر سے گزرا، نبوت کی جو حقیقت انہوں نے بیان کی ہے میری رائے میں اس سے بہتر اور کوئی بیان نہیں کی جا سکتی... اور پھر طلوع اسلام میں لکھا ہے کہ

پرویز صاحب کی تصریحات کی بنیاد پر فاضل جج نے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ مدعا علیہ قادیانی عقائد اختیار کرنے کی وجہ سے مرتد ہو چکا ہے، لہذا اس کے ساتھ مدعیہ کا نکاح تاریخ ارتداد مدعا علیہ سے فسخ ہو چکا ہے۔ (طلوع اسلام لاہور اکتوبر 1983 صفحہ 4-22)

بہاولپور والا مقدمہ ایک طویل مقدمہ تھا جو مختلف عدالتوں میں 9 سال تک چلتا رہا اور بالآخر 1935ء میں محمد اکبر خان ڈسٹرکٹ جج بہاولنگر نے اس کا فیصلہ سنایا، ہمارے سامنے اس فیصلے کا مکمل متن موجود نہیں ہے، لیکن طلوع اسلام کی درج بالا عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ جج کو صحیح فیصلے تک پہنچنے میں جن لوگوں نے مدد دی ان میں مدعیہ کے دیوبندی گواہوں کے علاوہ اور لوگ بھی تھے، آج ان کا کریڈٹ تنہا حضرات دیوبند سمیٹنا چاہتے ہیں، حالانکہ بقول طلوع اسلام یوں لگتا ہے کہ ان کے اکابر کی مفصل گواہیوں کے باوجود جج تشنگی محسوس کرتا رہا، بالآخر پرویز صاحب کا مضمون اس کا رہنما ہوا۔ ہمیں تو اس بات کی خوشی ہے کہ ایک صحیح فیصلہ صادر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوگیا، تاہم یہ کس کے دلائل کی بنا پر ہوا؟ ہمارے احباب، پرویز صاحب کے معتقدین سے بحث کر کے اس مسئلے کو حل فرمالیں۔

ناظرین کرام! آج کی نشست کے اختتام پر ہم دارالعلوم دیوبند کے مفتی جناب مولانا محمد شفیع مرحوم کا ایک فتوی آپ کے سامنے رکھتے ہیں جو انہوں نے مرتد ہو جانے والی منکوحہ عورت کے اپنے مسلمان خاوند سے نکاح کی حیثیت کے بارے میں دیا تھا، انہوں نے فرمایا:

> ہندوستان میں بحالت موجودہ کہ حکومت مسلمانوں کی نہیں اس کے سوا مذہب حنفی پر عمل کرنا غیر ممکن ہے کہ مشائخ بلخ وسمرقند کے قول کے مطابق فتوی دیا جائے کہ عورت کے ارتداد سے نکاح فسخ ہی نہیں ہوتا بلکہ بدستور قائم رہتا ہے۔

(الحیلة الناجزة از مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ 100 منقول از معقولات حنفیہ از مولانا ثناء اللہ امرتسری امرتسر 1936ء صفحہ 11)

ہمیں حیرت ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کے فتوی (کہ کتابیہ کے حکم میں مرزائی خاتون سے مسلمان کا نکاح جائز ہے) پر تنقید کرنے والے وہ لوگ ہیں جن کے مفتی اعظم نے مسلمان خاوند کے اپنی مرتد ہو جانے والی بیوی سے نکاح کے قائم رہنے کا فتوی دے رکھا تھا، یعنی ان کے نزدیک میاں بیوی مسلمان ہوں، پھر بیوی مرزائی ہو جائے تو بھی دونوں بدستور میاں بیوی رہیں گے۔

ناظرین! ہمارے معاصرین نے اگر اپنے گنج عیوب میں نظر دوڑائی ہوتی تو انہیں نہ صرف مفتی شفیع صاحب کا یہ فتوی نظر آجاتا بلکہ انہیں اپنے وہ اسلاف بھی نظر آجاتے جنہوں نے ہندو خواتین کے نکاح اکبر بادشاہ سے پڑھا دیئے تھے، وہ عورتیں تو اہل کتاب بھی نہیں تھیں اور بوقت نکاح مسلمان بھی نہیں ہوئی تھیں، اور ان سے نکاح پڑھانے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ ایسے نکاح جائز سمجھتے تھے

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم۔ مارچ۔ اپریل ۱۹۹۸ء ص ۵۰۔۵۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قاضی محمد سلیمان منصور پوری

(۲۹)

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ

ندوہ کے ایک جلسہ میں چار سلیمان جمع ہو گئے ...اس پر حضرت شاہ سلیمان پھلواری نے فرمایا پہلے سلیمان فرد تھا (یعنی میں اکیلا سلیمان تھا) اب رباعی ہے، چار چار سلیمان (سید سلیمان، قاضی سلیمان، شاہ سلیمان اور اشرف سلیمان) یکجا ہیں۔ (یادرفتگان کراچی 1983 صفحہ 160)

یعنی ایک وقت تھا جب ہندوستان کی علمی دنیا میں سلیمانوں کی دھوم مچی ہوئی تھی، پھر آہستہ آہستہ یہ بزرگ اپنی حیاۃ مستعار پوری کر کے جانا شروع ہو گئے تو سید سلیمان ندوی نے لکھا:

چار سلیمانوں کی رباعی قاضی محمد سلیمان صاحب مصنف رحمۃ للعالمین کی وفات سے مثلث ہو گئی تھی، شاہ سلیمان صاحب پھلواری کی رحلت سے وہ فرد بن گئی تھی، اب اخیر اپریل 1939ء میں مولانا سلیمان اشرف (استاد دینیات مسلم یونیورسٹی) کی موت سے مصرع ہو کر رہ گئی۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہ مصرع (سلیمان ندوی) بھی دنیا کی زبان پر کب تک رہتا ہے۔

(یادرفتگان، کراچی 1983ء صفحہ 189)۔

قارئین! اگرچہ اس رباعی کا ہر ایک مصرع علمی دنیا کا آفتاب و ماہتاب تھا لیکن ایک مصرع بطور خاص اہم تھا، کیونکہ اس نے تحریک ختم نبوت میں بھی انتہائی وقیع خدمات سرانجام دی ہیں، اس لیے ہم اپنے اس مضمون میں ان کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں، یہ بزرگ حضرت قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری ہیں جن کو مصنف رحمۃ للعالمین کی حیثیت سے تو ایک زمانہ جانتا ہے لیکن تحریک تحفظ ختم نبوت کے ایک کارکن کی حیثیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے ان کی خدمات (جو ہیں بھی تحریک کے ابتدائی دور کی) پر زمانے نے گرد وغبار ڈال کر نظروں سے اوجھل کر رکھا ہے۔

قاضی سلیمان صاحب کی خدمات تحریک آپ کے سامنے پیش کرنے سے قبل ان کے مختصر حالات زندگی پیش کیے دیتا ہوں۔

قاضی سلیمان صاحب منصور پور ریاست پٹیالہ میں پیدا ہوئے، والد بزرگوار قاضی احمد شاہ بن مولانا باقی باللہ نے لیلۃ القدر میں یہ دعا مانگی تھی کہ الٰہی بیٹا عطا فرما جو عالم باعمل، متقی پارسا اور دین ودنیا میں ذی عزت ہو۔، والدہ ماجدہ نے عہد کیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو بلا وضو دودھ نہیں پلائیں گی۔، خدا نے بیٹا عطا فرمایا تو ماں نے ایسا ہی کیا۔، ابتدائی تعلیم قاضی صاحب نے اپنے والد گرامی سے پائی۔، عربی کتابیں مولوی سید محمد حسین صاحب رام پوری سے پڑھیں۔، حدیث کی سند دادا سے لی اور انہیں سے روحانی فیض پایا۔، منشی فاضل کا امتحان دیا اور پنجاب بھر میں اول رہے۔، ملازمت کا سلسلہ شروع کیا تو ترقی کرتے کرتے ریاست پٹیالہ میں سیشن جج ہو گئے اور وہیں سے پنشن یاب ہوئے۔، اثنائے ملازمت میں درس وتدریس بھی کرتے رہے، روزانہ صبح اپنی مسجد میں قرآن پاک کا درس دیتے اور جمعہ کے روز خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے۔، تقریر کے علاوہ تحریر میں بھی ید طولی رکھتے تھے، غضب کے ذہین تھے۔ ایک بار جس کتاب کو دیکھ لیتے دوبارہ دیکھنے کی ضرورت محسوس نہ کرتے۔، تورات اور انجیل پر آپ کو بڑا عبور تھا۔، تاریخ میں تو امام وقت تھے۔، کئی کتابیں لکھیں جن میں کچھ مطبوع اور کچھ غیر مطبوع ہیں۔، شاعر بھی تھے۔، تبلیغ اسلام میں بھی آپ نے بڑے بڑے کام کیے۔، دینی خدمات کو مشہور کرنے کے عادی نہ تھے جو کام کرتے خاموشی سے کرتے۔، چنانچہ بڑے بڑے عیسائی اور ہندو آپ کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے۔، غازی محمود دھرمپال، جو منہ پھٹ آریہ تھے محض آپ کی تبلیغ سے دوبارہ اسلام میں آئے۔، ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی جو مرزا قادیانی کے مخلص مرید تھے اور بیس ہزار روپیہ تبلیغ مرزائیت پر صرف کر چکے تھے، محض آپ کی تبلیغ سے مرزائیت سے تائب ہوئے۔، قاضی صاحب سادہ زندگی بسر کرتے اور تنخواہ سے جو بچتا بیواؤں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یتیموں اور ناداروں پر خرچ کر دیتے۔ قومی اور اسلامی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ 1930ء میں دوسری مرتبہ حج پر تشریف لے گئے اور واپسی کے سفر میں جہاز میں انتقال فرمایا۔

(منقول از سوانح عمری مولانا عبداللہ غزنوی)۔

سید سلیمان ندوی جناب قاضی سلیمان صاحب کی مشہور عالم کتاب رحمۃ للعالمین کی تیسری جلد کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

رحمۃ للعالمین کے مصنف سے میں سب سے پہلے 1916ء میں واقف ہوا جب کہ حافظ عبدالعلیم صاحب تاجر کانپور نے اپنے وطن بسی میں سرہند کے قریب جو ریاست پٹیالہ میں واقع ایک یتیم خانہ کے افتتاح کی تقریب میں شرکت کی دعوت دی تھی۔ مرحوم اس زمانہ میں ریاست پٹیالہ میں سیشن جج تھے، وہ بھی ریاست کے دوسرے عہدہ داروں کے ساتھ بستی کے جلسہ میں آئے اور مجھ سے خلوص و محبت سے ملے۔ اور دیر تک پادریوں اور عیسائیوں کے ساتھ اپنے مناظروں کا ذکر فرماتے رہے.. مرحوم مجھ سے عمر میں بڑے تھے اور بزرگ تھے... ندوۃ العلماء کی مجلس کے ہم دونوں ممبر تھے اور اس تعلق سے سال میں ایک دفعہ ضرور یک جائی نصیب ہوتی۔، ایک دفعہ جب وہ اہل حدیث کانفرنس کے اجلاس مئو کے صدر ہو کر آئے تو اعظم گڑھ آ کر دارالمصنفین میں بھی دو راتیں بسر کیں۔ اور یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے جانا کہ موصوف عامل بالحدیث ہیں... مرحوم میں روشن خیالی کیساتھ روشن ضمیری اور دماغی قابلیت کے ساتھ روحانی کیفیت یک جا تھی۔، وہ علم کے ملا اور دل کے صوفی تھے۔ تبلیغ کے دلدادہ تھے، صلح پسند اور خاکسار تھے۔، علم کی نمائش پسند خاطر نہ تھی، ان سب سے بالاتر جو وصف تھا وہ ذات پاک رسالت مآب ﷺ کے ساتھ شیفتگی اور عقیدت تھی۔، مرحوم نے اسلام کے فضائل اور تفسیر و تاریخ میں اپنے بعد اپنی متعدد یادگاریں چھوڑیں، مگر ان سب میں بہتر اور جامع ان کی تصنیف رحمۃ للعالمین ہے (جس کی) بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف کے ذوق کے مطابق سوانح اور واقعات کے ساتھ غیر مذاہب کے اعتراضات کے جوابات اور دوسرے صحف آسمانی کے ساتھ موازنہ اور خصوصیت سے یہود و نصاری کے دعاوی کا ابطال بھی اس میں جابجا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ مناظرانہ تصنیف میں سنجیدگی اور متانت کا برقرار رکھنا مشکل کام ہے۔ مگر جس طرح خود مصنف مرحوم اس وصف میں ممتاز تھے، اسی طرح ان کی یہ تصنیف بھی اس وصف میں امتیاز خاص رکھتی ہے، پوری کتاب مناظرہ اور احقاق حق کی رودادوں سے لبریز ہے، تاہم کہیں تہذیب اور مذاق سلیم کو حرف گیری کا موقع نہیں ملتا۔

سید سلیمان ندوی نے قاضی سلیمان صاحب کو یادرفتگان میں بھی خراج تحسین پیش کیا ہے، لکھتے ہیں:

قاضی محمد سلیمان منصور پوری...علم وعمل، زہد وکمال اور فضل وورع دونوں کے جامع تھے۔، ان کے قدیم وجدید دونوں خیالات اعتدال پر تھے۔، عربی زبان اور علوم دین کے مبصر تھے...بلند قامت، خوش رو، خوش لباس، وجیہہ، گھنی داڑھی، سپید صافہ باندھا کرتے تھے، ان کی مستقل تصانیف میں رحمۃ للعالمین، الجمال والکمال (تفسیر سورۃ یوسف) اور سفرنامہ حجاز یادگار ہیں. رحمۃ للعالمین ...اسلامی مدرسوں میں داخل ہوئی، کورسوں میں شامل ہوئی، لوگوں نے ذوق وشوق سے پڑھا، خدا رحمۃ للعالمین کے مصنف کو اپنی رحمت عالم سے نوازے۔

(یادرفتگان، کراچی 1983 صفحہ 107-106)

اوپر مذکور کتابوں کے علاوہ آپ نے درج ذیل کتب بھی تصنیف فرمائیں۔

سید البشر۔ معراج المومنین۔ برہان جس میں تورات وانجیل اور قرآنی تعلیم کا فرق بیان کر کے سیدنا حضرت عیسی، سیدنا حضرت موسی اور سیدنا محمد ﷺ کے مراتب کی توضیح کی گئی ہے۔ تبیان الاسلام اس کتاب میں مسلمانوں کے علمی وتمدنی واقتصادی مسائل اور اصلاح احوال کی تجاویز درج ذیل ہیں۔، انجیلوں میں خدا کا بیٹا۔ اس کتاب میں اصطلاح خدا کا بیٹا کی تحقیق پیش کی گئی ہے۔

اسماء الحسنی، اس میں اسماء الحسنی کی تشریح وتفصیل بیان ہوئی۔

البدر و البدور جس میں بدر اور اصحاب بدر کا ذکر ہے۔

اس کے علاوہ ان کی کتب میں استقامت بھی شامل ہیں۔

تحریک ختم نبوت کے حوالے سے ان کا شاہکار تصانیف غایت المرام اور تائید الاسلام ہیں۔ پہلی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب 1893ء میں شائع ہوئی اور یہ مسلمانوں کی طرف سے مرزا صاحب کی کتابوں توضیح مرام، فتح اسلام، اورازالہ اوہام کا جواب ہے، مرزا صاحب کو اس کے جواب کی توفیق تو نہ ہوسکی لیکن اس نے الہامی مار دینے کی ضرور کوشش فرمائی، جیسا کہ 5 اپریل 1893ء کو اسے ایک الہام ہوا۔ پشت برقبلہ مے کند نماز۔ مرزائیوں کے تذکرے کا مرتب لکھتا ہے کہ

یہ الہام مرزا صاحب کو قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری کے بارے میں ہوا تھا کہ وہ قبلہ کو پیٹھ دے کر نماز ادا کرتے ہیں۔ (تذکرہ صفحہ 768)

قاضی صاحب نے رد مرزائیت میں اپنی دوسری کتاب تائیدالاسلام 1898ء میں شائع فرمائی، مولانا ارشاد الحق صاحب اثری (فیصل آباد) اس کتاب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس میں حضرت قاضی صاحب قدس اللہ روحہ نے حضرت عیسیٰؑ کی علامات بیان کرتے ہوئے ببانگ دہل اس بات کا اعلان فرمایا کہ میں نہایت جزم سے بآواز بلند کہتا ہوں کہ حج بیت اللہ مرزا صاحب کے نصیب میں نہیں۔، میری اس پیش گوئی کو سب یاد رکھیں۔ (صفحہ 116 طبع دوم، تائیدالاسلام)

مرزا غلام احمد، حضرت قاضی سلیمان صاحب کی اس پیش گوئی کے بعد دس سال زندہ رہ کر 26 مئی 1908ء کو واصل جہنم ہوئے، مگر انہیں حج بیت اللہ نصیب نہ ہوسکا۔

(سوانح مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی، مرتبہ قاضی اسلم سیف ماموں کانجن 1994ء صفحہ 56-55)

قارئین اوپر کے اقتباس میں حضرت عیسی کی علامات جو ذکر ہوا ہے اس کی وضاحت کے لیے کتب حدیث سے رجوع کریں تو مندرجہ ذیل حدیث سامنے آتی ہے جو حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنی 1923ء میں لکھی جانے والی کتاب: شہادات مرزا، میں درج کر کے مرزائیوں پر حجت قائم فرمائی تھی، مولانا امرتسری نے حدیث کا ترجمہ یوں بیان فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسیح موعود فج الروحاء سے (جو مکہ اور مدینہ کے درمیان جگہ ہے) حج کا احرام باندھیں گے۔

یہ حدیث مبارکہ نقل فرمانے کے بعد مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت مسیح موعود کی تشریف آوری کے بعد ان کے حج کرنے اور ان کے احرام باندھنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لیے مقام کا تعین کرتی ہے، مرزا (غلام احمد) صاحب کی بابت تو بلا اختلاف مسلمہ ہے کہ وہ حج کو نہیں گئے، مقام معین سے احرام باندھنا تو کجا، حیرت ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب اور ان کی احمدی امت نے اور حدیثوں کے جوابات دینے پر تو توجہ کی، چاہے کسی قسم کی ہو، مگر اس حدیث کا نام بھی ان کی تحریرات میں ہم نہیں دیکھا، حالانکہ اخبار اہل حدیث (امرتسر ۵ شوال (یکم جون 1923ء) میں یہ حدیث نقل کر کے (مرزائیوں سے) جواب طلب کیا گیا تھا۔

(شہادات مرزا صفحہ 8 منقول از تصانیف فاتح قادیان ناشر عبدالعلیم یزدانی جھنگ 1988ء)۔

قارئین! مرزا غلام احمد صاحب نے قاضی سلیمان صاحب کی پیش گوئی کے جواب میں 14 جنوری 1906ء کو یہ الہامی دعوی فرمایا کہ: ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔

مگر مرزا صاحب قادیانی نہ تو حج پر جا سکے اور نہ ہی حرمین میں انہیں موت نصیب ہوئی اور جب وہ قاضی سلیمان صاحب منصور پوری کی پیش گوئی کے مطابق بغیر حج کیے پنجاب کے ایک شہر لاہور میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے تو مرزائیوں کے لیے مکہ یا مدینہ میں مرنے والے الہام کی تشریح ایک مصیبت بن گئی۔ تذکرے کا مرتب اس الہام کی وضاحت کرتے ہوئے واضح طور پر مصیبت کا شکار نظر آتا ہے۔، وہ لکھتا ہے:

اس (الہام) کے یہ معنی ہیں کہ قبل از موت مکی فتح نصیب ہوگی، جیسا کہ وہاں دشمنوں کو قہر کے ساتھ مغلوب کیا گیا تھا، اسی طرح یہاں بھی دشمن قہری نشانوں سے مغلوب کیے جائیں گے۔ دوسرے یہ معنی ہیں کہ قبل از موت مدنی فتح نصیب ہوگی۔ خود بخود لوگوں کے دل ہماری طرف مائل ہو جائیں گے۔ (تذکرہ چوتھا ایڈیشن، صفحہ 591)

قارئین مکے یا مدینے میں مرنے والے الہام کی یہ تشریح اسی طرح بے سروپا ہے جس طرح بکر و ثیّب والے اس الہام کی تشریح ہے جو مرزا غلام احمد صاحب کو 1881ء میں ہوا تھا اور جس کے متعلق خود انہوں نے 1897ء میں فرمایا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے یہ معنی ان (مولانا محمد حسین بٹالوی) کے، نیز ہر ایک کے آگے میں نے ظاہر کیے کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ وہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا، ایک بکر (کنواری) ہوگی اور دوسری بیوہ ۔چنانچہ یہ الہام جو بکر کے بارے میں تھا پورا ہوگیا اور اس وقت 1897ء میں) بفضلہٖ تعالیٰ چار پسر اس بیوی سے موجود ہیں اور بیوہ کے الہام کی انتظار ہے۔

(تریاق القلوب صفحہ 34 تذکرہ چوتھا ایڈیشن، ربوہ صفحہ 39)

ناظرین ۱۸۸۱ء میں جس بیوہ سے شادی کا الہام ہوا تھا اس نے پورے 27 سال تک (مرزا صاحب کی وفات ۱۹۰۸ء میں ہوئی)، مرزا صاحب کو انتظار میں رکھا، رخ روشن سے پردہ نہیں اٹھایا۔ محسوس یہ ہوتا ہے کہ وہ بیوہ سرد گرم چشیدہ تھی، اس نے دراصل شاعر کے محبوب کی طرف پانچویں دن ملاقات کا وعدہ کیا تھا:

مرے محبوب نے وعدہ کیا ہے پانچویں دن کا
کسی سے سن لیا ہوگا یہ دنیا چار دن کی ہے

قارئین! مرزا صاحب خود تو محبوب بیوہ کی بے وفائی کا صدمہ ساتھ لے کر دنیا سے اٹھ گئے لیکن قادیانیوں کے لیے مصیبت کھڑی کر گئے، ان سے بات بنتے نہیں بنتی، وضاحتیں کرتے ہیں لیکن خود انہیں بھی یقین ہے کہ ان کی وضاحتیں کوئی قبول نہیں کرے گا، اس لیے کہ نہ ان کا سر ہے نہ پیر۔ مرزا صاحب کو تو دو عورتوں سے شادی کا الہام ہوا تھا، ایک ان میں کنواری ہونا تھی اور دوسری بیوہ۔ کنواری یعنی دہلی کی نصرت بیگم سے تو شادی ہوگئی، بیوہ ان کے حبالہ عقد میں نہ آئی، اس پر قادیانی تذکرے کا مرتب لکھتا ہے:

خاکسار کی رائے میں یہ الہام الٰہی اپنے دونوں پہلوؤں سے حضرت ام المومنین (نصرت بیگم دہلی والی) کی ذات میں ہی پورا ہوا ہے، جو بکر یعنی کنواری آئیں اور ثیب یعنی بیوہ ہوگئیں۔

(تذکرہ صفحہ 39)

قارئین! یہ قادیانی امت اپنے نبی کے الہامات کو مرزا صاحب سے بھی زیادہ سمجھتی ہے۔ وہ تو دو عورتوں کا خواہش مند تھے، یہ کہتے ہیں بس ایک پر ہی گزارہ کرو۔ اب ایک اور دو کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔ اگر اس وضاحت کو تسلیم کر لیا جائے تو دنیا کا ہر وہ شخص جو اپنی بیوی سے پہلے مر جائے دو عورتوں کا شوہر کہلائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی ایک کنواری کا، (اپنی زندگی میں ایک کنواری سے شادی کر کے) اور ایک بیوہ کا (اپنی موت سے اس بیوی کو بیوہ بنا کر) یہ تو وہی بات ہے۔

بنے کیوں کر کہ ہے سب کار الٹا
ہم الٹے بات الٹی یار الٹا

قارئین: آج کی نشست کے اختتام پر ہم آپ کو بتاتے چلیں کہ پیر مہر علی شاہ صاحب نے بھی پیش گوئی کی تھی کہ مرزا صاحب مدینہ نہیں جائیں گے جیسا کہ لکھا ہے :

سیف چشتیائی میں حضرت قبلہ عالم (مہر علی شاہ صاحب) قدس سرہ نے ابن عساکر کی حدیث نزول ابن مریم روایت کردہ حضرت ابو ہریرہ درج فرما کر لکھا تھا کہ اسی حدیث کے آخر میں حاجا او معتمرا ولیقفن علی قبری و یسلمن علی ولاردن علیه ۔موجود ہے اور ہم پیش گوئی کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفا میں حاضر ہو کر سلام عرض کرنے اور جواب سلام سے مشرف ہونے کی نعمت قادیانی کو کبھی نصیب نہ ہوگی۔ (اس کے بعد مہر علی شاہ صاحب کا سوانح نگار لکھتا ہے) چنانچہ یہ پیش گوئی پوری ہوئی اور مرزا صاحب کو نہ تو حج نصیب ہوا، اور نہ مدینہ منورہ کی حاضری، جو اس حدیث کی رو سے حضرت مسیح ابن مریم یعنی مسیح موعود کے لیے ایک نہایت ضروری نشان ہے۔ (مہر منیر۔ فصل 5 صفحہ 251)

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کی یہ پیش گوئی سیف چشتیائی میں مذکور ہے جو 1902ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی تھی مولانا ارشاد الحق صاحب اثری قاضی سلیمان صاحب اور پیر مہر علی شاہ کی پیش گوئیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

قاضی صاحب کی پیش گوئی 1898ء کی ہے اور مہر علی شاہ صاحب کی پیش گوئی 1902ء کی ہے۔ والفضل للمتقدم۔ (سوانح مولانا محمد ابراہیم میر، ماموں کانجن، 1994 صفحہ 56)۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم۔ مئی۔ جون ۱۹۹۸ء ص ۱۷۔۱۹)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا اسماعیل علی گڑھی

(۳۰)

1889ء میں یعنی دعوی مسیحیت سے دو سال قبل مرزا غلام احمد صاحب اپنے مریدوں میر عباس علی لدھیانوی اور شیخ حامد علی کے ساتھ علی گڑھ تشریف لے گئے۔، ان کے دوران قیام مسلمانان علی گڑھ نے وہاں ان کی منظوری سے ان کی تقریر کا انتظام کیا۔ بعدازاں مرزا صاحب نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ انہیں الہام ہوا ہے کہ تقریر نہ کریں۔، علی گڑھ کے مسلمانوں نے بہت کوشش کی لیکن مرزا صاحب قادیانی انکار کے بعد پھر آمادہ نہ ہوئے۔، مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری مرحوم اس واقعہ کا تذکرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

> جب علی گڑھ میں مرزائی تقریر کے متعلق لوگوں کی تمام کوششیں بے سود ہوئیں تو مولوی اسماعیل صاحب علی گڑھی کے کسی ملاقاتی ڈاکٹر جمال الدین کے منہ سے نکل گیا کہ مرزا صاحب علمی قابلیت سے محروم ہیں اور اپنی عجز بیانی اور خوف امتحانی کی وجہ سے تقریر سے انکار کر دیا ہے۔ یہ سن کر مجدد (مرزا قادیانی) صاحب مارِ دم بریدہ کی طرح پیچ و تاب کھانے لگے اور اس کا غصہ مولوی اسماعیل صاحب کو ہدف بنا کر اتارا۔ (رئیس قادیان جلد اول صفحہ 169)۔

اس واقعہ کے دو سال بعد یعنی 1891ء میں مرزا صاحب قادیانی نے فتح اسلام نامی اپنی وہ کتاب شائع فرمائی جس میں انہوں نے پہلی مرتبہ دعوی مسیحیت عوام کے سامنے پیش کیا۔ اس کتاب میں مرزا صاحب نے اپنے سفر علی گڑھ کا واقعہ بیان فرمایا اور وہاں مولانا اسماعیل علی گڑھی کے بالمقابل پیش آنے والے حالات کا ذکر کیا۔ مولانا اسماعیل صاحب نے اس کتاب کا جواب شائع فرما کر تحریک ختم نبوت کے سابقون الاولون

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں اپنا نام درج کروالیا۔آج کی نشست میں ہم آپ کے سامنے مولانا محمد اسماعیل علی گڈھی کے حالات اور ان کی خدمات تحریک پیش کریں گے،لیکن سب سے پہلے سفر علی گڑھ کا واقعہ مرزا صاحب قادیانی کی زبانی سن لیجیے۔وہ لکھتے ہیں:

ایک دفعہ مجھے علی گڑھ جانے کا اتفاق ہوا اور مرض ضعف دماغ کی وجہ سے جس کا قادیان میں کچھ مدت پہلے دورہ ہو چکا تھا میں اس لائق نہیں تھا کہ زیادہ گفتگو یا اور کوئی دماغی محنت کا کام کرسکتا۔اور ابھی میری یہی حالت ہے کہ میں زیادہ بات کرنی یا حد سے زیادہ فکر اور خوض کی طاقت نہیں رکھتا۔، اس حالت میں علی گڑھ کے ایک مولوی صاحب محمد اسماعیل نام مجھ سے ملے اور انہوں نے نہایت انکساری سے وعظ کے لیے درخواست کی اور کہا کہ لوگ مدت سے آپ کے شائق ہیں۔بہتر ہے کہ سب لوگ ایک مکان میں جمع ہوں اور آپ کچھ وعظ فرما دیں۔، چونکہ مجھے ہمیشہ سے یہی عشق اور یہی خواہش ہے کہ حق باتوں کو لوگوں پر ظاہر کروں، اس لیے میں نے اس درخواست کو بشوق دل قبول کیا اور چاہا کہ لوگوں کو عام مجمع میں اسلام کی حقیقت بیان کروں کہ اسلام کیا چیز ہے اور اب لوگ اس کو کیا سمجھ رہے ہیں، اور مولوی صاحب کو کہا بھی گیا کہ ان شاء اللہ اسلام کی حقیقت بیان کی جائے گی۔،لیکن بعد اس کے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے روکا گیا۔، مجھے یقین ہے کہ چونکہ میری صحت کی حالت اچھی نہیں تھی اس لیے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ زیادہ مغز خواری کر کے کسی جسمانی بلا میں پڑوں، اس لیے اس نے وعظ کرنے سے مجھے روک دیا...مولوی صاحب کی خدمت میں عذر کر دیا گیا اور یہ عذر واقعی سچا تھا مگر افسوس کہ باوجودیکہ ہر مومن حسن ظن کے لیے مامور ہے، مولوی صاحب نے میرے اس عذر کو نیک ظنی سے دل میں جگہ نہیں دی، بلکہ غائت درجہ کی بدگمانی کر کے دروغ گوئی پر حمل کیا۔، چنانچہ ان کی ساری وہ تقریر جس کو ایک ڈاکٹر جمال الدین نام ان کے دوست نے ان کی اجازت سے تحریر کر کے لوگوں میں پھیلایا...

(اور کہا کہ مرزا نے) بہ سبب عجز بیانی وخوف امتحانی (تقریر سے) انکار کر دیا ہے..(مرزا صاحب پوچھتے ہیں) کیا یہ ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے کسی ملہم بندہ کو کسی مصلحت کی وجہ سے ایک کام کرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے روک دے۔ اور شائد اس کا دوسرا سبب یہ بھی ہوگا کہ تا آپ کی اندرونی خاصیتوں کا امتحان ہو جائے۔ اور جو لوگ آپ کے ہم رنگ اور آپ کے ہم ظرف ہیں ان کے مواد خبیثہ بھی اس تقریب سے باہر نکل آویں۔، رہی یہ بات کہ آپ کی عالمانہ عظمت اور ہیبت سے میں ڈر گیا ہوں، تو اس کے جواب میں آپ یقیناً سمجھیں کہ جو لوگ تاریکی اور نفسانی ظلمتوں میں مبتلا ہیں اگر وہ دنیا کے تمام فلسفہ اور طبعی کے جامع بھی ہوں تب بھی میری نگاہ میں ایک مرے ہوئے کیڑے سے ان کی زیادہ وقعت نہیں، مگر آپ اس مرتبہ علم کے آدمی بھی نہیں، صرف پرانے خیال کے ایک خشک ملا ہیں اور وہی کمینگی جو تاریک خیال ملاؤں میں ہوا کرتی ہے، آپ کے اندر موجود ہے۔ اور آپکو یاد رہے کہ اکثر میرے پاس محقق اور جامع فنون اور معلومات وسیع رکھنے والے آتے اور اسرار و معارف سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں، اگر میں ان کے مقابل پر آپ کو طفل مکتب بھی کہوں تو اس قدر کلمہ سے بھی آپ کو وہ عزت دوں گا جس کے آپ مستحق نہیں۔

(فتح اسلام مولفہ مرزا غلام احمد صفحہ 19-20 منقول از روحانی خزائن جلد 3)

قارئین! معلوم ہوتا ہے کہ تقریر کا وعدہ کر کے مکر جانیکے علاوہ مرزا صاحب بعض دیگر وجوہ سے بھی علی گڑھ میں موضوع تنقید بنے تھے، ان میں ایک وجہ وہاں دوران قیام مساجد میں بغرض قیام صلوۃ حاضری میں سستی کے متعلق تھی، اس کے بارے میں مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

یہ عاجز صرف چند روز تک مسافرانہ طور پر علی گڑھ میں ٹھہرا تھا... میں اس سے بھی انکار نہیں کر سکتا کہ میں نے ان چند دنوں میں مسجدوں میں حاضر ہونے کا بکلی التزام نہیں کیا، مگر باوجود اپنی علالت طبع اور سفر کی حالت کے بکلی ترک بھی نہیں کیا، چنانچہ مولوی (اسماعیل) صاحب کو معلوم ہوگا کہ ان کے پیچھے بھی جمعہ کی نماز پڑھی تھی جس کے ادا ہو جانے میں اب مجھے شک ہے۔، یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ میں ہمیشہ اپنے سفر کے دنوں میں مسجدوں میں حاضر ہونے سے کراہت ہی کرتا ہوں، مگر معاذ اللہ اس کی وجہ کسل یا استخفاف احکام الٰہی نہیں بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں ہمارے ملک میں اکثر مساجد کا حال نہایت ابتر اور قابل افسوس ہو رہا ہے، اگر ان مسجدوں میں جا کر آپ امامت کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ارادہ کیا جائے تو وہ جو امامت کا منصب رکھتے ہیں، از بس ناراض اور نیلے پیلے ہو جاتے ہیں اور اگر ان کا اقتداء کیا جائے تو نماز کے ادا ہو جانے میں مجھے شبہ ہے۔ کیونکہ علانیہ طور پر ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے امامت کا ایک پیشہ اختیار کر رکھا ہے اور وہ پانچ وقت جا کر نماز نہیں پڑھتے بلکہ ایک دکان ہے کہ ان وقتوں میں جا کر کھولتے ہیں...پس یہ امامت نہیں یہ حرام خوری کا ایک مکروہ طریقہ ہے...مساجد میں منافقین کا جمع ہونا جو احادیث نبویہ میں آخری زمانہ کے حالات میں بیان کیا گیا ہے وہ پیش گوئی انہیں ملا صاحبوں کے متعلق ہے جو محراب میں کھڑے ہو کر زبان سے قرآن شریف پڑھتے اور دل میں روٹیاں گنتے ہیں۔

(روحانی خزائن جلد 3 فتح الاسلام صفحہ 25-26)۔

قارئین! مرزا صاحب نے کہا کہ وہ حالت سفر میں مساجد میں جانے سے اس لیے کراہت کرتے ہیں کہ مساجد کے ائمہ نے امامت کو ذریعہ معاش بنا رکھا ہے اور وہ نماز کے دوران روٹیاں گنتے ہیں۔ مرزا صاحب علماء کو اس طرح بنظر حقارت دیکھا کرتے تھے، مولانا ثناء اللہ امرتسری کو بھی انہوں نے ایسا ہی طعنہ دیا تھا کہ ان کا ذریعہ روزگار مردوں کا کفن دفن ہے۔، مولانا نے چیلنج کیا تو مرزا صاحب بھیگی بلی بن گئے تھے اور بذریعہ اشتہار انہیں تھوکا ہوا چاٹنا پڑا اور لکھا:

چونکہ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ کفن وغیرہ کی آمدنی جو اس ملک میں اکثر ملاؤں کو ہوا کرتی ہے کبھی ان کو اس سے تعلق نہیں ہوا، اور وہ اپنی تجارت سے گزارا کرتے ہیں، اس لیے ہمیں ان کی ان ذاتیات سے بحث نہیں اور ہم قبول کرتے ہیں کہ ایسا ہی ہوگا۔، یہ قول محض اس بنا پر تھا کہ ہمارے ملک میں اکثر ملا ایسے پائے جاتے ہیں کہ مسجد سے تعلق رکھتے اور پیشہ غسل اموات و جنازہ رکھتے ہیں اور اس کی آمدنی لیتے ہیں، اب جبکہ وہ ظاہر کرتے ہیں کہ میں ان میں سے نہیں ہوں سو ہم اپنی اس قدر تحریر کے اس اشتہار سے اصلاح کر دیتے ہیں اور درحقیقت ہماری مرضی اول سے الزام نہیں ہے کیونکہ صدہا ملا اس ملک میں ایسے پائے جاتے ہیں کہ یہ خدمت غسل اموات و جنازہ اپنے ذمہ لے لیتے ہیں، ان کو بھی ہم برا نہیں کہتے کہ قدیم سے یہ کام چلا آتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، کوئی ان کو برا نہیں کہہ سکتا، وہ سب اپنی اپنی جگہ پر عزت رکھتے ہیں۔

(المشتہر مرزا غلام احمد از قادیان ۲۰ دسمبر ۱۹۰۲ء۔ منقول از مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 482)

مرزا صاحب معاش سے متعلق اعتراضات تو دوسروں پر کرتے ہیں لیکن خود انہیں ہر طرف پیسہ ہی پیسہ نظر آتا تھا۔ معاش ان کے سر پر ہمیشہ سوار رہتی تھی۔ ان کے الہامات کا ایک کثیر حصہ روپے کی آمد سے متعلق ہے۔ اور ان کے اشتہارات و خط و کتابت کا معتد بہ حصہ چندہ مانگنے سے تعلق رکھتا ہے۔ مولانا علی گڑھی ایک خاندانی رئیس آدمی تھے۔ امامت ان کا ذریعہ معاش نہ تھی۔ ایسے شخص کو روٹیاں گننے والوں میں شمار کرنا ویسی ہی بدگمانی ہے جس کے متعلق خود مرزا صاحب نے اسی تحریر میں کہا ہے کہ سخت ممنوعات شرعیہ میں سے ہے اور نیک سرشت آدمیوں کا کام نہیں ہے۔، وہ الہام ہونیکا بہانہ بنا کر علی گڑھ سے بغیر تقریر کیے چلے آئے، تاہم انہیں بخوبی معلوم تھا کہ اس کے اثرات زائل ہونا مشکل ہے، اسی لیے علی گڑھ سے واپسی کے دو سال بعد لکھی جانے والی اس کتاب فتح الاسلام میں اپنی گلی میں کھڑے ہو کر مولانا کو یوں للکارتے ہیں:

> اب بھی اگر آپ کی قوت واہمہ فرو ہونے میں نہ آوے اور بدظنی کے جذبات کم نہ ہوں تو پھر خدا تعالیٰ کی مدد اور رحمت سے آپ کے مقابل پر تقریر کرنے کو بھی حاضر ہوں، میں بباعث بیماری اب کوئی سفر دور دراز تو نہیں کر سکتا لیکن اگر آپ راضی ہوں تو اپنے کرایہ سے لاہور جیسے پنجاب کے صدر مقام میں آپ کو اس کام اور اس امتحان کے لیے تکلیف دے سکتا ہوں اور یہ عہد پختہ عزم سے کرتا ہوں اور آپ کا جواب کا منتظر ہوں۔ (فتح الاسلام صفحہ 20-21)۔

مرزا صاحب نے 1889ء میں تقریر کا وعدہ کیا تھا تو اعلان اور تیاری ہوئی تھی پھر بقول ان کے انہیں الہامی طور پر منع کر دیا گیا، اب مرزا صاحب کس بل بوتے پر چیلنج کر رہے ہیں اور پختہ عزم کا اظہار کر رہے ہیں۔، ان کے پاس کیا گارنٹی تھی کہ ان کا الہام کنندہ پھر انہیں منع نہیں کر دے گا؟

مقام تقریر لاہور تجویز کیا گیا کہ وہ دور دراز کا سفر نہیں کر سکتے، یہ بھی خوب رہی، حالانکہ اس کتاب کی اشاعت کے بعد انہوں نے کم از کم دو سفر تو دہلی کے کیے (ایک اکتوبر 1891ء اور دوسرا 1905ء میں) ایک سفر انہوں نے ملتان کا کیا اور ایک سفر جہلم کا۔، دہلی، ملتان اور جہلم، قادیان کے قرب و جوار میں نہیں بلکہ دور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دراز واقع تھے، اگر مرزا صاحب وہاں جاسکتے تھے تو علی گڑھ جانے میں کیا مانع تھا؟

قارئین! مرزا صاحب کے سفر علی گڑھ کا واقعہ ان کے صاحبزادے مرزا بشر احمد نے بھی بیان کیا ہے، آپ یہ روایت بھی ملاحظہ فرمالیجیے، مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں:

بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ لدھیانہ میں پہلی دفعہ بیعت لے کر یعنی ابتداء 1889ء میں حضرت (مرزا) صاحب علی گڑھ تشریف لے گئے تھے، میں اور میر عباس علی اور شیخ حامد علی ساتھ تھے۔ حضرت صاحب، سید تفضّل حسین صاحب تحصیل دار کے مکان پر ٹھہرے... علی گڑھ میں لوگوں نے حضرت صاحب سے عرض کر کے حضور کے ایک لیکچر کا انتظام کیا تھا اور حضور نے منظور کرلیا تھا۔ جب اشتہار ہو گیا اور سب تیاری ہوگئی اور لیکچر کا وقت قریب آیا تو حضرت صاحب نے تفضّل حسین صاحب سے فرمایا کہ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا ہے کہ میں لیکچر نہ دوں۔ اس لیے اب میں لیکچر نہیں دوں گا۔، انہوں نے کہا اب تو سب کچھ ہو چکا ہے، لوگوں میں بڑی ہتک ہوگی۔، حضرت (مرزا) صاحب نے فرمایا خواہ کچھ ہو، ہم خدا کے حکم کے مطابق کریں گے۔، پھر اور لوگوں نے بھی حضرت صاحب سے بڑے اصرار سے عرض کیا، مگر حضرت صاحب نے نہ مانا اور فرمایا یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ میں خدا کے حکم کو چھوڑ دوں۔ اس کے حکم کے مقابل میں کسی ذلت کی پرواہ نہیں کرتا۔، غرض حضرت صاحب نے لیکچر نہیں دیا، اور قریباً سات دن وہاں ٹھہر کر واپس لدھیانہ تشریف لے آئے۔ (سیرۃ المھدی از مرزا بشیر احمد، حصہ اول 79-78)

صاحبزادے نے پورے واقعہ میں مرزا صاحب کے اس دورہ مرض کا ذکر نہیں کیا جس کا مرزا صاحب نے رونا روتے ہوئے تقریر نہ کرنے کے الہام کے پس منظر کے طور پر ذکر کیا تھا۔، لگتا ہے کہ وہ یہ بہانہ حسب ضرورت استعمال کر لیتے تھے، مولانا محمد حسین بٹالوی کے مدمقابل خط و کتابت کا سلسلہ منقطع کرنے کے لیے بھی اسے استعمال کیا گیا تھا۔ (دیکھئے قسط نمبر 1 مضمون ہذا)۔ جہاں تک الہام کا معاملہ ہے نہ خود مرزا صاحب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے، اور نہ ہی ان کے صاحبزادے نے وہ الفاظ بیان یا نقل کیے ہیں جو تقریر سے روکنے کے لیے الہام ہوئے تھے۔ اگر الہام ہوا تھا تو وہ دونوں میں سے کسی نے نقل کیوں نہیں کیا؟ اس وضاحت کو ہم دور حاضر کے قادیانیوں کے لیے چھوڑتے ہوئے مولانا اسماعیل کی خدمات تحریک کی جانب بڑھتے ہیں۔

قارئین! مولانا اسماعیل علی گڑھی نے مرزا صاحب کی کتاب فتح اسلام کا جواب بھی لکھا (جس کا ذکر آگے آئے گا) اور اس فتوی تکفیر پر دستخط بھی فرمائے جو مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرتب کر کے سید نذیر حسین محدث دہلوی کے دستخطوں سے مزین کروا کر علمائے اسلام کے اتفاق سے جاری کیا تھا، اس فتوی میں مولانا اسماعیل نے لکھا:

> چونکہ یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ قادیانی وجود ملائکہ کا جو آنحضرت ﷺ نے بیان کیا ہے، منکر ہے، اور نزول جبریل کا منکر ہے اور اس امر کا قائل ہے کہ ملائکہ ستاروں کی ارواح اور نفوس فلکیہ ہیں اور وہ قائل ہے کہ حضرت عیسی کا اپنے جسم سے آسمان پر جانا اور نازل ہونا محال ہے اور وہ قائل ہے کہ ختم نبوت سے نئی شریعت والی نبوت کا ختم ہونا مراد ہے، نہ مطلق نبوت کا ختم ہونا، اور وہ قائل ہے کہ جس مسیح کے آنے کا شریعت محمدیہ میں وعدہ دیا گیا ہے اس سے (مراد) عیسی بن مریم نہیں جو فوت ہو چکا ہے، بلکہ اسکا مثیل قادیانی مراد ہے جس کو خدا نے قادیان میں اتارا ہے اور قائل ہے کہ دجال سے اس کے منکر مراد ہیں اور قائل ہے کہ قرآن وحدیث ظاہر معانی سے بھرا ہوا ہے اور خدا تعالیٰ اپنی مراد کو ہمیشہ استعاروں میں بیان کرتا ہے، ایسے ہی اور خرافات باطلہ اس سے ثابت ہو چکے ہیں، لہذا میرے نزدیک اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے، وہ کافر ہے، بدکردار، شریعت محمدیہ کا مخالف، اس کو باطل کرنا چاہتا ہے، خدا اس کا منہ کالا کرے۔ (علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتوی، مرتبہ مولانا محمد حسین بٹالوی دار الدعوۃ السّلفیہ، لاھور 1986ء صفحہ 93)

اس فتوی تکفیر کے علاوہ مولانا اسماعیل نے مرزا قادیانی کی کتاب فتح اسلام کا جواب اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح کے عنوان سے رقم فرما کر 1892ء میں شائع فرمایا۔ مولانا اسماعیل علی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گڈھی 1894ء میں فوت ہو گئے اور ان کی زندگی میں مرزا غلام احمد صاحب اعلاء الحق الصریح کے بارے میں خاموشی اختیار کیے رہے۔ جب ان کی وفات ہوگئی تو مرزا غلام احمد صاحب نے کہنا شروع کر دیا کہ اس کتاب میں مولانا اسماعیل علی گڈھی نے ان سے یک طرفہ مباہلہ کیا تھا اور چونکہ وہ جھوٹے تھے اس لیے یک طرفہ مباہلہ کرنے کے بعد میری زندگی میں مر گئے۔ اس بات کا جواب مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم نے دیا تھا، ہم بطور تبرک مولانا امرتسری کی تحریر نذر قارئین کرتے ہیں جو درج ذیل ہے:

مرزا صاحب نے جو (بقول اتباع خود) اپنا علم کلام ایجاد کیا تھا، اس میں ایک طریق استدلال یہ تھا کہ کوئی مخالف مرجاتا تو فوراً آپ اس کی بابت لکھ دیتے کہ اس نے کہا تھا کہ ہم میں سے جھوٹا مرجائے گا، چناچہ وہ مرگیا، اس لیے وہ جھوٹا تھا اور میں سچا ہوں۔، چاہے متوفی کو یہ مضمون خواب میں بھی نہ سوجھا ہو۔ ہمارے پاس اس کی مثالیں بکثرت ہیں۔، پیغام صلح (لاہوری مرزائیوں کا رسالہ) لاہور نے مولانا اسماعیل علی گڑھی مرحوم کا ذکر کیا ہے، اس لیے آج ہم اس مثال پر بحث کرتے ہیں۔

مولانا (اسماعیل) مرحوم جماعت اہل حدیث میں بڑے ذی اقتدار عالم اور رئیس تھے۔ مرزا صاحب قادیانی نے 1308ء (1891ء) میں دعوی مسیحیت کیا تو مرحوم نے فوراً 1309ھ (1892ء) میں ان کی تردید میں ایک رسالہ لکھا، جس کا نام ہے اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح۔ اس کتاب کا جواب مرزا صاحب کی طرف سے ہم نے نہیں دیکھا، مرحوم (مولانا اسماعیل علی گڑھی) شوال 1311ھ مطابق مئی 1894ء میں فوت ہو گئے، رحمہ اللہ۔ یعنی کتاب کی اشاعت کے دو سال بعد... ناظرین! یہ تمہیدی نوٹ یاد رکھیں اور آگے چلیں۔

مرزا صاحب نے اپنے جدید علم کلام سے (دوسرے لفظوں میں جس کا معزز لقب افترا پردازی ہے) جھٹ لکھ دیا، مولوی اسماعیل نے صفائی سے خدا تعالیٰ کے روبرو یہ درخواست کی کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ مرجائے۔ سو خدا نے اس کو بھی اس جہان سے جلد تر رخصت کر دیا۔ ان وفات یافتہ مولویوں کا ایسی دعاؤں کے بعد مرجانا، خدا ترس مسلمانوں کے لیے کافی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(اشتہار انعامی پانچ سو روپیہ صفحہ 7)

مضمون صاف ہے ہم نے مرزا صاحب کی زندگی ہی میں یہ سوال اٹھایا تھا کہ مولوی اسماعیل صاحب کی عبارت کا حوالہ بتائیں (جہاں انہوں نے خدا سے درج بالا درخواست کی ہو)۔ مرزا صاحب نے اس کا ثبوت نہ دیا، ہم نے سمجھا کہ یہ سب کرشمے قادیانی جدید علم کلام کے ہیں، جس کے موجد مرزا صاحب ہیں۔

حال ہی میں (یعنی 1942ء میں) کسی معترض نے مولانا علی گڑھی کی بابت یہ سوال اٹھایا تو پیغام صلح لاہور نے اپنے پیشوا اور اپنے مجدد سلطان القلم کی حمایت میں جو لکھا وہ کذب بیانی میں اصل سے بھی بدرجہا ترقی پذیر ہے، چنانچہ پیغام صلح لاہور کا نامہ نگار لکھتا ہے:

رہا مولوی محمد اسماعیل علی گڑھی کا معاملہ، یہ صرف آپ جیسے مولویوں کی بددیانتی اور ناخدا ترسی کا نتیجہ ہے کہ ان کی کتاب کے وہ الفاظ اور وہ بددعا جو ان کی موت کا باعث ہوئی، آج ہمارے سامنے نہیں، کیونکہ کتاب ابھی زیر طبع تھی کہ مولوی اسماعیل مر گیا اور حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا ثبوت اپنے پیچھے چھوڑ گیا۔ اس کی موت کے بعد مولویوں نے اس خیال سے کہ وہ الفاظ حضرت مرزا صاحب کی صداقت کے لیے ایک زبردست گواہ کا کام دیں گے، انہیں کتاب سے نکال دیا۔ اصل کتاب کو ایک احمدی مولوی عبداللہ سنوری نے دیکھا تھا جن کی شہادت کی بنا پر حضرت مرزا صاحب نے حقیقت الوحی میں لکھا کہ مولوی محمد اسماعیل نے اپنے ایک رسالہ میں میری موت کے لیے بددعا کی تھی۔، پھر بعد اس بددعا کے جلد مر گیا اور اس کی بددعا اسی پر پڑ گئی۔، اگر یہ صحیح نہیں تو چاہیے تھا کہ مرزا صاحب کی زندگی میں آپ پر اعتراض کیا جاتا، لیکن اس وقت تمام آپ جیسے معترضین کو سانپ سونگھ گیا، اب آپ کی وفات کے پچیس تیس سال بعد اس کو جھوٹ قرار دینا اپنے جھوٹا ہونے کی شہادت دینا ہے۔ (پیغام صلح 3 ستمبر 1942ء صفحہ 9)

(مولانا ثناء اللہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں) ہم نے حکماء کا یہ مقولہ نہ سنا ہوتا کہ ایک جھوٹ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ثابت کرنے کے لیے کئی جھوٹوں کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے تو بھی وہ جھوٹ ثابت نہیں ہوتا، تو ہمیں اس مضمون نگار کی بدگوئی اور کذب بیانی پر تعجب ہوتا، مگر اس قسم کی باتیں ہمارے کانوں میں نئی داخل نہیں ہوئیں بلکہ ہم نے اخلاق نویس استادوں سے سنا ہوا ہے:

چو حجت نماند جفائے جوئے را
یہ پیکار کردن کشد روئے را

کوئی قادیانی مسیح کے حواریوں سے پوچھے کہ تمہارے اس بیان کا ثبوت کچھ ہے جس کو تم نے بددیانت مولویوں کی طرف منسوب کر کے اپنی اور اپنے قافلہ سالار کی غلط بیانی کو مٹانا چاہا، او ظالمو! کب تک نادانوں کی آنکھوں میں خاک ڈالو گے، یہ کتنا جھوٹ ہے جو تم نے لکھا ہے کہ کتاب ابھی زیر طبع تھی کہ مولوی اسماعیل مر گیا۔، او عقلمندو! کیا تم سمجھتے ہو کہ مرحوم کی کتاب نایاب ہوگئی ہے۔، سنو دفتر اہل حدیث (امرتسر) میں بچشم خود دیکھ لو، اس پر سنہ طباعت 1309ھ (1892ء) لکھا ہے اور مرحوم (مولانا اسماعیل علی گڑھی) کی تاریخ وفات کا ثبوت درکار ہو تو مرحوم کے صاحبزادہ کی تحریر دیکھ لو یعنی دو سال بعد وفات ہوئی۔، علاوہ اس کے مولانا مرحوم کوئی معمولی آدمی نہ تھے، علی گڑھ میں عالمانہ اور رئیسانہ حیثیت رکھتے تھے، اب بھی آپ لوگ علی گڑھ میں جا کر موتی مسجد کے متولی خاندان سے مرحوم کی تاریخ وفات معلوم کر سکتے ہو۔، مگر اس تحقیق کے بعد یہ ظاہر کرنا ہوگا کہ مرزا صاحب نے غلط لکھا ہے، ہاں 1309ھ سے پہلے کی کوئی مطبوعہ کتاب ان کی ہو تو پیش کرو۔، مگر یاد رہے کہ مرزا صاحب نے 1308ھ میں دعوی کیا، دعوی سے پہلے تردیدی کتاب شائع نہیں ہو سکتی۔

(منقول از اخبار اہل حدیث امرتسر 18 ستمبر 1942 صفحہ 4-5)

مولانا ثناء اللہ امرتسری کی اس تحریر کا جواب قادیانی حضرات نہیں دے سکے، دے بھی کیا سکتے ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا اسماعیل کی کوئی کتاب ہی ایسی موجود نہیں جس کی اشاعت اول ان کی وفات کے بعد ہوئی ہو۔ کوئی مسودہ ایسا دنیا میں موجود نہیں جس میں وہ الفاظ موجود ہوں جن کا ذکر مرزا صاحب نے بسلسلہ یک طرفہ مباہلہ کیا ہے۔ اور خواجے کے جس گواہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے وہ عبارت مولانا اسماعیل علی گڑھی کے مسودے میں دیکھی تھی، ان کے حافظے کا یہ حال ہے کہ انہیں یہ بھی یاد نہیں تھا کہ مرزا غلام احمد اور اس نے علی گڑھ کا سفر کب کیا تھا؟ جیسا کہ مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں:

> خاکسار عرض کرتا ہے کہ میاں عبداللہ صاحب نے جب پہلے پہل یہ روایت بیان کی تو یہ بیان کیا کہ یہ سفر حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب نے 1884ء میں کیا تھا، خاکسار نے والدہ صاحبہ سے عرض کیا تو انہوں نے اس کی تردید کیا ور کہا یہ سفر میاں (حضرت خلیفہ المسیح الثانی) کی پیدائش (12 جنوری 1889ء) بلکہ ابتدائی بیعت کے بعد ہوا تھا۔ جب میں نے والدہ صاحبہ کی یہ روایت میاں عبداللہ صاحب کے پاس بیان کی تو انہوں نے پہلے تو اپنے خیال کی صحت پر اصرار کیا لیکن آخر ان کو یاد آ گیا کہ یہی درست ہے۔ (سیرۃ المھدی حصہ اول صفحہ 79)

کتاب اعلاء الحق الصریح مرزا صاحب کے دعوی مسیحیت کے بعد ہی لکھی گئی تھی، یہ دعوی 1891ء کی بات ہے، کتاب 1892ء میں شائع ہوئی 1891ء یا 1892ء میں میاں عبداللہ سنوری کے ایسے سفر علی گڑھ کا ثبوت تا حال قادیانیت کے ذمے ہے جس میں اسے قبل اشاعت مولانا علی گڑھی کے پاس علی گڑھ میں کتاب کا مسودہ دیکھنے کا موقع ملا ہو۔ یہ ثبوت ہوگا تو اس موضوع پر مزید بات ہوگی۔ انشاء اللہ۔

قارئین! آج کی نشست میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مولانا اسماعیل نہ صرف تحریک ختم نبوت کے سابقون الاولون میں سے ہیں بلکہ ان کا مرزا صاحب سے پنجہ آزمائی کا معاملہ 1889ء یعنی دعوی مسیحیت سے دو سال قبل ہی شروع ہو گیا تھا۔ انہیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے مرزا صاحب کو علی گڑھ سے خوار کر کے نکالا اور قادیانی ابھی تک وہ الہام بھی منظر عام پر نہیں لا سکے جس میں مرزا صاحب کو علی گڑھ میں تقریر کرنے سے منع کیا گیا ہو۔ مولانا کی کتاب اعلاء الحق کا جواب مرزا صاحب قرض لے کر اس دنیا سے چل بسے اور آج

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تک ان کی امت بھی اسکا جواب نہیں لکھ سکی ہے۔ پھر مولانا اسماعیل علی گڑھی ایسی شخصیت ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مرزا غلام احمد کے کذاب ہونے کا ایک ثبوت دنیا کے سامنے پیش کیا ہے کہ نہ کوئی ایسی کتاب موجود ہے، نہ کوئی ایسا غیر مطبوعہ مسودہ موجود ہے جس میں مولانا نے بقول مرزا غلام احمد یک طرفہ مباہلہ کیا ہو۔ مرزا صاحب نے یہ سفید جھوٹ گھڑا تھا اور مرزائیت اس کی وضاحت نہیں کر سکتی۔

آخر میں آج ہم ان مولانا اسماعیل کے کچھ حالات زندگی تراجم علمائے حدیث ہند سے آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔، صاحب تراجم نے لکھا ہے کہ

علی گڑھ میں ایک بزرگ بنام مولانا شاہ عبدالجلیل شہیدؒ کا بر علماء سے تھے جو علوم ظاہر کے ساتھ فیوض باطن سے بھی متمتع تھے، معقولات میں مولانا بزرگ علی مارہروی کے شاگرد اور حدیث وفقہ میں مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی سے مستفیض تھے۔، خلافت حضرت سید احمد بریلوی نے عطا فرمائی تھی۔ جامع مسجد علی گڑھ کی امامت تفویض تھی کہ اس وقت کے معیار کے مطابق یہ سب سے بڑا منصب تھا۔ ان مولانا شاہ عبدالجلیل کو 1857ء کی جنگ آزادی کی علم برداری نصیب ہوئی۔ میدان دغا میں اترے۔ جہاد کیا، یہ جنگ سونپال کے باغ (جو پختہ سڑک آگرہ کو گئی ہے) پر ہوئی جس میں فائز بہ شہادت ہوئے۔ مسلمانان علی گڑھ نے آپ کی نعش مبارک آپ کے دوسرے ہمراہوں کی لاشوں کے ساتھ جامع مسجد میں دفن کی، سال شہادت 1273ھ ہے۔ ہمارے مولانا محمد اسماعیل آپ کے خلف الصدق ہیں جن کا سن ولادت 1264ھ ہے۔ ایسے جلیل القدر باپ کے فرزند اس پر دینی وجاہت کے موقر، دولت علم سے مالا مال، آپ نے قرآن مجید بچپن ہی میں حفظ کر لیا، فارسی اپنے والد شاہ صاحب سے پڑھی تھی کہ 1857ء کا ہنگامہ برپا ہوا، جس میں شاہ (عبدالجلیل) صاحب نے جام شہادت پی لیا، آپ مع والدہ اور بھائیوں کے تین برس تک چھپے پھرے، یہ گردش اس وقت سکون میں آئی جب معافی عام کا اعلان ہو گیا، مگر اس وقت تک آپ کے جملہ مکانات مسکونہ و دیگر املاک نیلام ہو چکی تھی، جس کے بعد مادی زندگی کا سہارا صرف ریاست

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چھتاری کا وظیفہ تھا مگر اتنا کافی تھا کہ جس کے پس انداز سے نیلام شدہ مکانات نئے مالکوں سے از سر نو خرید لیے گئے۔ عزت علی خاں صاحب نے نیلام خرید کر کے مولوی محمد اسماعیل صاحب کو بذریعہ بیع واپس کر دیا...

شہر کی جامع مسجد کی امامت آپ ہی کو تفویض تھی اور ابھی تک دستور قدیم کے مطابق علی طریق الاحناف نماز بھی پڑھاتے تھے کہ بریلی کے ایک بزرگ حافظ ظہور صاحب نے جامع مسجد کی ایک جہری نماز میں آمین بالجہر کہہ ڈالی، جس سے تمام مقتدی چراغ پا ہونے لگے۔ مولوی صاحب نے ہر چند سمجھایا کہ اگر واقعی تمہاری غرض اس (آمین) کے روکنے کی ہے تو معاملہ کو طول نہ دو، مگر کچھ اثر نہ ہوا، آخر گھر گھر آمین کے چرچے ہونے لگے۔ اس عرصہ میں ملا خدا بخش، حاجی وزیر محمد اور حافظ محمد تقی چند اشخاص کی معیت میں مولوی (اسماعیل) صاحب کی خدمت میں استفتا آمین بالجہر لیکر حاضر ہوئے جس پر آپ نے بلا تامل صاد کر دیا۔ اب شہر کی اکثر مسجدوں میں یہ سنت جاری ہوگئی۔ مگر ادھر مخالفین کا دباؤ بھی بڑھتا گیا، تا آنکہ مولوی لطف اللہ مرحوم (حنفی عالم) نے تحریری مقابلہ شروع کر دیا، جس میں جواب الجواب تک نوبت پہنچی۔ اس کے بعد حریفوں نے کلکٹر ضلع کو شاہ عبدالجلیل کے جرم شہادت پر توجہ دلاتے ہوئے ان کے صاحبزادے (مولانا اسماعیل) کے خلاف بھڑکایا مگر اس میں بھی پوری ناکامی ہوئی۔ اس وقت تک مولوی (اسماعیل) صاحب بالکل کھل چکے تھے، اب جماعت (اہل حدیث) کو یوماً فیوماً ترقی ہونے لگی، مگر جامع مسجد اور عیدگاہ کے امام آپ ہی رہے، ادارہ انسٹی ٹیوٹ گزٹ علی گڑھ میں برسوں رہے، تا آنکہ سر سید احمد خان سے کسی بات پر چل گئی، جس کے بعد سید صاحب کے اصرار پر بھی راضی نہ ہوئے۔

آپ کی تصانیف میں

اثبات الجهر بالتامين عن الاحناف المحققين،

الكلام الرزين فى الرد على القول المتين، مقلدین کے رد میں،

اور اعلاء الحق الصريح بتكذيب مثيل المسيح، مرزا صاحب قادیانی کی تردید میں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور رفع الالتباس عن بعض الناس، امام بخاری کی نصرت میں لکھیں۔

مولوی اسماعیل صاحب کا زمانہ حیاۃ حضرت والا جاہ نواب صدیق حسن مرحوم کی علمی سرگرمیوں اوراہل علم کی قدر افزائیوں کا تھا، مولانا اسماعیل کے تبحر علمی کی دھوم بھوپال تک پہنچ گئی، نواب صاحب نے قاضی شہر کا عہدہ پیش کیا، مگر آپ کو اپنے سر پرست قدیم نواب محمد علی خان (چھتاری) کی مفارقت گوارا نہ ہوئی...تاریخ وفات 17 شوال 1311ھ ہے، چار صاجزادے چھوڑے جن میں سے مسند علم وتبلیغ پر مولوی پر محمد عثمان صاحب متمکن ہوئے...(بعدازاں) مولوی محمد عثمان صاحب جامع مسجد وعید گاہ کی امامت کے منصب سے خود ہی دستبردار ہوکر اہل حدیث (موتی) مسجد میں امام وخطیب ہوگئے۔

خدا رحمت کنند ایں عاشقان پاک طینت را

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم۔ جولائی ۱۹۹۸ء۔ص ۲۰۔۲۴)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غلام احمد قادیانی کا آتھم سے مناظرہ (۱)

(۳۱)

مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے کہ اس کے والد مرزا غلام احمد نے باقاعدہ مناظرے صرف پانچ کیے ہیں: ایک وہ جو اس نے آریوں (ہندوؤں) سے کیا، جسکا ذکر سرمہ چشم آریہ میں ہے، دوسرا وہ جو مولوی محمد حسین بٹالوی کے ساتھ بمقام لدھیانہ جولائی 1891ء میں کیا، تیسرا وہ جو مولوی محمد بشیر بھوپالوی کے ساتھ بمقام دہلی اکتوبر 1891ء میں کیا۔ چوتھا وہ جو مولوی عبدالحکیم کلانوری کے ساتھ بمقام لاہور جنوری وفروری 1892ء میں کیا اور پانچواں مناظرہ مرزا غلام احمد نے ڈپٹی عبداللہ آتھم مسیحی کے ساتھ بمقام امرتسر مئی وجون 1893ء میں کیا۔

مرزا بشیر احمد قادیانی مزید لکھتے ہیں کہ

اس کے علاوہ دو اور جگہ مباحثہ کی صورت پیدا ہو کر رہ گئی۔ اول مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ بمقام بٹالہ 1868ء یا 1869ء میں، دوسرے مولوی سید نذیر حسین صاحب شیخ الکل دہلوی کے ساتھ بمقام جامع مسجد دہلی بتاریخ 20 اکتوبر 1891ء۔

(سیرۃ المھدی جلد اول صفحہ 239)۔

آج کی نشست میں ہمارا مقصد اس مناظرے کا ذکر کرنا ہے جو مرزا غلام احمد نے 1893ء میں ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی سے کیا تھا، تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سیرۃ المھدی سے دیے گئے اس اقتباس پر پہلے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک اور طریق سے نظر ڈال لی جائے۔

ہمارے قارئین کو معلوم ہوگا کہ مرزا غلام احمد کے دور کے ہند میں حکمائے امت اور مجددین ملت کی کوئی کمی نہ تھی۔ عرب وعجم کے شیوخ اور محدثین عصر بھی یہاں موجود تھے۔ مرزا غلام احمد نے انہیں چیلنج بھی دیے تھے اور بایں سلسلہ مولانا رشید احمد گنگوہی اور لدھیانہ کے علماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مولانا رشید احمد گنگوہی سے مناظرے کی بات بھی چلی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کہتا تھا کہ مناظرہ تحریری ہو، گنگوہی مرحوم زبانی مباحثے پر اصرار کرتے تھے۔، پھر بقول مولوی عبدالحق بشیر بن مولانا محمد سرفراز خان صفدر، مرزا قادیانی نے کہا کہ ہم بطریق تنزل تقریری مباحثہ منظور کرتے ہیں مگر اس شرط پر کہ آپ تقریر کرتے جائیں اور دوسرا شخص لکھتا جائے اور جب تک تقریر ختم نہ ہو دوسرا فریق یا کوئی اور دوران تقریر نہ بولے۔ پھر دونوں تقریریں شائع کردی جائیں اور مناظرہ لاہور میں ہو۔ مولوی عبدالحق بشیر کے مطابق مولانا رشید احمد گنگوہی نے جواب دیا کہ تقریر زبانی ہوگی، لکھنے یا کوئی جملہ نوٹ کرنے کی اجازت نہ ہوگی اور حاضرین میں سے جس کسی کے جی میں جو آئے وہ دفع اعتراض اور شک دور کرنے کے لیے بولے گا اور مناظرہ سہارن پور میں ہوگا۔

یوں بات شرائط کے گورکھ دھندے میں الجھ کر رہ گئی اور مناظرہ نہ ہوسکا۔

اور جب مرزا غلام احمد نے لدھیانہ کے عالموں کو چیلنج دیا تو لدھیانہ والوں نے یہ شرائط پیش فرمادیں:

> مرزا قادیانی سرکار سے خود اجازت طلب کرے، اول اپنا اسلام ثابت کرے۔ ہمارے ساتھ بلا خرچ مکہ معظّمہ چلے یا سلطان روم کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنا مدعا بیان کرے، تا اہل حق کو تاج نصرت سے سرفرازی حاصل ہو، اگر مرزا کو مباحثہ منظور ہے تو عید جمعہ کے مجمع میں حاضر ہوکر مستفید ہو، چونکہ مناظرہ میں دونوں بحث کنندوں کا علم میں برابر ہونا امر ضروری ہے، لہذا کتب مروجہ درسی میں فریقین کا امتحان لیا جائے گا۔ (سیف حنفی از عبدالحق بشیر، صفحہ 177 منقول از نصیحت سلفی، حکیم محمود صاحب صفحہ 32-33)

اور پھر یہ مباحثہ بھی نہ ہوسکا، بات شرائط کے گورکھ دھندے میں الجھ کر رہ گئی۔

قارئین! اس پس منظر میں ملاحظہ فرمائیں کہ بقول مرزا بشیر احمد اس کے باپ کی آنکھوں میں آنکھیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈال کر مسلمانوں میں سے کس نے بات کی ہے؟ جو نام اس نے دیے ہیں ہم پھر لکھے دیتے ہیں۔ وہ سید نذیر حسین محدث اور اس کے تین شاگردوں مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا محمد بشیر سھسوانی اور مولانا عبد الحکیم کلانوری کے علاوہ اور کوئی نہیں ہیں۔، خاتم المرسلین علیہ السلام کے ان غلاموں کو: سلام ما برسانید ہر کجا ہستد

چلتے چلتے ہم ایک اور بات کی جانب اشارہ بھی کیے جاتے ہیں وہ یہ کہ ہمارے بعض بزرگ جب تحریک تحفظ ختم نبوت کی تاریخ بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس کے ابتدائی دور میں علمائے لدھیانہ کا حصہ بہت نمایاں ہے، وہ علمائے لدھیانہ کو دیوبندی یا علمائے دیوبند کے منتسبین گردان کر لدھیانہ والوں کی خدمات اپنے کھاتے میں ڈال لیتے ہیں جیسا کہ مولوی محمد یوسف لدھیانوی نائب امیر مجلس تحفظ ختم نبوت لکھتے ہیں:

> اکابر دیوبند کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کا تعاقب سب سے پہلے شروع کیا اور 1301ھ میں جب مرزا قادیانی نے مجددیت کے پردے میں اپنے الہامات کو وحی الٰہی کی حیثیت سے براہین احمدیہ میں شائع کیا تو لدھیانہ کے علماء (مولانا محمد، مولانا عبداللہ، مولانا اسماعیل نے جو حضرات دیوبند کے منتسبین میں سے تھے) نے فتوی صادر فرمایا کہ یہ شخص مسلمان نہیں بلکہ اپنے عقائد ونظریات کے اعتبار سے زندیق اور خارج از اسلام ہے۔ (الرشید دیوبند نمبر صفحہ 676 مضمون: دارالعلوم اور تحفظ ختم نبوت از محمد یوسف لدھیانوی)۔

آج ہم آپ کے سامنے ان علماء لدھیانہ کے خاندان کے ایک فرد مولانا ابن انیس حبیب الرحمٰن کی ایک تحریر پیش کرتے ہیں جو یہ ہے:

> ہمارے بعض مخلص حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ اکابر علمائے لدھیانہ (مولانا عبدالقادر، مولانا سیف الرحمٰن، مولانا محمد، مولانا عبدالعزیز مولانا عبداللہ اسی طریقہ سے دوسرے ہم عصر علمائے لدھیانہ) اکابر علمائے دیوبند کے شاگرد یا منتسبین میں سے ہیں، یہ محض غلط فہمی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اکابر علمائے لدھیانہ نہ تو اکابر علمائے دیوبند کے شاگرد ہیں اور نہ ہی منتسبین میں سے ہیں۔ بلکہ وہ خود ایک مکتب فکر کی حیثیت رکھتے تھے۔ یہ حضرات علمائے لدھیانہ تعلیم سے فارغ ہو چکے تھے، اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وقت تک تو دارالعلوم دیوبند وجود میں ہی نہیں آیا تھا۔

(سب سے پہلا فتوی تکفیر فیصل آباد 1997ء صفحہ 27)۔

لدھیانہ کے یہ علماء دیوبندی تھے یا نہیں، اس کا فیصلہ ہم حضرات دیوبند پر چھوڑتے ہوئے ایک اور بات بھی قارئین کے سامنے رکھے جاتے ہیں، وہ یہ کہ لدھیانہ سے قادیانیوں کو ایک قسم کی مدد بھی ملتی رہی ہے، اس بات کی وضاحت مولوی سرور شاہ قادیانی کی اس تحریر سے ہوتی ہے جس میں وہ اپنے ابتدائی حالات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

جن دنوں میں حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب نے شروع شروع میں مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تھا میں طالب علم تھا اور لاہور میں پڑھتا تھا۔ ان دنوں میں حضرت مولوی نور دین صاحب حضرت صاحب کو ملنے کیلیے جموں سے آئے اور راستہ میں لاہور ٹھہرے۔، چونکہ مولوی صاحب کے میرے والد صاحب کے بہت تعلقات تھے اور وہ مجھے تاکید فرماتے رہتے تھے کہ مولوی صاحب سے ضرور ملتے رہا کرو، اس لیے میں مولوی صاحب سے ملنے کے لیے گیا۔، مولوی صاحب ان دنوں نماز چونیاں (چینیا نوالی) کی مسجد میں پڑھا کرتے تھے، وہاں مولوی صاحب نماز پڑھنے گئے اور حوض پر بیٹھ کر وضو کرنے لگے، تو ادھر سے مولوی محمد حسین بٹالوی بھی آ گیا اور اس نے مولوی (نور دین) صاحب کو دیکھتے ہی کہا کہ مولوی صاحب! تعجب ہے آپ جیسا شخص بھی مرزا کے ساتھ ہو گیا.. اس پر باہم بات ہوتی رہی۔، آخر مولوی محمد حسین نے کہا کہ اب میں آپ کو لاہور سے جانے نہیں دوں گا، حتی کہ آپ میرے ساتھ اس معاملہ میں بحث کر لیں۔ مولوی (نور دین) صاحب نے فرمایا اچھا میں تیار ہوں۔، اس پر اگلا دن بحث کے لیے مقرر ہو گیا۔

دوسرے دن مولوی صاحب کی مولوی محمد حسین کے ساتھ بحث ہوئی لیکن ابھی بحث ختم نہ ہونے پائی تھی کہ مولوی (نور دین) صاحب کو جموں سے مہاراج کا تار آ گیا کہ فوراً چلے آؤ، چنانچہ مولوی (نور دین) صاحب فوراً لاہور سے بطرف لدھیانہ روانہ ہو گئے تا کہ حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب سے ملاقات کر کے واپس تشریف لے جائیں۔، اس کے کچھ عرصہ بعد میں لاہور سے بغرض تعلیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیوبند جانے لگا تو راستہ میں اپنے ایک غیر احمدی دوست مولوی ابراہیم کے ہاں لدھیانہ ٹھہرا۔ وہاں مجھے مولوی ابراہیم نے بتایا کہ آج کل مرزا صاحب قادیانی یہی ہیں، میں نے اسے کہا کہ چلو پھر ان سے چل کر ملیں اور ان کے حالات دیکھیں۔ اس نے کہا کہ مرزا صاحب کی مخالفت بہت ہے اور میرے یہاں لوگوں کے ساتھ تعلقات ہیں، اس لیے میں تو نہیں جا سکتا، لیکن آپ کے ساتھ اپنا ایک طالب علم بھیج دیتا ہوں جو آپ کو مرزا صاحب کے مکان کا راستہ بتا دے گا۔

(سیرۃ المھدی از مرزا بشیر احمد، حصہ اول صفحہ 279)۔

یہ سرور شاہ صاحب وہی ہیں جو بعد میں قادیانیوں کے مشہور مناظر ہوئے اور انہیں کو قادیانیوں نے مد کے مناظرے میں مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم کے سامنے کھڑا کیا تھا۔ اس مناظرے میں سرور شاہ صاحب کو عبرت ناک شکست سے دوچار ہونا پڑا تھا، جسکا ذکر ہم مناسب مقام پر کریں گے، یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ ایک شخص کو جو بغرض تعلیم دیوبند جا رہا تھا، مرزا غلام احمد کی جانب روانہ کرنے والا لدھیانہ ہی کا ایک مولوی تھا، اسی لیے ہم کہتے ہیں:

کیا چیز ہو تم، خود تمہیں معلوم نہیں ہے

قارئین! ان جملہ ہائے معترضہ کے بعد آج کے اصل موضوع کے طرف چلیں جو مرزا غلام احمد کے عبداللہ آتھم عیسائی سے مناظرے سے متعلق ہے۔، اس مناظرے کا منتظم ایک عیسائی پادری ڈاکٹر مارٹن کلارک اور جنڈیالہ ضلع امرتسر کا ایک حنفی المسلک مسلمان منشی محمد اسماعیل تھا۔، یہ مناظرہ خط و کتابت اور اشتہار بازی کے بعد مئی جون 1893ء میں امرتسر میں ہوا تھا۔، ہم اس کا مختصر حال مولانا رفیق دلاوری کی تالیف رئیس قادیان سے ملخصاً بیان کرتے ہیں۔

مولانا رفیق دلاوری لکھتے ہیں:

جنڈیالہ ضلع امرتسر کے بعض مسلمان وقتاً فوقتاً دین مسیحی کی کمزوریاں دکھا دکھا کر پادریوں کے دانٹ کھٹے کرتے رہتے تھے۔ پادریوں نے تنگ آ کر مسلمانان جنڈیالہ کو مناظرہ کا چیلنج دیا تو انہوں نے پادریوں کے مقابلہ میں قادیانی صاحب کو اسلامی مناظر کی حیثیت سے کھڑا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولوی محمد حسین بٹالوی کو اس انتخاب کا علم ہوا تو انہوں نے منشی اسماعیل کے نام خط بھیج کر مسلمانان جنڈیالہ کی اس خودرائی اور کج روی پر مذمت کی اور بتایا کہ ملحد وزندیق ہونے کے علاوہ مرزا میں اتنی علمی قابلیت نہیں ہے کہ وہ نصاری کے مقابلہ سے عہدہ برا ہو سکے۔ منشی اسماعیل اور دوسرے مسلمانان جنڈیالہ جو خوش اعتقادی کے سنہری جال میں پھنسے ہوئے تھے، کہنے لگے کہ علمی استعداد کیسی گھٹیا کیوں نہ ہو، لیکن مرزا صاحب کم از کم پادریوں کو کوئی آسمانی نشان (معجزہ) دکھا کر ضرور سرنگوں کر لیں گے۔، مولانا محمد حسین مرحوم نے فرمایا کہ مرزا غلام احمد مسلمانوں کا سینکڑوں روپیہ اس مباحثہ کے بہانے سے برباد کر دے گا اور اسے آسمانی نشان دکھانے میں سخت ناکامی ہوگی۔، اس ہزیمت ونامرادی سے خود تو شرمندہ نہ ہوگا مگر مسلمانان جنڈیالہ کو جو اسے نمائندہ کی حیثیت سے نصاری کے مقابلے میں کھڑا کریں گے یقیناً ذلیل اور شرم سار ہونا پڑے گا۔

(اشاعۃ السنہ جلد 16 صفحہ 212)۔

لیکن جنڈیالہ کے مسلمانوں نے مولوی صاحب کی ایک نہ سنی اور برابر قادیانی صاحب ہی کے کھڑا ہونے پر مصر رہے...اس کے بعد مولانا بٹالوی نے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں مسلمانان جنڈیالہ کو خطاب کرتے ہوئے لکھا:

...اے میرے سیدھے سادھے بھائیو! اسلام کے نادان دوستو! قادیانی نے آج تک کس کس مخالف اسلام سے مباحثہ کر کے اس پر فتح حاصل کی؟ مخالفین اسلام کے کس اصول پر بحث کر کے اس کی تردید کی؟ اس نے وعدہ کیا تھا کہ کتاب براہین احمدیہ میں حقیت اسلام کے تین سو دلائل پیش کروں گا، مسلمانوں کا دس ہزار روپیہ کھا گیا مگر اس کتاب میں ایک دلیل کی بھی تکمیل نہ کی۔ کتاب سرمہ چشم آریہ میں ایک آریہ سے مباحثہ کر کے دو پرچوں میں مباحثہ کو محدود کر دیا اور اس کو اپنے باقی ماندہ دلائل پیش کرنے اور اپنی طرف سے ان کی تردید کرنے کا موقع نہ دیا۔ اور نہ خود آریوں کے عقلی دلائل بیان کر کے ان کے جوابات دیے۔، اسی رسالے میں تناسخ کی بحث کو چھیڑا تو اس کو بھی ادھورا چھوڑ دیا۔، تحقیقی دلائل عقلیہ سے اس کا بھی استیصال نہ کر سکا۔، اشتہارات اور متفرق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحریرات میں ہمیشہ آسمانی نشان نمائی کا دعوی کیا مگر شرمناک شرائط اور قیود پر قیود لگا کر اور لمبی چوڑی میعادیں مقرر کرنے کے باوجود آج تک کوئی نشان نہ دکھا سکا اور ہمیشہ مخالفین اسلام کو اسلام پر ہنسایا۔ اے میرے غفلت شعار بھائیو! ان حقائق پر غور کر کے مجھے بتاؤ کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچا رہا ہے، یا سراسر نقصان؟

منشی اسماعیل نے مولانا بٹالوی سے دریافت کیا کہ اگر قادیانی اس مناظرہ کا اہل نہیں ہے تو پھر دوسرا کون ہے جو نصاری کا کامیاب مقابلہ کر سکے؟ مولانا بٹالوی نے کہا کہ ایک نہیں بلکہ لاہور، امرتسر اور پنجاب کے دوسرے مقامات میں بہت سے علماء اسلام موجود ہیں جو پہلے سے تقریراً اور تحریراً پادریوں سے مناظرے کر رہے ہیں، اگر پادریوں کو منظور ہو تو ان میں سے جس کسی سے چاہیں خط و کتابت کریں، پادریوں کو معلوم ہو جائے گا کہ کس قدر علمائے اسلام اس چیلنج کو منظور کرتے ہیں، پادری صاحبان دور کیوں جاتے ہیں، سب سے پہلے اسی خادم دین (محمد حسین) کو اپنا مخاطب بنائیں اور شرائط مناظرہ طے کریں۔

چونکہ مسلمانان جنڈیالہ اس غلط فہمی کا شکار ہو رہے تھے کہ اگر مرزا صاحب مباحثہ میں پادریوں کو مغلوب نہ کر سکیں گے تو انبیا و اولیاء کی طرح کوئی معجزہ اور کرامت دکھا کر ہی پادریوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں گے، اس لیے انہوں نے مولوی محمد حسین کی نصیت پر عمل نہ کیا اور مرزا صاحب ہی کو اپنا نمائندہ مقرر کرنے پر مصر رہے۔ مولوی محمد حسین نے لکھا کہ اہل جنڈیالہ اس حماقت کے جال میں پھنسے ہیں کہ قادیانی کوئی نشان دکھا کر ہی پادریوں کو مطیع کر سکے گا، حالانکہ ان کا یہ خیال محض غلط فہمی پر مبنی ہے، قادیانی کے ہاتھ سے کسی آسمانی نشانی کا ظاہر ہونا ایسا ہی ناممکن ہے جیسا سوئی کے سوراخ سے اونٹ کا نکل جانا عادۃً محال ہے، کیونکہ آسمانی نشان اہل اسلام کے سوا کوئی نہیں دکھا سکتا، اور یہ حقیقت باتفاق جمہور علمائے ہندوستان مسلم ہے کہ قادیانی مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔، پس اس کا آسمانی نشان دکھانا بالکل ناممکن ہے۔ اگر اس کو آسمانی نشان دکھانے کی قدرت ہوتی تو وہ آج تک لاکھوں کروڑوں ہندوؤں اور عیسائیوں کو مسلمان کر لیتا، اور نہیں تو کم از کم ڈاکٹر جگن ناتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سول سرجن ملازم ریاست جموں وکشمیر جیسے مدعیان تسلیم وتصدیق کو ہی کوئی نشان دکھا کر دائرہ اسلام میں لے آتا لیکن اس سے آج تک ایسا نہ ہوسکا، یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ آسمانی نشان اس کے بس کا روگ نہیں۔ (رئیس قادیان جلد دوم صفحہ 155-157)

مولانا دلاوری کی اس طویل عبارت کی بنیاد عمومی طور پر مولانا محمد حسین بٹالوی کی نگارشات ہیں جو اشاعۃ السنہ جلد 16 میں شائع ہوئی تھیں، اوران سے واضح ہوتا ہے کہ جوں ہی چند ناسمجھ مسلمانوں نے مرزا غلام احمد کو اسلامی مناظر کی حیثیت سے عیسائیوں کے مقابل کھڑا کرنے کی تجویز پیش کی، مولانا بٹالوی نے فوراً انہیں متنبہ کرنا ضروری سمجھا اور بتایا کہ مرزا قادیانی تو خود دائرہ اسلام سے خارج ہے وہ اسلام کا دفاع کرنے کا اہل نہیں ہے۔، اگر مسلمانوں اور عیسائیوں کا علمی مناظرہ کروانا مقصود ہے تو عیسائیوں کے سامنے مرزا غلام احمد کی بجائے کسی مسلمان عالم دین کو لایا جائے اور اگر مجوزین اور عیسائی اس بات پر رضا مند ہوں تو وہ خود اس مناظرے کے لیے تیار ہیں۔ جنڈیالہ کے لوگ عیسائیوں کے مقابلے میں اسلام کے دفاع کے لیے مرزا صاحب ہی کو کھڑا کرنے پر مصر رہے تو مولانا محمد حسین بٹالوی نے پھر انہیں کہا کہ یہ شخص نہ تو علمی طور پر عیسائیوں کا مقابلہ کرسکتا ہے اور نہ ہی کسی آسمانی نشان سے انہیں قائل کرسکتا ہے، کیونکہ آسمانی نشان اہل اسلام کو ملتے ہیں کافروں کو نہیں۔

قارئین! اس تمام بحث وتمحیص کے باوجود جنڈیالہ والوں نے مرزا غلام احمد کو اہل اسلام کی طرف سے پیش کرنے کی تجویز ختم نہ کی تو خود عیسائیوں نے بھی کہنا شروع کردیا کہ جس شخص کو اہل اسلام کی اکثریت اپنے سے الگ سمجھتی ہے اسے مسلمانوں کا نمائندہ تسلیم کرکے اس کے ساتھ وہ مناظرہ نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ مارٹن کلارک پادری نے 12 مئی 1893ء کو ایک اشتہار میں لکھا کہ

چونکہ علمائے اسلام مرزا غلام احمد کو مرتد اور خارج از اسلام قرار دیتے ہیں، اس لیے ہم ان کو نمائندہ اسلام کی حیثیت سے اپنے مقابلہ پر آنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔

اس اشتہار کے جواب میں مرزا غلام احمد قادیانی صاحب نے اپنے کو مسلمان ثابت کرنے کی کوشش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں لکھا کہ

ڈاکٹر (مارٹن کلارک) صاحب نے اپنے اشتہار 12 مئی 1893ء میں جو بطور ضمیمہ نور افشاں لدھیانہ میں شائع ہوا ہے، شیخ (مولوی محمد حسین) بٹالوی کی کتاب اشاعۃ السنۃ سے دھوکا کھایا ہے، یا لوگوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے کہ گویا مستند علماء اسلام کے اس عاجز کو کافر قرار دیتے ہیں اس لیے خاص و عام کی اطلاع کے لیے لکھا جاتا ہے کہ تمام مستند علماء اسلام میرے ساتھ ہیں اور اس وقت چالیس کے قریب ہیں اور فریق ثانی کے ساتھ اکثر ایسے لوگ ہیں جو صرف نام کے مولوی اور علمی و عملی کمالات سے تہی دست ہیں... (سچائی کا اظہار از مرزا غلام احمد صفحہ 4)

اس کے جواب میں ڈاکٹر مارٹن کلارک نے لکھا...

چونکہ اسلام کے بڑے مستند علماء آپ (مرزا قادیانی) کو کسی اسلامی فرقے میں داخل نہیں کرتے بلکہ دائرہ اسلام ہی سے جس میں تمام اسلامی فرقے شامل ہیں خارج کرتے ہیں، ایسی حالت میں آپ اسلام کے مقتدا ہو کر اس مباحثہ میں نہیں آسکتے، جنڈیالہ کے مسلمانوں نے آپ کو پیش کیا لیکن جیسی ان کی عقل ہے اس کو آپ جانتے ہیں چنانچہ آپ خود بھی لکھ چکے ہیں، اس لحاظ سے تو میں اہل اسلام کی طرف سے آپ کو قبول نہیں کرسکتا، تاہم جس حال میں کہ آپ اپنے کو مسلمان قرار دیتے ہوئے مباحثہ پر آمادہ ہیں اور قرآن کی رو سے کلام کریں گے، آپ کو مباحثہ کی اجازت دی جاتی ہے۔
(اشاعۃ السنۃ جلد 16 صفحہ 207 منقول از رئیس قادیان جلد دوم صفحہ 159)۔

مناظرے کی بات چیت کے دنوں میں مرزا غلام احمد صاحب نے مارٹن کلارک کو ایک سفارت بھی بھیجی تھی، وہ لکھتے ہیں:

ہماری عین مراد ہے کہ یہ جنگ وقوع میں آکر حق اور باطل میں کھلا کھلا فرق ہو جائے اور نہ صرف اسی پر کفایت کی گئی بلکہ چند معزز دوست بطور سفیران پیغام جنگ ڈاکٹر (کلارک) صاحب کی خدمت میں امرتسر بھیجے گئے جن کے نام یہ ہیں 1: مرزا خدا بخش 2 منشی عبدالحق 3 میاں محمد یوسف خان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

4 میاں محمد اسماعیل..(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 9-408)

ان تیاریوں کے بعد ہونیوالے مباحثے کے دوران یعنی 10 ذی قعد 1310ھ بمطابق 27 مئی 1893ء کو امرتسر ہی میں مولوی عبدالحق صاحب غزنوی نے قادیانی کے ساتھ مباہلہ کیا جو اس بات پر تھا کہ مرزا غلام احمد کذاب اور دجال ہے۔، گویا عیسائیوں سے مناظرے سے پہلے بھی اہل حدیثوں نے واضح کر دیا تھا کہ مرزا غلام احمد مسلمان نہیں ہے اور اسے مسلمانوں کی نمائندگی کا حق نہیں ہے اور مناظرے کے دوران بھی اس سے مباہلہ کر کے واضح کر دیا کہ وہ اسے کافر سمجھتے ہیں اور مناظرے کو قادیانیوں اور عیسائیوں کے درمیان سمجھتے ہیں، مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان نہیں۔

اس مناظرے کی حسب ذیل شرائط تھیں

مناظرہ 22 مئی 1893ء سے تحریری بمقام امرتسر ہوگا۔

عیساؤں کی طرف سے عبداللہ آتھم سابق اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مناظر ہونگے۔

وقت مباحثہ ہر روز صبح 6 بجے سے 11 بجے تک ہوگا۔

فریقین تین تین معاون اپنے ساتھ رکھنے کے مجاز ہوں گے۔

داخلہ بذریعہ ٹکٹ ہوگا اور فریقین اپنی اپنی قوم کے پچاس پچاس آدمی اجلاس میں لاسکیں گے۔

(رئیس قادیان جلد دوم صفحہ 160 بحوالہ تبلیغ رسالت جلد 3 صفحہ 37)۔

یہ مناظرہ ڈاکٹر مارٹن کلارک کی کوٹھی واقع امرتسر میں منعقد ہوا، مرزا غلام احمد صاحب کے معاون حکیم نور دین، مولوی محمد احسن امروہی اور شیخ اللہ دیا تھے، اور پادری ٹھاکر داس، پادری ٹامس ہاؤل، ڈپٹی عبداللہ آتھم کے مددگار تھے، یہ مناظرہ 22 مئی سے 5 جون تک یعنی 15 دن جاری رہا۔ چونکہ عیسائی مناظر عبداللہ آتھم کو تپ دق کا عارضہ لاحق تھا اور 29 مئی کو اس کی طبیعت زیادہ علیل ہوگئی تھی اس لیے اس روز وہ نہ آسکا اور اس کی جگہ ڈاکٹر مارٹن کلارک نے جوابات لکھوائے، مناظرے کے پندرھویں روز مرزا صاحب نے کہا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق پڑا۔ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں۔ اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کیلیے وقت تھا۔ میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بہ سزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لیے تیار ہوں، مجھ کو ذلیل کیا جائے، روسیاہ کیا جائے، میرے گلے میں رسہ ڈالا جائے، مجھ کو پھانسی دی جائے، ہر ایک بات کے لیے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا، زمین آسمان ٹل جائیں پر اسکی باتیں نہ ٹلیں گی۔

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر 22 نومبر 1940 صفحہ 5-6 بحوالہ جنگ مقدس)

مرزا صاحب کی اس پیش گوئی کے ساتھ مناظرہ ختم ہو گیا گویا نتیجے کو پیش گوئی پر منحصر کر دیا گیا اور اس بات کا اقرار کر لیا گیا کہ دوران مناظرہ تو عیسائیوں کا ناطقہ بند نہیں کیا جا سکا لیکن جب پیش گوئی پوری ہو گی تو دنیا دیکھ لے گی کہ قادیانیوں اور عیسائیوں میں سے سچا کون ہے اور جھوٹا کون۔ اس پیش گوئی کا جو حال ہوا وہ ہم انشاء اللہ آئندہ بیان کریں گے۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم۔ اگست ۱۹۹۸ء ص ۲۸۔۳۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غلام احمد قادیانی کا آتھم سے مناظرہ (۲)

(۳۲)

مرزا غلام احمد اور آتھم کا مناظرہ 5 جون 1893ء کو مرزا کی اس پیش گوئی کے ساتھ ختم ہوا کہ 15 ماہ کے اندر جھوٹے کو ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اسے موت آجائے گی۔ پیش گوئی کی میعاد 4 ستمبر 1894ء تک تھی، اب لوگ انتظار میں لگ گئے کہ دیکھیں پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ اسی دوران مرزا غلام احمد کا ایک نہایت قریبی مرید عیسائی ہوگیا تو لوگوں نے کہنا شروع کردیا کہ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مرزا قادیانی کو شکست ہوگئی ہے اور یہ تبدیلی مذہب اس کی ذلت کا نشان ہے، مرزا صاحب طیش میں آگئے اور فرمایا:

سنا گیا ہے کہ امرتسر کے بعض ایسے آدمی جن پر مادہ بدظنی یا تذبذب غالب ہے ایک افغان محمد یوسف خان نام کے عیسائی ہوجانے سے جس نے اب اپنا نام یوسف خان رکھوایا ہے یہ وہم بصورت اعتراض پیش کرتے ہیں کہ یہ شخص یوسف خان اس عاجز کی جماعت میں داخل تھا، پھر وہ کیوں کر عیسائی ہوگیا۔ ایسا سمجھنا سراسر ظلم اور غلطی ہے کہ گویا یہ شخص ہمارے خاص بیعت کنندوں میں سے تھا۔ ہم نے نہ یوسف خان کو بہشتی ٹھہرایا، نہ کنجیاں دیں۔ بلکہ اس میں نااہلی کی بو پا کر اس کی طرف توجہ کرنا چھوڑ دیا.. ہماری طرف ایسے عوام الناس ہر روز آتے ہیں۔ پس کیا حرج ہے ہم کسی ایک کو اس کی جگہ سمجھ لیں گے۔ ایسے آدمیوں کے مرتد ہونے سے کوئی بدنتیجہ نکالنا بداندیشوں کا کام ہے جن کی نظر گزشتہ تاریخوں پر بھی پھری نہیں۔ حکم خواتیم پر ہوتا ہے، نہ درمیانی امور پر۔

(اشتہار 27 مئی 1894ء منقول از مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 8-13)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قارئین یہ محمد یوسف کوئی عام مرزائی نہیں تھا، آپ گزشتہ قسط میں وہ نام دوبارہ ملاحظہ فرمالیجیے جن کو مرزا غلام احمد نے اس مناظرے سے قبل بطور سفیران جنگ ڈاکٹر مارٹن کلارک کے پاس بھیجا تھا، یوسف خان کا نام ان میں شامل ہے۔، اس طرح نہ صرف یہ کہ یہ شخص مرزا غلام احمد کا انتہائی خاص آدمی تھا، بلکہ اس کا مناظرے کے انتظامات کے موقع پر بطور سفیر جنگ بھیجا جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ اسے آخر وقت تک مرزا قادیانی کا اعتماد حاصل رہا۔، اس پس منظر میں مرزا کا یہ کہنا کہ ہم نے اس میں نااہلی کی بو پا کر اس پر توجہ کرنا چھوڑ دیا تھا بالکل غلط ہے۔، اس کے علاوہ مرزا غلام احمد کا ایک سفیر حافظ محمد یوسف تھا۔، کرنا خدا کا یہ ہوا کہ اس مناظرے کے بعد وہ بھی مرزائیت سے تائب ہو کر مسلمان ہو گیا۔، ڈپٹی آتھم کو البتہ کچھ نہ ہوا وہ زندہ اور صحت مند رہا جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب ایک خط میں لکھتے ہیں:

مکرمی اخویم منشی رستم علی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عنایت نامہ مع کارڈ پہنچا۔ اب تو صرف چند روز پیش گوئی میں رہ گئے ہیں دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالی اپنے بندوں کو امتحان سے بچائے۔ شخص معلوم فیروز پور میں ہے اور تندرست وفربہ ہے، خدا تعالی اپنے ضعیف بندوں کو ابتلا سے بچاوے، آمین ثم آمین،

باقی خیریت ہے مولوی صاحب کو بھی لکھیں کہ اس دعا میں شریک رہیں..

والسلام، خاکسار غلام احمد از قادیان 22 اگست 1894ء

نوٹ از مولف مکتوبات احمدیہ...

یہ آتھم کی پیش گوئی کے متعلق ہے، حضرت اقدس (مرزا صاحب) کا ایمان خدا تعالی کی بے نیازی اور استغناء ذاتی پر قابل رشک ہے۔ آپ کو مخلوق کے ابتلاء کا خیال ہے۔(

مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر 3 صفحہ 128 مولفہ یعقوب علی قادیانی، منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ از الیاس برنی، صفحہ 324۔)

یہ خط 22 اگست 1894ء یعنی میعاد کے اختتام سے صرف تیرہ دن قبل کا ہے اس کے مطابق عبداللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آتھم زندہ اور صحت مند تھا اور مرزا صاحب قادیانی دعائیں کر رہے تھے کہ وہ مر جائے۔، یہ سلسلہ جاری رہا، تا آنکہ پیش گوئی کا آخری روز آن پہنچا مرزا بشیر احمد لکھتا ہے:

بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ جب آتھم کی میعاد میں صرف ایک دن باقی رہ گیا تو حضرت مسیح موعود (مرزا) نے مجھ سے اور میاں حامد علی صاحب مرحوم سے فرمایا کہ اتنے چنے لے لو، اور ان پر فلاں سورت کا وظیفہ اتنی تعداد میں پڑھو۔ یہ وظیفہ ختم ہونے پر ہم وہ دانے حضرت صاحب کے پاس لے گئے، کیونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ وظیفہ ختم ہونے پر یہ دانے میرے پاس لے آنا، اس کے بعد حضرت صاحب ہم دونوں کو قادیان سے باہر غالباً شمال کی طرف لے گئے اور فرمایا یہ دانے کسی غیر آباد کنویں میں ڈالے جائیں گے۔ اور فرمایا کہ جب میں دانے کنویں میں پھینک دوں تو ہم سب کو سرعت کے ساتھ منہ پھیر کر واپس لوٹ آنا چاہیے اور مڑ کر نہیں دیکھنا چاہیے۔، چنانچہ حضرت صاحب نے ایک غیر آباد کنویں میں ان دانوں کو پھینک دیا اور پھر جلدی سے منہ پھیر کر سرعت کے ساتھ واپس لوٹ آئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ جلدی جلدی واپس چلے آئے اور کسی نے منہ پھیر کر پیچھے کی طرف نہیں دیکھا۔

(سیرۃ المھدی حصہ اول صفحہ 159 منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ صفحہ 324)

اور مرزا محمود احمد نے 1940ء میں فرمایا:

جب آتھم کی پیش گوئی کا آخری دن تھا تو کتنے کرب واضطراب سے دعائیں کی گئیں، میں نے محرم کا ماتم بھی اتنا سخت نہیں دیکھا۔ حضرت (مرزا) صاحب ایک طرف دعا میں مشغول تھے اور بزرگان سلسلہ مسجد میں اور نوجوان خلیفہ اول (حکیم نور دین) کی دکان میں، اور عورتیں بھی بین کرتیں اور چیخیں مارتی تھیں، جن کی آواز سو سو گز پر جاتی تھی اور ہر ایک زبان پر یہی فقرہ تھا کہ یا اللہ آتھم مر جائے، یا اللہ آتھم مر جائے۔

(الفضل 20 جولائی 1940 الفضل 15 اکتوبر 1942ء منقول از فسانہ قادیان، از مولانا محمد ابراہیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کمیر پوری ملتان 1991ء صفحہ 140)۔

قارئین! یہ اقتباسات بتاتے ہیں کہ پیش گوئی کے آخری روز تک آتھم نے رجوع الی الحق نہیں کیا تھا، تبھی تو مرزا غلام احمد اور اس کی جماعت اس کی موت کے لیے دعائیں اور وظیفے پڑھ رہے تھے۔ محرم کی طرح ماتم ہو رہا تھا اور عورتوں کی چیخ و پکار کے ساتھ دعائیں جاری تھیں، اگر وہ رجوع الی الحق کر چکا ہوتا تو بات ختم ہو چکی ہوتی، مرزا کی پیش گوئی پوری ہو چکی ہوتی، وظیفوں، چلوں دعاؤں چیخ و پکار کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم آخری روز تک انہیں عقائد و نظریات کا حامل تھا جن کے ساتھ اس نے مرزا غلام احمد قادیانی سے مناظرہ کیا تھا۔ اگر رجوع ہو چکا ہوتا تو اس کی موت پر شرطیں نہ لگتیں جیسا کہ شیخ یعقوب علی قادیانی لکھتا ہے

آتھم کی پیش گوئی کا آخری دن آ گیا اور جماعت میں لوگوں کے چہرے پژمردہ ہیں اور دل سخت منقبض ہیں، بعض لوگ ناواقفی کے باعث مخالفین سے اس کی موت پر شرطیں لگا چکے ہیں، ہر طرف سے اداسی اور مایوسی کے آثار ظاہر ہیں۔ لوگ نمازوں میں چیخ چیخ کر رو رہے ہیں کہ اے خداوند ہمیں رسوا مت کریو، غرض ایسا کہرام مچ رہا ہے کہ غیروں کے رنگ بھی فق ہو رہے ہیں۔

(سیرۃ مسیح موعود از یعقوب علی قادیانی صفحہ 7 منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ صفحہ 325)

اور پھر 4 ستمبر 1894ء آیا اور گزر گیا، آتھم کو موت نہیں آئی، مرزا قادیانی کے ایک نہایت قریبی مرید نے بڑے دکھ اور اضطراب کے ساتھ مرزا کو خط لکھ کر پوچھا،

اب کیا یہ پیش گوئی آپ کی تشریح کے موافق پوری ہو گئی۔ نہیں ہرگز نہیں، عبداللہ آتھم اب تک صحیح و سلام موجود ہے، اور اس کو یہ سزائے موت ہاویہ میں نہیں گرایا گیا، میرے خیال میں اب کوئی تاویل نہیں ہو سکتی.. راقم محمد علی خان از مالیر کوٹلہ۔

(خط بنام مرزا صاحب مندرجہ آئینہ حق نما صفحہ 100-101 مولفہ یعقوب علی قادیانی منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ صفحہ 327)

قارئین! مرزا صاحب نہ جانے کس مٹی سے بنے ہوئے تھے، آتھم زندہ پھر رہا تھا، میعاد گزر چکی تھی،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیش گوئی جھوٹی ثابت ہو چکی تھی۔اس کے باوجود فرماتے ہیں:

واضح ہو کہ وہ پیش گوئی جو امرتسر کے عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ ہو کر 5 جون 1893ء میں کی گئی تھی جس کی آخری تاریخ 5 ستمبر 1894ء تھی وہ خدا تعالی کے ارادہ اور حکم کے موافق ایسے طور پر ایسی صفائی سے میعاد کے اندر پوری ہوگئی کہ ایک منصف اور دانا کو بجز اس کے ماننے کے کچھ بن نہیں پڑتا۔(اشتہار نمبر 119 از مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 23)۔

اور وجہ یہ بتائی کہ دراصل پیش گوئی کے اعلان کے بعد عبداللہ آتھم نے جلسہ گاہ مباحثہ میں ہی رجوع کرلیا تھا۔(سیرۃ المھدی حصہ سوم صفحہ 216)۔

اگر عبداللہ آتھم نے جلسہ گاہ مباحثہ میں ہی یعنی 5 جون 1893ء کو رجوع کرلیا تھا تو 15 ماہ انتظار کس بات کا ہوتا رہا، وظیفے کس بات کے پڑھے جاتے رہے، کنویں میں چنے کیوں گرائے جاتے رہے، ماتم اور بین اور دعائیں کس بات کے لیے ہوتی رہیں، جب رستم علی نے اگست میں پوچھا تو جواب میں بتا دیا جاتا کہ انتظار کی کوئی ضرورت نہیں، پیش گوئی پوری ہو چکی ہے، کیونکہ آتھم نے رجوع کرلیا ہوا ہے۔اگست 1894ء والے خط میں تو اس کی موت کی دعا کرنے کی درخواست کی جارہی ہے اور 5 ستمبر 1894 کے بعد بتایا جارہا ہے کہ 15 ماہ پہلے ہی رجوع ہو چکا تھا، اس الٹی منطق کے قربان جایئے، مرزا صاحب کا کاروبار ایسے ہی علم الکلام کے سہارے چل رہا تھا۔

قارئین! ہم بتا چکے ہیں آتھم کے ساتھ مرزا غلام احمد کے مناظرے کے دوران مولانا عبدالحق غزنوی نے مرزا سے مباہلہ کیا تھا، اس مباہلے کے بعد دونوں ایک دوسرے کے شب و روز پر نگاہ رکھتے تھے کہ دیکھیں کس پر خدا کی مار پڑتی ہے، جب آتھم والی پیش گوئی پوری نہ ہونے پر مرزا صاحب پر لعن طعن شروع ہوئی تو مولانا غزنوی نے بھی مرزا غلام احمد کو لکھا آپ جو فرماتے تھے کہ مباہلہ کے بعد جو باطل ہوگا وہ ذلیل و روسیاہ ہو گا، اب بتایئے کہ ہم دونوں میں سے باطل پر کون ہے اور ذلیل و روسیاہ کون ہوا ہے؟ آپ نے مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی کو لکھا تھا کہ میں اپنے الہام پر ایسا ہی ایمان رکھتا ہوں جیسے کتاب اللہ پر، مرگ آتھم کی پیش گوئی کے جھوٹا نکلنے پر بھی تمہیں اپنے الہام پر وہی ایمان ہے یا کچھ فرق آ گیا؟ پنڈتوں جوتشیوں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برہمنوں کی بھی کوئی نہ کوئی پیش گوئی صحیح نکل آتی ہے لیکن آپ کو اپنی پیش گوئیوں میں ہمیشہ ذلت و نامرادی کی بھیانک صورت دیکھنی نصیب ہوتی ہے، پیش گوئی کی میعاد گزر چکی، آتھم اب پہلے سے زیادہ قومی، تندرست اور صحیح المزاج ہے تمہاری یہ ذلت ورسوائی مباہلہ کا اثر نہیں تو اور کیا ہے؟ اس کے مولانا عبدالحق غزنوی نے لکھا:

اب میں مسلمانوں کو عموماً اور مرزائیوں کو خصوصاً قسم دیتا ہوں کہ میرے اور مرزا کے حال کو دیکھ کر خود ہی اندازہ کرلو کہ مباہلہ کو پندرہ ماہ گزر گئے، اب میرے اوپر مباہلہ کی تاثیر پڑی یا مرزا پر؟ میں ہمیشہ بیمار رہتا تھا، اب کے سال اللہ کے فضل سے میرے بدن پر پھوڑا پھنسی تک نہیں نکلا اور وہ باطنی نعمتیں اللہ عزوجل نے اس عاجز کو عطا کی ہیں جو نہ بیان کرسکتا ہوں اور نہ مناسب جانتا ہوں کہ ان کا اظہار کروں۔ اور مرزا کا حال تو ظاہر ہے اور اس کے مریدوں کا یہ حال ہے کہ اسماعیل ساکن جنڈیالہ بانی مباحثہ امرتسر جس نے مرزا کو مباحثہ کے واسطہ منتخب کیا تھا اور یوسف خان سرحدی جو مدت سے مرزا کا مرید تھا اور محمد سعید خالہ زاد بھائی مرزا کی بی بی کا، یہ سب عیسائی ہوگئے۔

(رئیس قادیان جلد دوم صفحہ 190-191۔)

مولانا غزنوی کا یہ اشتہار بروایت مولانا دلاوری مطبع صدیقی لاہور میں چھپا تھا اور اس پر 14 ربیع الثانی 1312 کی تاریخ درج تھی۔

ناظرین! اس عبارت میں جس اسماعیل کا ذکر ہے یہ وہی شخص ہے جس نے مولانا محمد حسین بٹالوی کے منع کرنے کے باوجود مرزا غلام احمد کو مناظرے کے لیے تجویز کیا تھا، اس کا عیسائی ہوجانا کیا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ عبداللہ آتھم عیسائی کے مقابلہ میں قادیانیت شکست کھا گئی تھی، محمد یوسف خان اور حافظ یوسف نامی سفراء کے مرزائیت سے نکل جانے کے بعد اسماعیل کا عیسائی ہوجانا مرزا غلام احمد پر ایک بہت سخت طمانچہ تھا، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسی باتوں کو دل سے نہیں لگاتے تھے، بس اپنی کہے جاتے تھے۔

ناظرین! جو شخص دنیا میں آیا ہے، اس نے واپس بھی جانا ہے، آتھم بھی اس دنیا سے رخصت ہوا لیکن کب؟ یہ بات مرزا صاحب کی زبانی سنیے وہ کہتے ہیں

مسٹر عبداللہ آتھم 27 جولائی 1896ء کو بمقام فیروزپور فوت ہوگئے۔ (انجام آتھم صفحہ 1)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قارئین! جب جولائی 1896ء میں آتھم مرگیا تو مرزا صاحب کو توجیہات پیش کرنے کا ایک اور موقع ہاتھ آ گیا۔ وہ لکھتے ہیں

ہمارے مخالفوں کو اس میں تو شک نہیں کہ آتھم مرگیا، جیسا کہ لیکھرام مرگیا اور جیسا کہ احمد بیگ مرگیا، لیکن اپنی نابینائی سے کہتے ہیں کہ آتھم میعاد کے اندر نہیں مرا۔ اے نالائق قوم جو شخص خدا کی وعید کے بموجب مر چکا، اب اس کی میعاد، غیر میعاد کی بحث کرنے کی حاجت۔ بھلا دکھلاؤ کہ اب وہ کہاں اور کس شہر میں بیٹھا ہے۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ 155 منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ صفحہ 327)

یہ مرزا صاحب قادیانی کا جدید اور انوکھا علم کلام تھا کہ مرتو گیا، کیا ہوا کہ پیش گوئی کے اندر نہیں مرا، بھلے آدمی پھر پیش گوئی کا کیا مطلب۔ مرنا تو ہر ایک نے ہے، کسی نہ کسی روز۔ بس ان کی منطق عجیب تھی، جیسا کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

قادیان کی اصطلاح ہی جدید ہے، ان کے نزدیک 15 اور 24 ایک ہی ہوتے ہیں، ناظرین حیران ہوکر پوچھیں گے کہ یہ کیا چیستان ہے اور کس طرح اشارہ ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب نے ڈپٹی آتھم (عیسائی پادری) کی موت کے متعلق پندرہ ماہیہ پیش گوئی کی تھی مگر ان کی زندگی اس سے متجاوز ہوگئی تو مرزا صاحب نے منجملہ اور جوابات کے ایک جواب یہ بھی دیا تھا کہ کسی شخص کے حق میں پیش گوئی کی جائے کہ پندرہ ماہ کے اندر کوڑھی ہوجائے گا، اگر وہ پندرہ کی بجائے چوبیس میں ہوجائے تو کیا حرج ہے، وقوعہ تو ہوگیا، وقت کی پابندی کیا چیز ہے (حقیقۃ الوحی) ناظرین کرام اس اصول کے مطابق کوئی بھی پیش گوئی کرنے والا جھوٹا نہیں ٹھہر سکتا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر 19 جنوری 1940 صفحہ 7)

ایک دوسری جگہ مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ

ڈپٹی آتھم مقررہ میعاد سے ایک سال پونے گیارہ مہینے زیادہ گزار کر فوت ہوئے، گویا سود اصل رقم سے زیادہ ہوگیا، اس کے باوجود مرزا صاحب کا کمال دیکھیے کہ آپ اپنے مخالفین کو للکارتے ہوئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہیں کہ بتاؤ اب ڈپٹی آتھم کہاں ہے؟

سنو اسی انداز میں اگر کوئی مخالف تم (مرزائیوں) سے پوچھے کہ بتاؤ اب مرزا صاحب کہاں ہیں تو تم کیا جواب دو گے؟(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر 22 نومبر 1940 صفحہ 5-6)۔

قارئین! آگے بڑھنے سے قبل ہم اس بات کی وضاحت کر دینا چاہتے ہیں کہ آتھم نے رجوع الی الحق کیا تھا یا نہیں؟ وہ خود باقی ماندہ عمر یہی کہتا رہا کہ جو کچھ وہ پہلے تھا اب بھی وہی ہوں، لیکن مرزا صاحب اصرار کرتے رہے کہ اس نے رجوع کر لیا تھا، اس لیے بچ گیا، آج کی نشست میں ہم مرزا صاحب کا ایک فرمان آپ کے سامنے رکھتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ ان کا اپنا اصرار مصنوعی تھا، وہ جھوٹ پر تھے اور آتھم نے رجوع الی الحق نہیں کیا تھا، یہ بات انہوں نے مغضوب اور ضال کی وضاحت کرتے ہوئے فرمائی ہے جیسا کہ ان کے ملفوظات میں لکھا ہے۔

مغضوب علیھم کا آخر موت ہے، اسی طرح والضالین کا بھی آخر موت ہے، مگر آہستہ آہستہ کیونکہ ضلالت کے معنی ہیں راستے سے بہک جانا، بھٹکتے پھرنا، ریگستانوں وغیرہ میں لوگ راستہ بھول کر مر ہی جاتے ہیں، لیکھ رام (ہندو) مغضوب علیہ تھا، اور آتھم ضال، کہ ایک جلدی مر گیا اور ایک آہستہ آہستہ سسکتا ہوا مرا۔ (ملفوظات جلد 4 طبع نومبر 1984 صفحہ 84)

مرزا قادیانی کا یہ ملفوظ اس بات پر دلیل ہے کہ خود مرزا قادیانی کے نزدیک آتھم ضلالت اور گمراہی کی حالت میں مرا ہے اور اس نے رجوع الی الحق نہیں کیا اور جب وہ رجوع نہ کرنے کے باوجود پیش گوئی کی میعاد (چار ستمبر ۱۸۹۴ء) کے اندر مرا بھی نہیں تو اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ مرزا کی پیش گوئی جھوٹی نکلی۔

قارئین! آتھم کا معاملہ مرزائیوں کے گلے میں پھانس کی طرح اٹکا ہوا ہے، مد کے مناظرے میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اس معاملے میں مرزائیوں کے مناظروں کو آڑے ہاتھوں لیا تھا۔ اور جب وہ شکست کھا کر واپس قادیان پہنچے تو مرزا صاحب کئی روز تک ان کی دلجوئی میں مصروف رہے،۔ یہ 1902ء کی بات ہے اور ہم اس کی تفصیلات اس کے اپنے مقام پر عرض کریں گے، آج ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب آتھم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والی پیش گوئی جھوٹی نکلنے پر چاروں طرف سے مرزا صاحب پر حملوں کی بوچھاڑ ہونے لگی تو انہوں نے 1896ء میں ایک کتاب انجام آتھم لکھ کر اس میں کچھ علماء ومشائخ کو مباہلہ کی دعوت دے دی، اس چیلنج کی تفصیلات بھی اگرچہ ہم مناسب مقام پر پیش کریں گے تاہم آج بھی اس سے متعلق کچھ باتیں قارئین کے سامنے رکھے دیتے ہیں۔، سب سے پہلے آپ ان علماء کے اسماء گرامی ملاحظہ فرمالیجیے جن کو مخاطب کیا گیا تھا۔ یہ بزرگ تحریک ختم نبوت میں نمایاں مقام کے حامل ہیں، اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ ان کے نام بھی ہمارے مضمون کا حصہ بن جائیں، ناموں کی ترتیب وہی ہے جو مرزا صاحب نے دی ہے۔

مولوی نذیر حسین دہلوی۔ شیخ محمد حسین بٹالوی اڈیٹر اشاعت السنہ۔ مولوی عبدالحمید دہلوی مہتمم مطبع انصاری۔ مولوی رشید احمد گنگوہی۔ مولوی عبدالحق دہلوی مولف تفسیر حقانی۔ مولوی عبدالعزیز لدھیانوی۔ مولوی محمد لدھیانوی۔ مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ۔ سعداللہ نومسلم مدرس لدھیانہ۔ مولوی احمداللہ امرتسری۔ مولوی ثناءاللہ امرتسری۔ مولوی غلام رسول عرف رسل بابا امرتسری۔ مولوی عبدالجبار غزنوی۔ مولوی عبدالواحد غزنوی ۔مولوی عبدالحق غزنوی۔ محمد علی بوپڑی واعظ۔ مولوی غلام دستگیر قصور ضلع لاہور۔ مولوی عبداللہ ٹونکی۔ مولوی اصغر علی لاہور۔ حافظ عبدالمنان وزیرآباد۔ مولوی محمد بشیر بھوپالی۔ شیخ حسین عرب یمانی۔ مولوی محمد ابراہیم آرہ۔ مولوی محمد حسن مولف تفسیر امروہہ۔ مولوی احتشام الدین مرادآبادی۔ مولوی محمد اسحاق اجراوری۔ مولوی عین القضاۃ صاحب لکھنو فرنگی محلی۔ مولوی محمد فاروق کان پور۔ مولوی عبدالوہاب کان پور۔ مولوی سعیدالدین کان پور رام پوری۔ مولوی حافظ محمد رمضان پشوری۔ مولوی دلدار علی الور مسجد دائرہ۔ مولوی محمد رحیم اللہ مدرس مدرسہ اکبرآباد۔ مولوی ابوالانوار نواب محمد رستم علی خان چشتی۔ مولوی ابوالموید امروہی مالک رسالہ مظہرالاسلام اجمیر۔ مولوی محمد حسین کوئلہ والا دہلی۔ مولوی احمد حسن صاحب شوکت مالک اخبار شحنہ ہند میرٹھ۔ مولوی نذیر حسین ولد امیر علی انبیٹھ ضلع سہارن پور۔ مولوی احمد علی صاحب سہارن پور۔ مولوی عبدالعزیز دینانگر ضلع گورداسپور۔ قاضی عبدالاحد خان پور ضلع راولپنڈی۔ مولوی احمد رامپور ضلع سہارن پور محلّہ محل۔ مولوی محمد شفیع رام پور ضلع سہارن پور۔ مولوی فقیراللہ مدرس مدرسہ نصرت الاسلام واقعہ لال مسجد بنگلور۔ مولوی محمد امین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صاحب بنگلور۔مولوی قاضی حاجی شاہ عبدالقدوس صاحب پیش امام جامع مسجد بنگلور۔مولوی عبدالغفار صاحب فرزند قاضی شاہ عبدالقدوس صاحب بنگلور۔مولوی محمد ابراہیم صاحب ویلوری حال مقیم بنگلور۔مولوی عبدالقادر صاحب پیارم پیٹی ساکن پیارم پیٹ علاقہ بنگلور۔مولوی محمد عباس صاحب ساکن دانمباڑی علاقہ بنگلور۔مولوی گل حسن شاہ صاحب میرٹھ۔مولوی امیر علی شاہ صاحب اجمیر۔مولوی احمد حسن صاحب کنجپوری حال دہلی خاص جامع مسجد۔مولوی محمد عمر صاحب دہلی فراش خانہ۔مولوی مستعان شاہ صاحب سانبھر علاقہ جے پور۔مولوی حفیظ الدین صاحب دوجانہ ضلع رہتک۔مولوی فضل کریم صاحب نیازی غازی پور زمینا۔ مولوی حاجی عابد حسین صاحب دیوبند۔

مباہلہ کے اس چیلنج اور مدعو علماء کا ذکر کرتے ہوئے مرزائی مورخ دوست محمد لکھتا ہے:

حضور (مرزا) نے خدا کے حکم سے اس سال (۱۸۹۶ء میں) ہندوستان کے تمام قابل ذکر علماء اور سجادہ نشینوں کے نام لے لے کر ان کو مباہلہ کی فیصلہ کن دعوت دی۔ گو مباہلہ کی نوبت نہیں آئی لیکن یہ عجیب کرشمہ قدرت ہے کہ آپ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ بے اثر ثابت نہیں ہوئے چنانچہ ۱۹۰۶ء تک ان مخالفین کی اکثریت کا خاتمہ ہو چکا تھا اور باون میں سے صرف بیس زندہ تھے اور وہ بھی کسی نہ کسی بلاء میں گرفتار تھے۔آپ کی وفات کے بعد مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری سلسلہ کے عروج کا مشاہدہ کرنے کے لئے لمبی دیر تک زندہ رہے ۔(الفضل انٹرنیشنل ۱۵۔اپریل ۱۹۹۶ء ص ۱۳ بحوالہ تاریخ احمدیت از دوست محمد شاہد)

اور مرزا غلام احمد صاحب کے چوتھے جانشین مرزا طاہر احمد صاحب نے اس معاملے کا ذکر ایک درس قرآن میں کیا جس کی رپورٹ الفضل میں یوں دی گئی ہے:

درس قرآن نمبر ۲۵ میں مباہلہ سے متعلق مضمون جاری رہا۔حضور (مرزا طاہر) نے بتایا یہاں نساءنا ونساءکم سے مراد صرف بیویاں نہیں بلکہ قوم کی عورتیں مراد ہیں۔حضرت مسیح موعود (قادیانی) کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مباہلوں کی کیفیت اور تفصیل بیان کرتے ہوئے حضور انور (طاہر احمد) نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کی طرف سے ۱۸۹۶ء میں ۱۰۶ لوگوں کے نام بنام مباہلہ کا چیلنج ایک لسٹ میں شائع کیا گیا۔ ان کے نام انجام آتھم میں جو ۱۸۹۶ء میں شائع ہوئی موجود ہیں۔ ان میں ۵۶ مولویوں اور ۴۸ بڑے بڑے پیروں اور سجادہ نشینوں کے نام تھے۔ آپ نے تحدی اور جلال اور پورے یقین کے ساتھ چیلنج دیا کہ وہ میری زندگی میں ہلاک ہوں گے۔ ان میں آمنا سامنا ضروری قرار نہیں دیا۔ اپنا مسلک ان پر اچھی طرح کھولا۔ چیلنج کے ساتھ ایک سال کی شرط نہ تھی اور نہ ہی کسی خاص جگہ کی۔ حضور (مرزا طاہر احمد) نے فرمایا ۱۹۰۷ء تک اس لسٹ میں سے صرف بیس لوگ باقی رہ گئے تھے یعنی دو تہائی مر گئے اور باقی ماندہ آپ کی زندگی میں اس جہان سے رخصت ہوئے اور جو چند بچے ان کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے دل میں توبہ کر لی ہو۔

(مختصرات مرزا طاہر احمد۔ الفضل لندن ۱۳ فروری ۱۹۹۸ء ص ۱۰)

ہم مباہلہ کے مدعووین والی فہرست میں شامل سب حضرات کی تاریخ وفات سے تو آگاہ نہیں ہیں تاہم اتنا جانتے ہیں کہ حاجی عابد حسین دیوبندی کی تاریخ وفات ۱۴ نومبر ۱۸۹۴ء (جمادی الاول ۱۳۱۲ھ) ہے۔ نہ معلوم مرزا صاحب نے انہیں ۱۸۹۶ء میں مباہلے کا چیلنج کیوں دیا تھا؟

ہمیں معلوم ہے کہ اس چیلنج کے بعد مرزا صاحب کے دوران حیات سید نذیر حسین محدث (ف ۱۹۰۲ء)، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد لدھیانوی، مولانا عبدالعزیز لدھیانوی، مولوی سعد اللہ نومسلم، مولوی غلام رسول عرف رسل بابا، مولوی غلام دستگیر قصوری (ف ۱۸۹۶ء) مولوی محمد ابراہیم آروی وفات پا گئے تھے اور بھی ہوں گے جو فوت ہو چکے ہوں۔ لیکن کچھ لوگ مرزا صاحب کی وفات کے وقت یقیناً زندہ تھے جن میں سے کچھ کے نام یہ ہیں۔

مولانا محمد حسین بٹالوی۔ مولانا احمد اللہ امرتسری (ف ۱۹۱۸ء)۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری (ف ۱۹۴۸ء)۔ مولانا عبدالجبار غزنوی (ف ۱۹۱۲ء)۔ مولانا عبدالواحد غزنوی (جو مولانا عبدالجبار کے بعد فوت ہوئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

)۔مولانا عبدالحق غزنوی (ف ۱۹۱۷ء)۔مولانا محمد علی بھوپڑی (ف ۱۹۲۴ء)۔حافظ عبدالمنان وزیرآبادی (ف ۱۹۱۶ء)۔مولانا محمد بشیر سہسوانی (ف ۱۹۱۱ء)۔شیخ حسین عرب یمانی (ف ۱۹۱۰ء)۔مولانا حافظ محمد رمضان پشاوری (ف ۱۹۲۰ء) مولانا عبدالحق حقانی (ف ۱۳۳۵ھ)

قارئین! یہ تو وہ لوگ ہیں جو سید نذیر حسین محدث کے شاگرد ہیں یا ان کے معاصر اہل حدیث ہیں، ان کے علاوہ اور لوگ بھی زندہ ہوں گے جن کا ہمیں علم نہیں ہے اور ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ مباہلہ چونکہ ہوا نہیں تھا اس لئے اس چیلنج کے بعد مرنے یا زندہ رہنے والے کسی کے کذب یا صدق کا نشان نہیں ہیں۔لیکن مرزائی خود ہی زیر دام آتے ہیں جب وہ اس فہرست میں شامل ان افراد کی موت جو مرزا غلام احمد کی زندگی میں مر گئے تھے، اپنی صداقت کا ثبوت بتاتے ہیں جیسا کہ روحانی خزائن کا مرتب لکھتا ہے:

> انجام آتھم میں حضور نے جن ۶۴ سے زائد علماء اور گدی نشینوں کو مباہلہ کے لئے بلایا تھا حقیقت الوحی کی تصنیف تک ان میں سے صرف ۲۰ زندہ تھے اور وہ بھی طرح طرح کے ابتلاؤں اور خدائی غضب کا نشانہ بن کر حضور کے الہام انّی مہین من اراد اہانتک کی تصدیق کر رہے تھے۔
> (روحانی خزائن ج ۲۲ (حقیقت الوحی) ص ب)

اور مرزا طاہر احمد نے کہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے تحدی جلال اور پورے یقین کے ساتھ چیلنج دیا کہ فہرست میں داخل مخالفین اس کی زندگی میں ہلاک ہوں گے، بایں صورت کیا ہم بچ جانے والوں کو اللہ تعالی کی نشانیاں تصور نہ کریں کہ مرزا غلام احمد کی موت کے بعد ان کی زندگیاں اس کی تحدی اور جلال کا مذاق اڑاتی رہی ہیں۔مرزا طاہر احمد کہتا ہے کہ جو بچ گئے، نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے دل میں توبہ کر لی ہو۔کیا وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا عبدالحق غزنوی، مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا حافظ رمضان پشاوری وغیرھم دل سے مرزائی ہو گئے تھے؟

اگر ایسی بات ہے تو مولانا ثناء اللہ صاحب سے عمر بھر مناظرے کس بات پر ہوتے رہے، اور غزنویوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو گالیاں کس جرم میں دی جاتی رہیں؟

یہ بھی کیا خوب ہے کہ دوست محمد شاہد کہتا ہے کہ محمد حسین بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری مرزائیت کا عروج مشاہدہ کرنے کے لئے زندہ رکھے گئے۔

جناب شیخ کا نقش قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی

یعنی جو مر گئے وہ بھی تمہاری صداقت کی نشانی اور جو بچ گئے وہ بھی تمہاری صداقت کی نشانی، تو پھر پیش گوئی کیا تھی، چیلنج کس بات کا تھا؟

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ بچ جانے والے کسی نہ کسی بلاء میں گرفتار تھے، تو کسی دوسرے کا ذکر کرنے کے بجائے خود مرزا صاحب قادیانی کی زندگی کا مشاہدہ کیا ہوتا، وہ تو کہتے ہیں کہ انہیں رات کو یا دن کو سو سو مرتبہ پیشاب آتا تھا۔

(ضمیمہ اربعین نمبر ا۔۳۔منقول از قومی ڈائجسٹ قادیانیت نمبر لاہور ص ۳۱)

یعنی اگر رات کو اوسط دس گھنٹے شمار کر لیا جائے تو ہر چھ منٹ کے بعد انہیں بیت الخلاء جانا پڑتا ہوگا۔ کیا اس سے بڑی کوئی بلا بھی ہو سکتی ہے کہ وہ بیت الخلا جائیں، ایک دو منٹ فراغت میں لگ جائیں، واپس آئیں تو چار پانچ منٹ بعد دوبارہ یرجع الی اصلہ کا نمونہ بن جائیں۔ نیند گئی آرام گیا، کی صورت بنے ہوئے مرقع عبرت مرزا صاحب اپنا بستر ہی شائد بیت الخلاء میں لگا لیتے ہوں گے کہ کون بار بار اٹھ کر آتا رہے۔ اور کیا ان کی رحلت کا واقعہ اس بلاء ہی کی ایک شکل نہیں بن گیا تھا؟

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم۔ ستمبر ۱۹۹۸ء ص ۲۲۔۲۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حاجی امداد اللہ صاحب

(۳۳)

قارئین! آج کی نشست حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے ذکر کے لیے مخصوص کی جا رہی ہے۔،
حاجی صاحب 1817ء بمطابق 1233ھ نانوتہ میں پیدا ہوئے، دہلی میں کچھ تعلیم حاصل کی، پھر
حضرت میاں نور محمد جھنجھانوی سے بیعت ہوئے جس کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ جناب سرور کائنات ﷺ کی مجلس آراستہ ہے۔ آپ بھی حاضر ہونا چاہتے ہیں، لیکن غایت ادب سے قدم آگے نہیں بڑھتے۔، اچانک آپ کے جد امجد حافظ بلاقی تشریف لائے اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر بارگاہ نبوی میں پہنچا دیا۔، آنحضرت ﷺ نے دست مبارک میں آپ کا ہاتھ لے کر حضرت میاں نور محمد کے حوالے فرما دیا۔

(بیس بڑے مسلمان صفحہ 87)

حاجی امداد اللہ صاحب 1260ھ میں حج کے لیے تشریف لے گئے، لکھا ہے

آپ نے خواب میں دیکھا کہ حضور سرور کائنات ﷺ آپ کو طلب فرما رہے ہیں، فرط شوق میں زاد راہ کا بندوبست بھی نہ کر سکے اور خالی ہاتھ روانہ ہو گئے 1262ھ (بمطابق 1846ء) مکہ مکرمہ سے واپسی ہوئی۔ (کتاب مذکور صفحہ 93)۔

1857ء کی جنگ کے بعد آپ کچھ عرصہ روپوش رہے اور جب ہندوستان کی زمین و آسمان کو اپنے اوپر تنگ دیکھا تو 1859ء میں ہندوستان سے ہجرت فرما کر حرم کعبہ میں پناہ گزین ہو گئے۔

(کتاب مذکور صفحہ 95)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ 1317ھ (بمطابق 1899ء) مکہ مکرمہ میں فوت ہوکر وہیں دفن ہوئے اور اکابر علماء ومشائخ مثل مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا محمد یعقوب نانوتوی اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی آپ کے مریدوں میں شامل ہیں۔

پیر مہر علی شاہ صاحب اپنے سفر حج کے دوران حاجی صاحب سے بیعت ہوئے جو 1307ھ بمطابق 1890ء کا واقعہ ہے، پیر مہر علی صاحب فرماتے ہیں:

> عرب شریف قیام کے دوران ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ مجھے اسی جگہ رہائش اختیار کر لینے کا خیال پیدا ہو گیا مگر حاجی (امداد اللہ) صاحب نے ارشاد فرمایا کہ پنجاب میں عنقریب ایک فتنہ نمودار ہو گا جس کا سد باب صرف آپ کی ذات سے متعلق ہے، اگر اس وقت آپ محض اپنے گھر میں خاموش ہی بیٹھے رہے تو بھی علماء عصر کے عقائد محفوظ رہیں گے اور وہ فتنہ زور نہ پکڑ سکے گا۔ (پیر صاحب کا سوانح نگار پھر کہتا ہے) جیسا کہ آپ کی تصنیفات وملفوظات سے ظاہر ہوتا ہے آپ پر بعد میں انکشاف ہوا کہ اس فتنہ سے مراد قادیانیت تھی۔

(مہر منیر۔ مرتبہ مولوی فیض احمد طبع 1987ء صفحہ 129)۔

مولوی عبدالرشید ارشد صاحب نے: بیس بڑے مسلمان، میں پیر مہر علی شاہ کو حاجی صاحب کا ارشاد بایں الفاظ نقل کیا ہے:

> ہندوستان میں عنقریب ایک فتنہ نمودار ہوگا، تم ضرور اپنے وطن چلے جاؤ، اگر بالفرض تم ہندوستان میں خاموش بھی بیٹھے رہو، تو وہ فتنہ ترقی نہ کرے گا اور ملک میں سکون رہے گا۔ (صفحہ (98)

ناظرین! یہ 1890ء کی بات ہے کہ حاجی امداد اللہ صاحب نے سید مہر علی گولڑوی صاحب کو ایک فتنے سے آگاہ فرمایا جو عنقریب ظاہر ہونے والا تھا۔ اس کشف کو بعد ازاں فتنہ قادیانیت پر چسپاں کیا گیا جس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ حاجی صاحب کی روحانی معلومات کے مطابق 1890ء تک قادیانیت کا فتنہ ظاہر نہیں ہوا تھا اور مرزا غلام احمد کے کوئی ایسے عقائد اس وقت تک سامنے نہیں آئے تھے جن کی بنا پر اسے کافر اور فتنے کا بانی قرار دیا جا سکے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت علی مرتضیٰؓ سے کہا گیا تھا کہ ابن ملجم کے ارادے خطرناک لگتے ہیں (یہ وہی شخص ہے کہ جس نے کچھ وقت بعد حضرت علیؓ کو شہید کیا)۔ آپؓ نے فرمایا کہ ارادے خطرناک ہیں تو میں کیا کروں؟ سزا جرم کے ارتکاب پر دی جاتی ہے، امکان پر نہیں دی جاتی۔

حاجی امداد اللہ صاحب 1890ء میں کہہ رہے تھے کہ مرزا غلام احمد نے تاحال جرم نہیں کیا۔ ہاں عنقریب وہ جرم کرے گا۔ اور احناف کے بقول ان کے لدھیانوی علماء نے 1884ء میں اسے سزا بھی سنا دی۔، کیا احناف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان کے شیخ المشائخ کا کشف خام تھا، یا وہ ماضی اور مستقبل میں فرق نہیں کر سکے اور یا احناف، لدھیانہ والوں کو اس بزرگ شخصیت کے علوم و معارف و اختیارات (خواہ جزوی طور پر سہی) کا حامل سمجھتے ہیں جن کا ذکر قرآن پاک کی سورۃ کہف میں ہوا ہے کہ انہوں نے ایک لڑکے کو اس لیے مار دیا تھا کہ کہیں وہ اپنی سرکشی اور کفر سے اپنے والدین کو عاجز اور پریشان نہ کر دے۔ بینوا و توجروا۔

پیر مہر علی گولڑوی کو کیے جانے والے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ حاجی امداد اللہ صاحب کو پتہ چل چکا تھا کہ قادیانیت کا فتنہ ظاہر ہونے والا ہے۔ یہ فتنہ 1891ء میں مرزا غلام احمد کے دعوی مسیحیت کے بعد سامنے آ گیا۔ حاجی امداد اللہ صاحب اس فتنے کے ظہور کے بعد آٹھ سال تک بقید حیات رہے، لیکن اس کی بیخ کنی کے لیے ہند تشریف نہیں لائے۔، ختم نبوت کی مقدس رداء کی جانب ناپاک ہاتھ ہند میں بڑھ رہے تھے، لیکن شیخ المشائخ حجاز میں مثنوی مولانا روم کے درس میں مصروف رہے۔ ان کے ہند نہ آنے کی وجہ ان کا جنگ آزادی میں حصہ لینا قرار دی جائے کہ وہ گرفتاری کے ڈر سے واپس نہیں آنا چاہتے تھے تو بات نہیں بنے گی، اس لیے کہ احناف کے بقول مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی اور لدھیانہ کے علماء نے بھی 1857ء کی جنگ آزادی میں حصہ لیا تھا، اور اگر یہ لوگ ابتدائی پکڑ دھکڑ اور روپوشی کے بعد اس برصغیر میں تاعمر امن و امان سے رہے ہیں اور ان کے جان و مال سے انگریزوں نے تعرض نہیں کیا، تو حاجی امداد اللہ صاحب سے کون سا ایسا خصوصی قصور ہو گیا تھا جس کی بنا پر ان کا خون مباح کر دیا گیا ہو، اور وہ ساری عمر ہند واپسی کا سوچ بھی نہ سکے ہوں۔،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ویسے، اگر انگریزوں نے حاجی صاحب کو نقصان پہنچانا ہوتا، تو یہ کام وہ حجاز میں بھی کروا سکتے تھے۔ مولانا محمود حسن کو بھی تو انگریزوں نے حجاز ہی سے مالٹا بھجوایا تھا، ہند سے تو وہ نکل ہی گئے تھے، جیسا کہ تاریخ سندھ میں لکھا ہے کہ

جب ریشمی خطوط پنجاب کے گورنر مائیکل ایڈوائر تک پہنچ گئے تو شیخ عبدالرحیم کا پیچھا کیا گیا حضرت شیخ الہند نے پولیس کے مظالم سے مجبور ہو کر اپنی داڑھی منڈوادی اور بھیس بدل کر پولیس کے چنگل سے نکل گئے۔

(سندھ کوارٹرلی 1977ء نمبر 2 مضمون مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی صفحہ 19-7۔ منقول از تاریخ سندھ اعجاز الحق قدوسی جلد سوم، اردو سائنس بورڈ لاہور 1984 صفحہ 193-192)

قارئین! شیخ الہند کو اگر حجاز سے گرفتار کروا کے انگریز مالٹا لے جا سکتے تھے تو حاجی امداد اللہ صاحب کو اگر وہ گرفتار کرنا چاہتے تو کون سی مشکل پیش آ سکتی تھی۔، ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ حاجی صاحب تحریک ختم نبوت یعنی اس فتنے کی سرکوبی میں اپنا حصہ ڈالنے کے لیے، جس کے نمودار ہونے کی خبر انہیں دی جا چکی تھی، اس لیے ہند نہیں آئے کہ تحریک آزادی میں حصہ لینے کی وجہ سے انہیں ہند واپسی پر گرفتاری کا ڈر تھا، تو یہ کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ ہاں اگر واقعتاً وہ گرفتاری سے ڈرتے تھے لیکن تحریک ختم نبوت میں حصہ لینا بھی چاہتے تھے تو وہ اپنے بعض مریدوں کے انگریزوں سے خصوصی تعلقات کا فائدہ اٹھا سکتے تھے۔، مولانا محمد قاسم نانوتوی کے صاحبزادے حافظ محمد احمد جو دارالعلوم دیوبند کے مہتمم تھے انگریزوں سے بڑے اچھے تعلقات رکھتے تھے، جیسا کہ جناب ابوسلمان شاہ جہان پوری نے لکھا ہے:

حافظ محمد احمد، مولانا محمد قاسم نانوتوی کے بیٹے تھے۔ 1279ھ 1863ء میں بہ مقام نانوتہ ضلع سہارنپور پیدا ہوئے، سہارن پور، بلند شہر، مراد آباد میں وقت کے اکابر علماء سے تحصیل علمی کی، حضرت مولانا نانوتوی کے علاوہ حضرت شیخ الہند سے بھی نسبت تلمذ رکھتے تھے۔

1886ء میں بحیثیت مدرس دارالعلوم عملی زندگی کا آغاز کیا، 1896ء میں دارالعلوم (دیوبند) کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مہتمم بنائے گئے، مولانا عبیداللہ سندھی کے خلاف مولانا شبیر احمد عثمانی کو آمادہ پیکار کرنے اور ان پر کفر کا فتوی لگوانے میں آپ ہی کا دست کرم پوشیدہ تھا۔ حضرت شیخ الہند کے لیے آپ متعدد مصائب اور تکالیف کا باعث ہوئے، حضرت کے خلاف سہارنپور کے کلکٹر کی معرفت گورنمنٹ کو آپ کی رپورٹیں شائع ہو چکی ہیں، ریشمی خطوط سازش کیس کی ڈائریکٹری میں انہیں انگریزی حکام نے اپنا آدمی بتایا ہے، برٹش حکومت کی خدمات کے صلے میں انہیں شمس العلماء کے خطاب سے نوازا گیا تھا۔ حیدرآباد دکن میں عدالت العالیہ کے عہدہ مفتی پر فائز ہو گئے تھے۔ وہیں انتقال ہوا ۔ 4 ربیع الاول 1347ھ مطابق 21 اگست 1928ء کو حیدرآباد ہی میں سپرد خاک کیے گئے۔ (حضرت شیخ الہند محمود الحسن از ابوسلمان شاہجہانپوری، کراچی 198 صفحہ \\8-167)

قارئین نہ صرف حافظ محمد احمد صاحب انگریزوں سے اچھے تعلقات رکھتے تھے بلکہ ان کے نائب اور جانشین کا بھی یہی حال تھا۔ لکھا ہے:

مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی، مولانا شبیر احمد عثمانی کے بھائی اور مولانا فضل الرحمٰن کے بیٹے تھے۔ تعلیم شروع سے آخر تک دارالعلوم دیوبند میں ہوئی، وہیں مدرس ہوئے، پھر نائب مہتمم بنائے گئے اور حافظ محمد احمد کے بعد صدر مہتمم ہوئے۔ حافظ محمد احمد کے نہ صرف نائب بلکہ ہم خیال و ہم مسلک تھے، ریشمی رومال سازش کیس کی ڈائریکٹری میں حکام نے انہیں بھی حکومت کے وفاداروں میں شامل کیا ہے۔ منتظمین دارالعلوم دیوبند سے مراد یہی دونوں بزرگ ہیں جو حضرت شیخ الہند کو انگریزوں کے قدموں میں جھکانا اور حضرت سے معافی منگوانا چاہتے تھے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (شیخ الہند مولانا محمود حسن، از ابوسلمان شاہجہانپوری، کراچی 1988 صفحہ 8-167)

اور لاہور سے شائع ہونے والے المعارف کے ایک شمارے میں مولانا عبیداللہ سندھی پر شائع ہونے والے ایک مضمون میں ڈاکٹر غلام محمد جعفر نے لکھا ہے کہ

حافظ محمد احمد یوپی حکومت سے خوشگوار تعلق رکھتے تھے اور مولانا محمود حسن کی سیاسی سرگرمیوں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حکومت کو آگاہ کرتے رہتے تھے۔ پہلی جنگ عظیم میں مولانا محمود حسن ترک رہنماؤں سے مل کر آزادی ہند سے متعلق جو پروگرام بنانا چاہتے تھے حافظ صاحب نے مختلف ذرائع سے اس پروگرام کا سراغ لگالیا اور اس سے صوبائی گورنر کو آگاہ کردیا۔ بعد میں حافظ صاحب مرحوم کو شمس العلماء کے خطاب سے نوازا گیا۔ حافظ مرحوم کے عہد تک دارالعلوم دیوبند کے ارباب حل وعقد حکومت وقت سے خوشگوار تعلقات رکھتے تھے۔

(رسالہ مذکورہ صفحہ 71 بحوالہ برطانوی ہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم، دارالعلوم دیوبند جلد اول اسلام آباد 1989 صفحہ 8-247 نیشنل بک فاؤنڈیشن بحوالہ شان محمد: ہندوستانی مسلمان۔ ایک دستاویزی ریکارڈ۔ جلد 5 صفحہ 4-51)

قارئین: اوپر کی گزارشات سے یہ واضح کرنا ہمارا مقصد ہے کہ حاجی صاحب کے ہند نہ آنے کی وجہ یہ نہیں ہوسکتی کہ 1857ء کے بعد کا عشرہ دار و گیر گذر جانے کے بعد بھی انہیں انگریزوں کے عتاب کا ڈر تھا۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ اس لیے واپس ہند آکر تحریک ختم نبوت کے کارکنوں میں اپنا نام لکھوانے کی سعادت سے محروم رہے ہیں کہ وہاں ذکر وفکر اور مثنوی میں گم ہوکر وقت کی نزاکت کا احساس نہ کرسکے۔، جس طرح ان کے مرید مہر علی شاہ صاحب فتنہ کے نمودار ہوچکنے کے بعد 9 سال تک اس سے لاتعلق رہے اور ان کے دوسرے مرید مولانا اشرف علی صاحب تقریباً 20 سال تک لاتعلق رہے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب تاعمر 1899ء تک تحریک سے الگ تھلگ رہ کر حجاز میں بیٹھے رہے۔ مکہ معظّمہ ایک مقدس جگہ ہے، وہاں قیام اور عبادات کی اپنی ایک شان ہے۔ لیکن جیسا کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے اپنے اس صحابی کو جو لشکر سے پیچھے اس لیے رہ گیا تھا کہ وہ مدینہ میں قیام اور نمازیں ادا کرکے بعد میں لشکر سے جا ملے گا، فرمایا تھا کہ جب تمہاری ضرورت لشکر میں ہے تو تمہیں اسکے ساتھ موجود ہونا چاہیے نہ کہ مدینے میں (اوکما قال)۔ اسی طرح جب ہند میں ختم نبوت کی مقدس رداء کی طرف ناپاک ہاتھ بڑھ رہے تھے تو حاجی صاحب کا مکہ معظّمہ میں بیٹھے رہنا غیر مناسب تھا۔، اگر انہیں واقعتاً فتنے کی ظہور کی خبر دے دی گئی تھی تو اس کا مقصد اور کیا ہوسکتا ہے کہ دراصل انہیں یہ کہا گیا تھا کہ واپس ہند جاؤ اور تحفظ ختم نبوت کے لئے کام کرو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمیں افسوس ہے کہ احناف کے شیخ العرب والعجم اور مرشد عالم جن کے شان میں مبالغہ آرائی کرتے ہوئے کبھی کہا جاتا ہے کہ ان کے مہمانوں کے لیے باورچی خانے میں جا کر کھانا پکانے کی خواہش کا اظہار خود حضور نبی کریم ﷺ نے کیا۔ (دیکھیے قسط 24 مضمون ہذا۔) اور کبھی کہا جاتا ہے کہ وہ حضور ﷺ کو اپنے یہاں بلا سکتے تھے، ختم نبوت کے تحفظ کی تحریک میں حصہ نہ لے سکے۔

یہ جو ہم نے حضور ﷺ کو اپنے یہاں بلانے کی بات لکھ دی ہے وہ قاری محمد طیب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کی ایک روایت سے اخذ کی گئی ہے جس کے مطابق قاری صاحب فرماتے ہیں:

احقر نے اپنے حضرت والد صاحب قبلہ (مولانا محمد احمد بن مولانا قاسم نانوتوی) سے ذیل کا واقعہ سنا ہے۔

فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں فیصلہ ہفت مسئلہ چھپا اور اس کی نسبت حضرت مرشد عالم حاجی امداد اللہ قدس سرہ کی طرف تھی، اس لیے ہم لوگوں کو سخت ضیق پیش آئی، موافقت کر نہیں سکتے تھے اور مخالفت میں حضرت کی نسبت سامنے آتی تھی۔ حیرانی تھی۔ اسی دوران میں میں (حضرت والد صاحب) نے خواب دیکھا کہ ایک بڑا دیوان خانہ ہے اور اس میں حضرت حاجی صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ میں بھی حاضر ہوں۔ اور ہفت مسئلہ کا تذکرہ ہے۔، حضرت حاجی صاحب ارشاد فرما رہے ہیں کہ بھائی علماء اس میں تشدد کیوں کر رہے ہیں، گنجائش تو ہے۔ میں عرض کر رہا ہوں کہ حضرت گنجائش نہیں ہے...اسی ردوقدح میں آخر حضرت (حاجی صاحب) نے ارشاد فرمایا کہ اچھا بات مختصر کرو، اگر خود صاحب شریعت فیصلہ فرما دیں پھر؟ میں نے عرض کیا حضرت اس کے بعد کس کی مجال ہے کہ خلاف چل سکے۔، فرمایا کہ اچھا انشاء اللہ اسی جگہ خود حضرت صاحب شریعت ہی ہمارے تمہارے درمیان میں فیصلہ فرما دیں گے۔، والد صاحب نے فرمایا کہ اس بات سے مجھے بے غائت مسرت ہو رہی ہے کہ آج الحمدللہ حضرت صاحبِ شریعت ﷺ کی زیارت نصیب ہوگی ۔اور اسی کے ساتھ حضرت حاجی صاحب کی عظمت اور زیادہ قلب میں بڑھ گئی کہ حق تعالی نے ہمارے بزرگوں کو یہ درجہ عطا فرمایا ہے کہ وہ اپنے معاملات میں براہ راست حضور ﷺ کی طرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رجوع بھی کر سکتے ہیں اور حضور کو اپنے یہاں بلا بھی سکتے ہیں۔، تھوڑی دیر میں حاجی صاحب نے ارشاد فرمایا کہ لو تیار ہو بیٹھو، حضور ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔، اتنے میں دیکھا کہ دیوان خانہ کے سامنے ایک عظیم الشان مجمع نمایاں ہوا۔ قریب آنے پر میں نے دیکھا کہ آگے آگے حضرت ﷺ ہیں، اور پیچھے پیچھے تمام صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین کا مجمع ہے۔ حضور کی شان ہے کہ حلیہ مبارک ہو بہو حضرت گنگوہی ﷺ کا ہے۔ آپ نے فرمایا ہم نے مولانا گنگوہی کا حلیہ اس لیے اختیار کیا کہ تمہیں ان سے محبت اور مناسبت سے..(پھر) حضور نے ارشاد فرمایا کہ حاجی صاحب اب ہمیں اجازت ہے؟ حاجی صاحب نے ادب سے عرض کیا کہ جو مرضی مبارک ہو۔ پس حضور مع سارے مجمع کے اسی راہ سے تشریف لے گئے جس راستے سے تشریف لائے تھے اور میری آنکھ کھل گئی۔ (اشرف السوانح جلد 3 صفحہ 8-357)

قارئین! ملاحظہ فرمائیں نہ صرف یہ کہ وہ شخصیت جو مولائے کائنات ہے ان کی زبان مبارک سے گنگوہی صاحب کو مولانا کہلوایا جا رہا ہے، بلکہ جس کی بارگاہ میں حاضری کی سعادت کو حاصل زندگی سمجھا جاتا ہے انہیں حاجی صاحب اپنے دیوان خانے میں بلا رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے قاری طیب صاحب کی روایت سے حافظ محمد احمد صاحب کے الفاظ کہ حاجی صاحب حضور کو یہاں بلا بھی سکتے ہیں۔ اپنے بزرگوں کی شان میں غلو کرتے ہوئے یہ لوگ فراموش کر دیتے ہیں کہ نبی کی خدمت میں تو سر کے بل چل کے حاضری دی جاتی ہے انہیں بلایا نہیں جاتا، ان کی خدمت میں درخواستیں کی جاتی ہیں کہ وہ اپنے بابرکت قدموں سے ہماری کٹیاؤں کو عزت بخشیں۔، جو لوگ انہیں اپنے دیوان خانوں میں بلانے کی باتیں کرتے ہیں وہ مقام نبوت سے آگاہ نہیں ہیں۔، ہمارے احباب پیر پرستی کے اندھے غار میں گر چکے ہیں وہ پہلے تو حاجی صاحب کو حضور نبی کریم ﷺ کی زیر ہدایت میاں نور محمد سے بیعت کروا کے خانقاہی تصوف کو جناب رسالتمآب کی منظوری عطا کرواتے ہیں، پھر حاجی صاحب کے مریدوں کے لیے کہتے ہیں کہ خود رسول اکرم ﷺ نے کھانا پکانے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ پھر حاجی صاحب کی وفات کے بعد ان کی قبر پر سنت رسول سے صفائی کروائی جاتی ہے جیسا کہ مہر منیر میں مولوی احمد حسن کانپوری کے متعلق لکھا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مکہ معظّمہ میں اپنے شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے مزار پر چھ ماہ قیام کیا اور ہر روز اپنی ریش مبارک سے مزار کو صاف کیا کرتے تھے۔ سبحان اللہ اپنے وقت کے استاد الکل (مولوی احمد حسن) کی اپنے شیخ کے ساتھ یہ نسبت نیاز اور عقیدت۔ (مہر منیر صفحہ 3-72)

قارئین! بتایئے یہ سبحان اللہ کا مقام ہے یا انا للہ وانا الیہ راجعون کا۔ پیر پرستی کے جوش میں سنت رسول کی اس قدر بے ادبی اور وہ بھی ایک استاد الکل کے ہاتھوں مولد رسول میں۔، چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا مانند مسلمانی

قارئین! آخر میں ہم کہنا چاہتے ہیں کہ بعض احناف تحریک ختم نبوت کے آغاز اور اس کے ابتدائی دور میں کام کرنے کا کم وبیش سارا اعزاز اپنے اسلاف کے نامہ اعمال میں ڈال دیتے ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے شیخ المشائخ حاجی امداد اللہ جو انگریزوں کے ڈر سے ہندوستان سے بھاگ گئے تھے اور جنہیں مکہ معظّمہ میں بقول ان کے فتنہ قادیانیت کے عنقریب ظہور کی اطلاع دے دی گئی تھی اور جن کے نام کی الف سے ہمارے دوست تحریک ختم نبوت کا آغاز کرتے ہیں۔ وہ کاروان ختم نبوت کی قیادت یا اس میں شمولیت تو درکنار اس کے غبار سے بھی کوسوں دور بیٹھے رہے۔

چلتے چلتے حاجی امداد اللہ صاحب کے فرمان کو ایک دفعہ پھر دیکھ جایئے،

لکھا ہے کہ فتنے کا سدباب صرف آپ (مہر علی) کی ذات سے متعلق ہے

اگر یہ بات درست ہے تو پھر آپ (اہل حدیث کارکنان تحریک ختم نبوت کی بات تو چھوڑیں) صرف یہ بتادیں کہ آپ کے لدھیانوی، گنگوہی، تھانوی، سہارنپوری، دیوبندی علماء کے پلے میں کیا رہ جاتا ہے۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم اکتوبر ۱۹۹۸ء ص ۲۶۔۲۸ اور ۲۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علماء اہل حدیث کی تاریخی خدمات

اور ایک مفتی صاحب کی تاریخ سے ناواقفیت

(۳۴)

7 ستمبر 1998ء کے روزنامہ جنگ لندن میں ایک معاصر بزرگ جناب مفتی محمد جمیل خاں صاحب کا تحریک ختم نبوت پر ایک مضمون شائع ہوا ہے، آج کی نشست میں ہم اس پر ایک نظر ڈالنا چاہتے ہیں۔

مفتی جمیل خان صاحب نے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی اور تحریک کے مختلف مراحل کا ذکر فرماتے ہوئے لکھا ہے:

> مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے مجدد ہونے پر بیعت کرنے کے لیے لدھیانہ کا انتخاب کیا، کیونکہ وہاں پر اس کے سسرالی رشتہ دار تھے۔ ان لوگوں نے اس کے دعوی مجددیت کو تسلیم کر کے امداد کا وعدہ کیا۔ 1881ء کو ایک عام اجلاس رکھا گیا جس میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے مجدد ہونے کا اعلان کیا۔ جس پر لدھیانہ کے ممتاز عالم دین مولانا عبداللہ نے سختی سے اس کی تردید کی... لدھیانہ کے علماء کرام کو مولانا عبداللہ لدھیانوی نے جمع کیا اور براہین احمدیہ کا بغور مطالعہ کیا اور اس میں تمام کفریہ عبارات اور غلط عقائد کو جمع کیا۔، اس کی روشنی میں علماء کرام سے استفتاء طلب کیا گیا، جس پر تمام علماء کرام نے متفقہ فتوی دے کر اعلان کر دیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی مجدد یا ملہم من اللہ نہیں بلکہ کفریہ عقائد کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

(قادیانیت، تحریک ختم نبوت کا جائزہ۔ از مفتی محمد جمیل خاں روزنامہ جنگ لندن 7 ستمبر 1998)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قارئین مرزا غلام احمد کی پہلی شادی 1850ء کے عشرے میں ہوئی اور پہلی بیوی کا میکہ لدھیانہ نہیں تھا۔اس لیے اس شادی کی بنیاد پر لدھیانہ کو مرزا صاحب کا سسرالی شہر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ پھر مرزا غلام احمد صاحب کے اپنی اس بیوی سے تعلقات 1880ء کے عشرے میں منقطع تھے اور اس کے میکے والے مرزا صاحب سے نالاں تھے نہ کہ ان کے حمائتی۔

مرزا صاحب کی دوسری شادی 27 محرم 1302ھ بمطابق نومبر 1884ء دہلی میں خواجہ میر درد کے خاندان میں ہوئی اور اس شادی کی بات چیت ،لگتا ہے کہ ، 1884ء کے وسط میں کسی وقت شروع ہوئی۔1881ء میں اس شادی کا دور ونزدیک نشان تک نہ تھا۔ہم حیران ہیں کہ کس شادی اور کن سسرالی رشتہ داروں کی وجہ سے مفتی جمیل صاحب 1881ء کے لدھیانہ کو مرزا صاحب کا سسرالی شہر قرار دے کر اور پھر ان سسرالی رشتہ دارں کی امدد کے وعدہ پر 1881ء میں وہاں اجلاس عام منعقد کروا کر مولوی عبداللہ اور دیگر علماء لدھیانہ سے مرزا پر تکفیر کا فتوی جاری کروا رہے ہیں۔ہم جناب مفتی صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ذرا تفصیل کے ساتھ اور بدلائل بتائیں کہ

وہ کس بنا پر 1881ء کے لدھیانہ کو مرزا غلام احمد قادیانی کا سسرالی شہر قرار دے رہے ہیں۔اور ان کے کون سے سسرالی رشتہ دار وہاں مقیم تھے جنہوں نے مرزا کے دعوی مجددیت کو 1881ء میں تسلیم کر کے مدد کا وعدہ کیا تھا۔

۱۸۸۱ء میں ہونے والے اس اجلاس عام کی قدرے تفصیلات بھی بہم پہنچا دیں تو نوازش ہوگی کہ یہ اجلاس لدھیانہ میں کس مقام پر ہوا تھا۔وغیرہ۔

نیز یہ کہ 1881ء تک مرزا غلام احمد کے کون سے ایسے عقائد سامنے آ چکے تھے جن کو بنیاد بنا کر فتوی تکفیر جاری کیا گیا اور وہ فتوی کہاں ہے۔

مفتی جمیل خان صاحب کی ایک اور عبارت پیش خدمت ہے،فرماتے ہیں:

مولانا داؤد غزنوی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے مرزا غلام احمد کا تعاقب شروع کیا۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا کہ 1883ء میں مرزا غلام احمد نے اپنی نجی مجلس میں اپنے آپ کو عیسی بن مریم اور مسیح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موعود کہنا شروع کر دیا۔ (روزنامہ جنگ لندن 7 ستمبر 1998ء)

قارئین! مولانا داؤد غزنوی کی سوانح حیات ان کے صاجزادے مرحوم سید ابوبکر غزنوی نے مرتب کر کے دسمبر 1974ء میں لاہور سے شائع کروائی تھی، اس میں سید ابوبکر غزنوی صاحب لکھتے ہیں:

حضرت والد (مولانا داؤد) ۱۸۹۵ء میں بمقام امرتسر پیدا ہوئے۔ ان کی ایک بیاض جسے وہ بیاض احمر کہتے تھے کے پہلے صفحہ پر ان کے ہاتھ سے لکھی ہوئی یہ عبارت ملی ہے:

اس عاجز (داؤد غزنوی) کی پیدائش کی تاریخ قطعی طور پر تو معلوم نہیں ہو سکی لیکن حکیم عبدالشافی صاحب غزنوی کی تاریخ پیدائش جو میونسپل کمیٹی امرتسر کے دفتر سے معلوم ہو سکی وہ 23 جون 1896ء ہے، ان کی والدہ مرحومہ فرماتی تھیں کہ تم (داؤد) گیارہ ماہ حکیم عبدالشافی سے بڑے ہو، اس حساب سے میری (داؤد) پیدائش اگست 1895ء کے پہلے ہفتہ یا جولائی 1895ء کے آخری ہفتہ میں ہوئی ہے۔ والعلم عنداللہ ۔ (کتاب مذکورہ صفحہ 239)۔

قارئین! تاریخ سے ناواقفیت کا یہ حال ہے کو جو شخص 1895ء میں پیدا ہوا، ہمارے مفتی جمیل صاحب اسے 1883ء بلکہ اس سے بھی پہلے مرزا غلام احمد کے تعاقب میں مصروف دکھا رہے ہیں۔ کاش وہ اپنے مضامین بغرض اشاعت اخبارات و رسائل کو بھیجنے سے قبل اپنے مکتب فکر کے ثقہ اہل علم کو دکھا لیا کریں۔ مولانا داؤد غزنوی کی خدماتِ تحریک ناقابل فراموش ہیں لیکن وہ بیسویں صدی کی بات ہے۔ انیسویں صدی کی نہیں۔ ان کی خدمات میں ایک نمایاں خدمت مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کو میدان میں لانا ہے، جیسا کہ: بیس بڑے مسلمان، نامی کتاب میں خود ایک دیوبندی عالم نے لکھا ہے:

اس وقت شاہ (عطاء اللہ) صاحب صرف اصلاح رسوم پر ہی وعظ کہتے تھے یا دوستوں کی محفلوں میں بذلہ سنجی یا لطیفہ گوئی تک ہی اپنے اوقات کو محدود کیے ہوئے تھے جس کی دو وجوہات تھیں۔ اول تو شاہ صاحب مذہبی لٹریچر سے بہت زیادہ شغف رکھنے کی وجہ سے اخبار بینی کی طرف بہت کم راغب تھے، دوسرے واعظ و خطیب کی حیثیت میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد سوئے اتفاق یا سوچی سمجھی سکیم کے تحت آپ کا تعلق ایک تھانیدار سے اس قدر زیادہ ہو گیا اور باہمی اعتمادی کیفیت یہاں تک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بڑھی کہ نوجوان شاہ جی اس کو اپنا مخلص دوست اور بہی خواہ سمجھتے ہوئے اس کی پسند و ناپسند کو ترجیح دیا کرتے تھے۔، یہ سلسلہ شائد ایک لمبے عرصے تک جاری رہتا لیکن درمیان میں مولانا داؤد غزنوی اور دوسرے سیاسی ذہن رکھنے والے دوستوں سے تبادلہ خیالات نے اپنا اثر چھوڑنا شروع کیا۔ جس کے نتیجہ میں شاہ جی یکا یک خلافت کمیٹی کے اسٹیج سے مسلمانوں کی آواز بن کر سیاسی و مذہبی افق پر چمکنا شروع ہوگئے۔ یہاں تک کہ 1921ء میں مسجد خیر الدین کی ایک تقریر کی پاداش میں تین سال کے لیے میانوالی جیل میں بھیج دیے گئے۔ (بیس بڑے مسلمان۔ صفحہ 5-874)۔

اور آغا عبدالکریم شورش کاشمیری لکھتے ہیں:

اس حقیقت سے شاید کم لوگ واقف ہوں گے پنجاب کے علماء میں سے وہ (مولانا داؤد غزنوی) پہلے عالم دین تھے جنہوں نے تحریک خلافت کے زمانہ میں انگریزی حکومت کے خلاف اپنا پرچم کھولا۔ پہلے شخص تھے جنہوں نے امرتسر میں انگریزی حکومت کے خلاف وعظ وارشاد کا سلسلہ شروع کیا اور یہ شرف تاریخ نے ان کے سپرد کیا کہ وہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو منبر و محراب کے جمود سے کھینچ کر جہد و غزا کے میدان میں اٹھا لائے۔ خود شاہ جی بھی اعتراف فرماتے تھے۔ یہ واقعہ ہے کہ امرتسر کی دینی زندگی میں سیاسی ہلچل ڈالنے کا آغاز انہیں کی بدولت ہوا۔ انہیں پنجاب کے علماء کی جنگ آزادی کا پہلا سالار کہا جا سکتا ہے۔

(شورش کاشمیری کی تحریر مندرجہ سوانح مولانا داود غزنوی۔ مرتبہ سید ابوبکر غزنوی صفحہ 5-64)۔

قارئین! مولانا محمد داود غزنوی کی خدماتِ تحریک کا یہ ایک گوشہ ہے کہ انہوں نے حضرت شاہ عطاء اللہ بخاری مرحوم کو بھی میدان میں لا کھڑا کیا، جنہیں بعد میں بعض حضرات نے امیر شریعت بنا دیا۔، 1930ء کے بعد ان کی خدمات تاریخ کا ایک حصہ ہیں جس کا وہ خدا سے ان شاء اللہ اجر پائیں گے اور اس کے ساتھ ہی مولانا محمد داود غزنوی کو بھی اجر ملے گا کہ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب کو میدان میں وہی لائے تھے۔ الدال علی الخیر کفاعله۔

ان گزارشات کے بعد ہم واپس چلتے ہیں اور آپ کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ سب کچھ بیسوی صدی کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باتیں ہیں، انیسویں صدی میں مولانا محمد داؤد غزنوی کا تحریک میں کوئی حصہ نہیں ہے، اس لیے کہ وہ تو پیدا ہی 1895 میں ہوئے تھے۔ جناب مفتی محمد جمیل صاحب نے تاریخ سے ناواقفیت کی بنا پر اپنے مضمون میں ایک غلط بات لکھ دی ہے۔، ایسی ہی ایک بات دسمبر 1996ء میں برطانیہ سے شائع ہونے والے دیوبندی حضرات کے ایک رسالے میں ایک اور بزرگ نے فرمائی تھی جب انہوں نے لکھا:

> حضرت گنگوہی ہوں یا مولانا نذیر حسین دہلوی، حضرت نانوتوی ہوں، یا مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا عبداللہ غزنوی ہوں یا حضرت تھانوی، سب کا یہی فتوی رہا کہ مرزا غلام احمد کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اس فتوی تکفیر کے بعد نہ حضرت گنگوہی نے اپنی رائے بدلی، نہ مولانا نذیر حسین صاحب نے، نہ مولانا محمد یعقوب نانوتوی نے، نہ مولانا عبداللہ غزنوی نے۔

ہم نے مارچ 1997ء کے ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم میں پوچھا تھا کہ اس فتوی تکفیر کو سامنے لایا جائے جو مرزا غلام احمد کے بارے میں مولانا عبداللہ غزنوی نے دیا تھا کیونکہ درج بالا عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ محرر کی تحقیق کے مطابق مولانا عبداللہ غزنوی نے بھی مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر کا فتوی دیا تھا۔ ہمارے اس سوال کو ڈیڑھ سال سے اوپر ہو گیا۔ ہمارے مخاطب سے لگتا ہے گویائی چھن گئی ہے، اس سوال کا جواب نہیں دیا جا سکا اور دیں بھی کیسے؟ مولانا عبداللہ غزنوی تو 15 فروری 1881ء کو فوت ہو گئے تھے، اس وقت تک نہ مرزا غلام احمد قادیانی نے مجدد ہونے کا دعوی کیا تھا، نہ مسیح و مہدی ہونے کا۔، اس وقت تک اس کا کفر و اسلام زیر بحث ہی نہیں آیا تھا، کفر کا فتوی کون دیتا۔

مولانا عبداللہ غزنوی مرحوم کا کوئی فتوی تکفیر دربارہ مرزا غلام احمد اس کرہ ارض پر موجود ہی نہیں ہے، سامنے کیسے لائیں گے؟ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ تحریک ختم نبوت کی تاریخ پر مضامین لکھنے والے اگر اپنی نگارشات ثقہ اہل علم کو اشاعت سے پہلے دکھا لیا کریں تو مناسب رہے گا۔،

یہ کتنا بڑا حادثہ ہے کہ وہ لوگ تحریک ختم نبوت کی تاریخ پر مضامین لکھ رہے ہیں جن کو یہ بھی معلوم نہیں کہ حکیم نور دین کی موت کے بعد جو شخص مرزائیوں کا دوسرا سربراہ بنا وہ مرزا بشیر احمد ایم اے نہیں بلکہ مرزا بشیر الدین محمود تھا، جیسا کہ جنگ لندن 7 ستمبر 1998ء کے مضمون میں انہوں نے لکھ دیا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

1914ء میں حکیم نوردین رخصت ہوا، تو مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر احمد ایم اے خلیفہ مقرر ہوا۔ حالانکہ یہ بشیر احمد ایم اے اپنے باپ کی سوانح حیات سیرۃ المھدی کا مرتب تو ہے لیکن اسے کبھی خلافت امت مرزائیہ کے قریب نہیں آنے دیا گیا، سربراہی کا منصب مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا محمود احمد کے پاس رہا جسے بشیر الدین محمود بھی کہا جاتا ہے اور یہ شخص ایم اے، بی اے تو کیا، شاید میٹرک پاس بھی نہیں تھا۔

قارئین! ہم مفتی جمیل خان صاحب سے عرض کرنا چاہتے ہیں کہ مولانا محمد داؤد غزنوی کی خدمات اگرچہ تحریک ختم نبوت میں نہایت وقیع ہیں لیکن وہ تحریک کے سابقون الاولون میں نہیں ہیں، یہ مقام جن لوگوں کو حاصل ہے انہیں مفتی صاحب اور ان کے ہم قبیلہ فراموش کیے ہوئے ہیں۔ ہم ذیل میں ان چند اہل حدیث بزرگوں کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے انیسویں صدی کے آخری عشرے اور اس کے بعد بیسوی صدی کے ان آٹھ برسوں میں قادیانیت کے ردّ میں کام کیا جب کہ مرزا غلام احمد زندہ تھا۔ ان بزرگوں میں سب سے نمایاں نام مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کا ہے جیسا کہ مرزا غلام احمد نے ایک مرتبہ مولانا محمد حسین بٹالوی کی تحریروں سے تنگ آ کر لکھا تھا:

> دنیا میں کسی قوم میں کوئی ایسا شریف نہیں ہے کہ اگر وہ تمام گندے کاغذ جن کا نام اشاعۃ السنۃ اس نے رکھا ہے مع ان اخباروں کے پرچوں کے جو وقتاً فوقتاً اس شخص کے دوست ہم جنس جعفر زٹلی نے نکالے جن میں یہ گندی باتیں ہیں اس کے سامنے رکھی جائیں تو وہ یہ رائے ظاہر کر سکے کہ کوئی بھلا مانس اور نیک فطرت اور نیک اصل اور متقی اور شریف ایسی تحریروں کو روا بھی رکھ سکتا ہے... تمام تحریریں اس شخص اور اس کے دوست جعفر زٹلی کی موجود ہیں جس وقت کوئی مانگے میں پیش کر سکتا ہوں یہی شخص ہے جو فرقہ موحدین کا ایڈووکیٹ کہلاتا ہے، پس جب کہ اس فرقہ کے ایڈووکیٹ کے یہ حالات ہیں تو ان لوگوں کے حالات جن پر ان کا اثر ہے خود قیاس کر لیں، میں اس شخص (مولانا بٹالوی) کی سخت بدزبانیوں، گندہ دہنیوں سے سخت مظلوم اور ضرر رسیدہ ہوں۔

(روحانی خزائن جلد 15 تریاق القلوب صفحہ 328)

قارئین! مرزا غلام احمد کے دعوی مسیحیت کے بعد مولانا محمد حسین بٹالوی کے شب و روز اس کی تردید

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں گزرتے رہے، تقریر کے ذریعے، مباحثوں کے ذریعے، مضامین کے ذریعے، اخباری بیانات کے ذریعے، مرزا اور مسلمانوں کو لکھے گئے خطوط کے ذریعے، دور دراز کے تبلیغی اسفار کے ذریعے، وہ تحریک ختم نبوت کے کام کو چلاتے اور آگے بڑھاتے رہے۔

نیز اس ضخیم فتوے کے علاوہ جو مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرتب کر کے حضرت سید محمد نذیر حسین محدث کی مہر کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر کے بارے میں شائع کرایا تھا اس کی درج ذیل تحریریں بھی تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور میں سامنے آئی تھیں۔ قادیانی کی گیدڑ بھبکی۔ اعاذہ رحمانی اور وساوس قادیانی۔ درخواست مباہلہ۔ اعتراض و دشنام دہی کا جواب۔ قادیانی کی تازہ دروغ گوئی۔ تبدیلی ناگہانی۔ قادیانی پر فتح یابی اشاعۃ السنۃ کا شکرانہ۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ تکملہ مضمون لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ حرام زادہ کے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب۔ فرضی زوجہ۔ قادیانی اور عیسائیوں کی باہمی جنگ۔ جنگ مقدس (مرزا کی تصنیف) پر اسلامی رائے۔ خیالی مسیح اور اس کے فرضی حواری سے گفتگو۔

مولانا محمد حسین بٹالوی کی یہ سب تحریریں انیسویں صدی کے آخری عشرے کی ہیں جب مرزا غلام احمد قادیانی خود زندہ تھا۔

مولانا محمد حسین بٹالوی کے علاوہ مرزا غلام احمد کی زندگی میں جن اہل حدیث بزرگوں نے اس کے خلاف جہاد کیا ان میں یہ حضرات بھی شامل ہیں۔

حضرت سید نذیر حسین محدث جن کا فتوی تکفیر مشہور عالم ہے۔

مولانا اسماعیل علی گڑھی جن کی کتاب اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح ہے۔

مولانا قاضی سلیمان منصور پوری جن کی کتابیں غایت المرام ۱۸۹۳ء اور تائید الاسلام ۱۸۹۸ء قادیانیوں کے تعاقب میں شائع ہوئیں۔

شیخ حسین بن محسن انصاری نزیل بھوپال جن کی کتاب الفتح الربانی مرزا کی زندگی میں شائع ہوئی۔

مولانا جعفر تھانیسری جنکی تائید آسمانی در ردنشان آسمانی 1892ء میں شائع ہوئی

مولانا محمد بشیر سہسوانی جن کی کتاب الحق الصریح فی اثباۃ حیاۃ المسیح 1891ء میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دہلی میں ہونے والے مباحثے کی روئیداد ہے۔،

مولانا منشی الٰہی بخش لاہوری جن کی کتاب عصائے موسیٰ، مرزا غلام احمد کی زندگی میں شائع ہوئی۔،

اس کے علاوہ مولانا عبدالحق غزنوی کے اشتہارات مرزا قادیانی کے خلاف شائع ہوتے رہے۔، ایک اشتہار کا عنوان تھا ضرب النعال علی وجه الدجال جو 1897ء میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر عبدالحکیم خان جو کسی خاص مسلک سے وابستہ معلوم نہیں ہوتے، لیکن وہ مولانا قاضی سلیمان منصور پوری کی تبلیغ سے مرزائیت سے تائب ہوکر مسلمان ہوئے تھے، المسیح الدجال نامی کتاب کے مصنف ہیں، جو مرزا غلام احمد کی زندگی میں شائع ہوئی۔

مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری کی بے شمار کتابیں تردید مرزائیت میں موجود ہیں جو اکثر مرزا غلام احمد قادیانی کی موت کے بعد شائع ہوئی تھیں لیکن کم از کم دو کتابیں مرزا کی زندگی میں سامنے آئیں جو یہ ہیں: الہامات مرزا۔ ہفوات مرزا۔، اس کے علاوہ اہل حدیث امرتسر میں ان کے مضامین مرزا کے خلاف مرزا غلام احمد کی زندگی میں شائع ہوتے رہے ہیں۔،

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کی وہ تصانیف جو مرزا کی زندگی میں شائع ہوئیں وہ یہ ہیں۔ تردید مغالطات مرزائیت 1902)ء۔ سلم الوصول فی اسرار اسراء الرسول و نزول الملائکه 1905)ء الخبر الصحیح عن قبر المسیح 1907)ء) ختم النبوة بعموم الدعوة جامعة الشریعه 1907)ء شھادۃ القرآن حصہ اول 1321ھ میں اور حصہ دوم 1323ھ ہیں۔

ان بزرگوں کے علاوہ جو اصحاب علم وفضل مرزا کی زندگی میں تحریک ختم نبوت میں سرگرم رہے، ان میں لکھوی خاندان کے مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ، مولانا محمد حسین بن محمد بن بارک اللہ اور مولانا محی الدین عبدالرحمٰن شامل ہیں، ان علماء نے سید نذیر حسین محدث والے فتوی پر دستخط فرمائے اور تحریر وتقریر سے تحریک میں سرگرم رہے، مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی اپنے عقیدت مندوں کو لکھے جانے والے خطوط کے ذریعے بھی تحریک کا کام آگے بڑھاتے رہے اور آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے نشان آسمانی والے چیلنج کا بھی دندان شکن جواب دیا تھا، جس کی تفصیلات اس مضمون سے پہلے گزر چکی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غزنوی خاندان کے جو علماء مرزا کی زندگی میں مرزائیت کے خلاف سرگرم عمل رہے ان میں امام عبدالجبار غزنوی، مولانا احمد بن عبداللہ غزنوی، مولانا عبدالصمد غزنوی، مولانا عبدالواحد غزنوی، مولانا عبدالرحیم غزنوی، مولانا عبدالغفور بن محمد بن عبداللہ غزنوی اوراس خاندان کے وابستگان میں سے مولانا عبدالحق غزنوی مباہل مرزا قادیان شامل ہیں۔ان غزنوی بزرگوں نے مرزا پر لگنے والے فتوی تکفیر پر دستخط فرمائے۔اپنے عقیدت مندوں اورعوام اہل اسلام کوتقریری طریق پراس فتنے سے آگاہ کیا۔ادھرادھر لکھے جانے والے خطوط اوراشتہارات کے ذریعے تحریک چلائی۔چاچڑاں والے پیرخواجہ غلام فرید کواس فتنے سے آگاہ کرنے کی کوشش فرمائی۔گولڑہ والے پیرصاحب جب 1900ء میں میدان میں اترے توان کے کاموں کی تحسین فرما کرانہیں اخلاقی حمایت فراہم کی اورمرزا غلام احمد سے امرتسر میں مباہلہ کر کے اسے انجام تک پہنچایا۔

قارئین!اہل حدیث علماء کاایک خاندان خان پورضلع ہزارہ میں آباد تھا جنہیں قاضیان خانپور بھی کہا جاتا ہے۔اس خاندان کے قاضی عبدالاحد بن قاضی محمد حسن، قاضی ابواسماعیل یوسف حسین اورقاضی محمد بن محمد حسن خانپوری تحریک ختم نبوت میں مرزا کے دوران حیات سرگرم رہے۔ان بزرگوں نے ہزارہ اور پنجاب کے علاقوں میں پوری جانفشانی سے تقریری اورتحریری محاذ پر کام کیا،اسی طرح راولپنڈی کے مولانا ہدایت اللہ اور پشاور کے مولانا حافظ محمد رمضان تلمیذ سید نذیر حسین محدث نے مرزا کی زندگی میں ردمرزائیت میں قابل قدر کام کیا۔اور جیراج پور کے مولانا سلامت اللہ اور رئیس لدھیانہ مولانا محمد حسن بھی اس محاذ پر سرگرم رہے۔،ان بزرگوں نے تکفیر مرزا کے فتوی پر دستخط بھی فرمائے۔دہلی سے مولانا عبدالمجید، مولانا حفیظ اللہ خان، سید ابوالحسن، سید عبدالسلام، مولانا تلطف حسین مرزا کی زندگی میں تحریری وتقریری محاذ پر سرگرم عمل رہے۔امرتسر میں مولانا ثناء اللہ مرحوم کے علاوہ مولانا احمد اللہ امرتسری، تحریک ختم نبوت میں سرگرم رہے اوران کا اسم گرامی ان بزرگوں میں شامل ہے جن کومرزا نے ۱۸۹۶ء کے مباہلے والے اشتہار میں مخاطب کیا ہے۔بنارس کے جو علماء مرزا کے دوران حیات اس کے خلاف سرگرم رہے ان میں مولانا محمد عبدالرحمٰن بنارسی اور مولانا حکیم محمد حسین بنارسی شامل ہیں۔عظیم آباد کے محدث حضرت مولانا محمد شمس الحق صاحب عون المعبود اور مولانا محمد اشرف علی بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحریک کے سابقون الاولون میں شامل ہیں۔اور غازی پور کے استاد العلماء حافظ عبداللہ محدث (ف 1918ء)اور رحیم آباد کے مجاہد آزادی اور فاتح مناظرہ مرشد آباد مولانا عبدالعزیز (ف 1918ء) کو بھی تحریک کے ابتدائی دور سے ہی مرزا کا تعاقب کرنے کی سعادت حاصل ہے۔بانی مدرسہ احمدیہ آرہ مولانا محمد ابراہیم تلمیذ شیخ الکل اور استاد پنجاب حافظ عبدالمنان وزیر آبادی بھی مرزا کے دوران حیات تحریک میں سرگرم رہے، ان بزرگوں نے فتوی تکفیر پر دستخط بھی فرمائے اور تقریری محاذ پر بھی گراں قدر کام کیا، پنجاب کے دیگر علماء اہل حدیث جن کو مرزا کی زندگی میں اس کے خلاف کام کی سعادت حاصل ہے ان میں مولانا عبیداللہ المعروف غلام حسن سیالکوٹی، مولانا محمد شاہ دین سوہدروی، مولانا حافظ محمد حسین مسجد چینیا نوالی لاہور، مولانا رحیم بخش مصنف سلسلہ تعلیم الاسلام اور مولانا محمد علی واعظ بوپڑی شامل ہیں۔

قارئین! اوپر جعفر زٹلی صاحب کا ذکر ہوا ہے، یہ مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کے شاگرد اور دوست تھے۔ان کے ایک اور ساتھی ابوالحسن تبّتی تھے۔ یہ دونوں بزرگ قادیانیت کے تعاقب میں سرگرم رہتے تھے۔ تحریک میں ان کا کام بہت سے ایسے علماء سے زیادہ ہے جن کو اس میدان میں قائدین کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے۔مرزا صاحب ان سے از حد نالاں تھے، ان بزرگوں کی جانب سے شائع شدہ اشتہارات کی فہرست اس نے اپنی کتاب کشف الغطا (روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 4-203) میں دی ہے اور ایک اشتہار اس نے اپنی ایک کتاب میں بطور نمونہ درج کیا ہے۔ہم اسے یہاں نقل کرتے ہیں، جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ بزرگ کس طمطراق سے تحریک میں سرگرم تھے۔

> دجال کادیانی کو ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر گورداسپورہ نے دبایا اور اس سے عہد لے لیا کہ آئندہ دل آزار الفاظ سے زبان کو بند رکھے (چنانچہ اشاعۃ السنۃ نمبر 9 جلد 18 کے صفحہ 259 میں بتفصیل بیان ہوا ہے)اور اس وجہ سے اس کو مجبوراً الہام کے ذریعہ لوگوں کی دل آزاری کو بند کرنا پڑا اور الہامی گولے چلانا، یا یوں کہو کہ گوز چھوڑنا ترک کرنا ضروری ہوا۔اور پھر الہامی دلآزاری کے سوا اس کا کام بند ہونے لگا اور اس کی دوکانداری میں نقصان واقع ہوا تو یہ کام اس نے اپنے نائبین ...کے ذریعہ شروع کر دیا..اس کے چند نائبین ...لاہور ولدھیانہ و پٹیالہ وشملہ نے مولانا ابوسعید محمد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حسین صاحب کے نام اس مضمون کے اشتہار جاری کیے ہیں کہ وہ بمقام بٹالہ کادیانی کے ساتھ مباہلہ کرلیں اوراس مباہلہ کا اثر ظاہر نہ ہونے کی صورت میں آٹھ سوپچیس روپیہ انعام لیں...میں ان لوگں کی جرات وحیا پر تعجب کرتا ہوں کہ باوجودیکہ مولانا مولوی صاحب اشاعۃ السنۃ نمبر 12,8 جلد 15 کے صفحہ 313,188,166 اورنمبر 3 جلد 18 کے صفحہ 86 اوردیگر مقامات میں کادیانی سے مباہلہ کے لیے مستعدی ظاہر کرچکے ہیں اوراس سے گریز وانکاراس کادیانی بدکار کی طرف سے ہوا ہے نہ مولانا موصوف کی طرف سے، پھر یہ لوگ کس منہ سے مولانا صاحب کومباہلہ کے لیے بلاتے ہیں اورشرم وحیا سے کچھ کام نہیں لیتے۔اسی وجہ سے مولوی صاحب ان مجاہیل کی فضول لاف و گزاف کی طرف توجہ نہیں کرتے اوران لوگوں کومخاطب بنانا نہیں چاہتے۔البتہ ان کے مرشد دجال اکبر، اکذب العصر، سے مباہلہ کرنے کے لیے ہروقت بغیر کسی شرط کے مستعد وتیار ہیں۔اگر کادیانی اپنی طرف سے دعوت مباہلہ کا اشتہار دے یا کم سے کم یہ مشتہر کردے کہ اس کے مریدوں نے جواشتہار دیے ہیں وہ اس کی رضامندی وترغیب سے دیے ہیں،اس میں مولوی صاحب ممدوح اپنی طرف سے کوئی شرط پیش نہیں کرتے،صرف کادیانی کی شرط ومیعاد ایک سال کواڑا کر یہ چاہتے ہیں کہ اثر مباہلہ اسی مجلس میں ظاہر ہو یا زیادہ سے زیادہ تین روز میں...اورقبل از مباہلہ کادیانی اس اثر کی تعیین بھی کردے کہ وہ کیا ہوگا...اوردرصورت نہ ہونے ظاہر اثر مباہلہ کی مولوی صاحب کچھ نقدانعام لینا نہیں چاہتے صرف وہی سزا تجویز فرماتے ہیں جو کادیانی نے عبداللہ آتھم کے متعلق پیشگوئی پوری نہ ہونے کی صورت میں اپنے لیے خود تجویز کی تھی کہ اس کا منہ کالا کیا جاوے،اس کو ذلیل کیا جاوے (دیکھو جنگ مقدس میں آخری پرچہ قادیانی کا صفحہ اخیر) پس ہم کو یہ شرط منظور ہے لیکن اس روسیاہی کے بعداس کوگدھے پرسوار کرکے کوچہ بکوچہ ان چاروں شہروں میں پھرایا جاوے اور بجائے دینے جرمانہ یاانعام آٹھ سوپچیس روپیہ کے صرف آٹھ سوپچیس جوتے...حضرت اقدس (اکذب) کے سرمبارک پر رسید ہوں جن کو انہیں چاروں مواضع کے مرید...آپ کی نذر کریں اوراس کفش کاری اور پاپوش بازی کے بعد پھرگدھے کی سواری پرآپ کا جلوس نکلے اورآگے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آگے آپ کے مخلص مرید بطور مرثیہ خوانی یہ مصرع پڑھتے جاویں:

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی.

اور یہ بیت اردو

اڑاتا خاک سر پر جھومتا مستانہ آتا ہے
یہ کھاتا جوتیاں سر پر مرا دیوانہ آتا ہے

راقم سید ابوالحسن تبتّی حال وارد کوہ شملہ سنجولی 31 اکتوبر 1898ء

ضروری نوٹ۔ یادداشتیں

عربی نویسی میں دجال کادیانی کا مقابلہ کرنے سے گریز یا اعراض کو جوان نائبین دجال نے مولوی صاحب موصوف کی طرف منسوب کیا ہے اس میں بھی ان گناموں نے دجال اکبر کی سنت پر عمل کیا ہے، مولوی صاحب موصوف اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر 8 جلد 15 کے صفحہ 159 میں کادیانی کو عربی میں مقابلہ کے لیے للکار چکے تھے، پھر نمبر 12 جلد 15 میں کادیانی کی عربی نویسی کا اچھی طرح بخیہ ادھیڑ چکے ہیں مگر اس گروہ بے شکوہ نے شرم وحیا کو نصیب اعداء سمجھ کر ان دعاوی باطلہ و اغلیط عاطلہ کادیانی کا اعادہ کر کے گڑے مردے اکھاڑنے کو عمل میں لا کر لوگوں کو دھوکہ دیا ہے، ان میں ذرہ شرم ہوتی تو وہ اشاعۃ السنۃ کے ان مقامات کو پڑھ کر ڈوب مرجاتے اور پھر عربی نویسی کا دعوی زبان پر نہ لائے مگر یہاں شرم کہاں..

کادیانی کا مستجاب الدعوات ہونے کا جو ان شیخ چلی کے شاگردوں نے دعوی کر کے اس میں مولوی صاحب سے مقابلہ چاہا ہے اسکا جواب مولوی صاحب اشاعۃ السنہ نمبر 1 جلد 14 میں 1891ء اور نمبر 1 جلد 16 بابت 1895ء کے صفحہ 145 وغیرہ میں دے چکے ہیں۔ مگر ان حیا کے دشمنوں نے حیا سے قسم کھا کر انہی پچھلی باتوں کا اعادہ شروع کر دیا ہے، ہم کہاں تک جوابات کا اعادہ کرتے جاویں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولوی سید ابوالحسن صاحب تبتّی نے جواباً 825 روپیہ انعام کے بدلے آٹھ سو پچیس جوتے کادیانی کے لیے تجویز کیے ہیں، اس پر حضور اینجانب کی صاد ہے لیکن ساتھ ہی اس کے اس قدر رعایت ضروری ہے کہ اگر حضرت اقدس (اکذب) کادیانی اس قدر جوتوں کے بذات شریف ونفس نفیس متحمل نہ ہوسکیں اور سر مبارک حضرت اکذب کا گنجہ ہوجاوے یا جوتوں کی مار سے آپ کو الہامی قبض لاحق ہوجاوے تو باقی ماندہ آپ کے نائبین جنہوں نے گمنام اشتہارات دیے ہیں آپس میں اس طرح بانٹ لیں کہ لاہور والے مخلص گمنام پٹیالہ والوں کو اور لدھیانہ والے شملہ والوں کو اور پٹیالہ والے لدھیانہ والوں کو اور اس طرح وہ ایک دوسرے کو بطور ہمدردی مدد دیں، ہم اس پر اصرار نہیں کرتے کہ وہ سب کے سب جوتے حضرت اقدس (اکذب) ہی کے سر پر پورے کیے جاویں، یہ امر بحکم آیت: لا یکلّف اللہ نفساً الا وسعھا ۔ہم کو پسندیدہ نہیں اور عام ہمدردی انسانی اور اصول اخلاق کے بھی مخالف ہے۔

.الراقم احقر العباد ملہم ربانی ملا محمد بخش لاہور 10 نومبر 1898ء

محمد بخش قادر مینجر اخبار جعفر زٹلی تاج الہند پریس، لاہور۔

قارئین! یہ تو وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں ہم جانتے ہیں کہ انہوں نے مرزا کو برسر میدان للکارا تھا، مفتی جمیل خان صاحب نے بھی ایک ایسے شخص کا ذکر کیا ہے لیکن ہمیں معلوم نہیں کہ اس شخصیت کی تحریک ختم نبوت میں کیا خدمات ہیں۔ آپ ان کے مضمون سے دیے گئے اقتباسات میں سے وہ اقتباس دیکھیں جہاں انہوں نے مولانا داؤد غزنوی کے ساتھ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا ذکر کیا ہے اور ہم مفتی صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ ہماری معلومات میں اضافے کی خاطر براہ کرم اپنی کسی آئندہ تحریر میں پانی پتی صاحب کی خدمات تحریک پر بھی روشنی ڈال دیں، ممنون ہوں گے۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم۔ نومبر دسمبر ۱۹۹۸ء۔ ص ۲۲۔۲۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خانپور اور گھڑیالہ

(۳۵)

تحریک ختم نبوت میں خانپور (ہزارہ، پاکستان) کے قاضی محمد حسن کے دو بیٹے قاضی محمد اور قاضی عبدالاحد، السابقون الاولون کے زمرہ میں شامل ہیں، آج کی نشست میں ہم ان کے مختصر حالات زندگی اور خدماتِ تحریک کا ذکر کرتے ہیں۔

قاضی محمد 3 مئی 1854ء بمطابق شعبان 1270ھ میں پیدا ہوئے، قاضی عبدالاحد ان کے بھائی ہیں، مقامی علماء سے پڑھ کر دونوں بھائی امرتسر امام عبدالجبار غزنوی اور وزیر آباد استاد پنجاب حافظ عبدالمنا ن کے پاس حاضر ہوئے اور زانوئے تلمذ طے کیا۔ تکمیل کے لیے دونوں بھائی شیخ الکل سید نذیر حسین محدث کے ہاں دہلی حاضر ہوئے اور 1292ھ (1875)ء میں سند فراغت حاصل کی، اس کے بعد انہوں نے جموں جا کر حکیم نور دین سے (فتنہ مرزائیت کے ظہور سے قبل) علم طب کی تحصیل کی۔

1891ء میں مرزا غلام احمد کا دعوی مسیحیت سامنے آیا تو اہل حدیث علماء اپنے شیخ مولانا سید نذیر حسین کی قیادت میں اس فتنے کی بیخ کنی کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے، مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم و مغفور نے تکفیر مرزا کا فتوی مرتب کیا اور اسے سید نذیر حسین مرحوم کی مہر سے مزین کرایا۔ اسے جاری کرنے سے قبل جن علماء سے اس پر تائیدی دستخط کروائے ان میں خانپور کے یہ دونوں بھائی بھی شامل ہیں، یہ 1891ء کی بات ہے۔ ان دستخطوں کے باعث یہ دونوں سابقون الاولون میں شامل ہو گئے اور پھر تقریر و تحریر کے ذریعے تحریک میں سرگرم رہے۔ 1896ء میں وہ اس مقام پر پہنچ چکے تھے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جن علماء عصر کو مباہلے کا چیلنج دیا ان میں قاضی عبدالاحد کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قاضی عبدالاحد صاحب ایک مدت تک زیرہ میں مقیم رہے جہاں مرزائیوں کا بہت زور تھا، وہاں انہوں نے ایک مرزائی سے مباہلہ کیا اوران کا زور توڑ کر واپس وطن گئے، جب 1900ء میں پیر مہر علی شاہ صاحب مرزا کے مقابل ہوئے تو قاضی عبدالاحد نے ان کی ہر ممکن اعانت اور حوصلہ افزائی کی، یہ داستان پیر صاحب کے نام لکھے گئے اس خط میں محفوظ ہے جو قاضی صاحب نے 14 اگست 1907ء کو بذریعہ رجسٹری بھیجا تھا اور جس کی نقل انہوں نے اپنے رسالہ عشرہ کاملہ کے آخر میں درج فرمائی ہے۔ یہ خط اس وقت کا ہے جب پیر صاحب اور قاضی صاحب کے درمیان بعض معاملات میں اختلافات پیدا ہوگئے تھے، قاضی عبدالاحد صاحب نے پیر مہر علی شاہ صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے اس خط میں لکھا:

میرے آپ کے دوستانہ تعلقات دیرینہ موجود تھے، مرزائیوں کے مقابلہ میں میں آپ کا دست راست بنا رہا، مرزا کے مقابلہ میں آپ کی ڈھارس بندھائی یہ کہہ کر کہ مقابلہ ہوا تو ہم خود کریں گے۔ 1900)ء میں لاہور آپ کا ہمراہی بن کر گیا، سیف چشتیائی کی تالیف میں آپ کی علمی مدد کی، مولانا محمد بشیر سہسوانی کی تصنیف رد مرزا (الحق الصریح فی اثباۃ حیاۃ المسیح) میں نے آپ کو مہیا کی جس سے آپ نے بھرپور استفادہ کیا لیکن اس کا ذکر کتاب میں نہ کیا۔ مرزا قادیانی کے قابل اعتراض اقوال کو اس کی متعدد تصانیف سے مولانا ہدایت اللہ صاحب صدر راولپنڈی سے یکجا لکھوا کر آپ کو دیے، حالانکہ آپ کے لیے یہ کام اگر محال نہ تھا تو مشکل ضرور تھا اور میں نے آپ کو کئی قلمی کتابیں برائے مطالعہ دیں اور بعض علمی کتابیں آپ کو بطور ہدیہ دیں۔

(تذکرہ علمائے خانپور، از قاضی محمد عبداللہ۔ لاہور 1985ء صفحہ 2-41)۔

قارئین! اس خط سے اہل حدیث بزرگوں کے طریق عمل پر روشنی پڑتی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف وہ خود تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے، بلکہ دوسروں کو ساتھ لے کر چلنے کی کوشش بھی فرماتے تھے۔ اور جہاں انہیں امید ہوتی کہ چراغ جل اٹھے گا، دیا سلائی لے کر پہنچ جاتے تھے۔ عوام اور علماء کو سمجھاتے، انہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فتنے سے آگاہ فرماتے۔خواجہ غلام فرید آف چاچڑان کو غزنویوں نے خط لکھے۔،مولانا محمد حسین بٹالوی خود ان کے گاؤں سمجھانے کے لیے پہنچے۔پیر مہر علی شاہ کو خانپوریوں نے علمی مدد بہم پہنچائی،انہیں لاہور لا کر اس کے شانہ بشانہ کھڑے ہوئے۔اس سے پہلے مولانا بٹالوی نے برصغیر کے کونے کونے کا سفر کر کے علماء کو فتنہ قادیانیت سے آگاہ کیا۔سید نذیر حسین محدث کا فتوی ان کے سامنے رکھ کر معاملے کی حقیقت سمجھائی، 1891ء کے برصغیر میں نہ آج کے ذرائع رسل و رسائل تھے، نہ ہر طرف ریل گاڑیاں جاتی تھیں، نہ سڑکوں کا کوئی مربوط نظام تھا، نہ تیز رفتار کاریں تھیں،اس کے باوجود مولانا محمد حسین بٹالوی نے جون جولائی اگست ستمبر کے مہینوں میں ہزاروں میل کا سفر کیا، وہ لکھنو بنارس اور دہلی گئے، وہ پٹنہ، سیالکوٹ اور پنڈی گئے، وہ کسی تنظیم کے نمائندے نہیں تھے جو ان کے اخراجات برداشت کرتی ،اپنے اموال اور اوقات صرف کر کے اتنے دور دراز کے سفر اس لیے اختیار کیے کہ برصغیر کے علماء کو ساتھ لے کر چلا جائے۔وہ جہاں جہاں گئے وہاں کے علماء کے سامنے سید نذیر حسین محدث والہ فتوی رکھا اور زبانی وضاحتیں فرما کر علماء سے تائیدی دستخط کروائے۔

قارئین!اس فتوی سے پہلے کسی قابل ذکر دیوبندی بزرگ کی کوئی تحریر یا فتوی مرزا کے خلاف موجود نہیں ہے۔(لدھیانہ والوں کو اس کے وارث دیوبندی یا دیوبند کے منتسبین میں سے شمار نہیں کرتے) اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری مرحوم نے تو اقرار کر لیا تھا کہ ہمارے مشائخ شروع میں مرزا کے ساتھ...حسن ظن رکھتے اور اس کے بعض ناشائستہ اقوال کو تاویل کر کے محل حسن پر حمل کرتے رہے اور مولانا اشرف علی تھانوی نے فرمایا تھا:

حضرت گنگوہی شروع میں نرم تھے،مرزا کی طرف سے تاویلیں کرتے تھے۔،

اللہ بھلا کرے مولانا محمد حسین بٹالوی کا کہ انہوں نے ان دیوبندی بزرگوں کو سید نذیر حسین محدث کا فتوی دکھا کر مرزا کے کذاب اور دجال ہونیکا قائل کیا اور جب ان بزرگوں نے مسند الوقت کا فتوی دیکھ لیا تو اس پر: یہ جواب (سید نذیر حسین کا) صحیح ہے۔، لکھتے ہیں۔یاد رہے کہ یہ الفاظ اس بزرگ کے ہیں جو اس فتوی سے پہلے مرزا غلام احمد کو مرد صالح قرار دیا کرتے تھے۔

قارئین!مولانا محمد حسین بٹالوی حضرت شیخ الکل کا فتوی ہر کس و ناکس کے پاس نہیں لے گئے تھے۔وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خود کہتے ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ وہ فیس پانچ روپیہ یا اس سے کمتر لے کر جو کوئی چاہے فتوی لکھ دیتے ہیں..ہم نے ایسے دستخط کرانا مصلحت نہیں سمجھا،بعض ایسے ہیں جن کی طرف سے ہم نے رجوع نہیں کیا...

(مقدمہ فتوی تکفیر مطبوعہ لاہور)

گویا جن لوگوں سے مولانا محمد حسین بٹالوی نے دستخط کرائے ہیں انہیں دراصل تحریک کے سابقون میں شامل ہونے کے اعزازات بانٹے ہیں۔ورنہ اس سے پہلے مولانا رشید احمد گنگوہی کی کوئی ایسی تحریر موجود نہیں تھی جس میں مرزا قادیانی کو کافر دجال یا کذاب قرار دیا گیا ہو،اسی لیے مرزا قادیانی کہا کرتا تھا کہ فتنہ تکفیر کا تمام تر بوجھ نذیر حسین کی گردن پر ہے،باقی لوگوں نے تو اس کی مطابقت میں یا اس کے اغوا سے فتوی پر دستخط کر دیئے ہیں اور اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ انیسویں صدی کے آخری عشرے میں تحریک کی قیادت اور زمام کار اہل حدیثوں کے پاس تھی دوسرے لوگ ان کی مطابقت میں تحریک میں شامل ہوئے۔

قارئین!ہماری گزارشات میں یہ جملہ ہائے معترضہ آ گئے ہیں،اس پر ہم معذرت خواہ ہیں اور اس خط کی طرف چلتے ہیں جو قاضی عبدالاحد نے پیر مہر علی شاہ کو لکھا تھا۔پیر مہر علی صاحب گولڑوی اس خط میں درج حقائق کی تردید نہ فرما سکے،لیکن ان کے مریدوں کے لیے یہ بات برداشت سے باہر تھی،کیونکہ ان کے نزدیک ان کے پیر قبلہ عالم ہیں،یہی نہیں بلکہ ایک مرید ان کی عقیدت میں غلو کرتے ہوئے یہاں تک کہتا ہے:

میں نے خانہ کعبہ کو حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے گرد طواف کرتے دیکھا اور عرفات میں لوگوں کے حج آپ ہی کے توسل سے بارگاہ الٰہی میں پیش ہو کر مقبول ہوتے نظر آئے۔(مہر منیر صفحہ 130)۔

ایسے لوگ کس طرح برداشت کر سکتے تھے کہ ان کے پیر صاحب کو ایک غیر مقلد کی جانب سے علمی امداد قبول کرنے کی ضرورت پڑے،انہوں نے واقعات کی تعبیر ہی الٹ دی اور لکھ دیا:

مولوی عبدالاحد خانپور ضلع ہزارہ کے باشندے تھے،طبابت کرتے تھے اور وہابیت کے الزام میں ترک وطن پر مجبور ہو کر راولپنڈی آ گئے تھے،جہاں گزر اوقات کی معقول سبیل نہ پا کر مولوی عبدالجبار غزنوی امرتسری کی سفارش پر دربار گولڑہ شریف میں چندے بطور مہمان اور طالب علم قیام پذیر رہے تھے،قادیانی معرکہ میں حضرت (پیر صاحب) کے ہمراہ لاہور بھی گئے تھے اور بعض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتابوں کا سبق لینے کے لیے آپ کے درس میں بھی شامل ہوتے رہے۔ (مہر منیر صفحہ 265)۔

اب دیکھیے کہ مولوی عبدالاحد صاحب جناب امام عبدالجبار غزنوی استاد پنجاب حافظ عبدالمنان وزیر آبادی اور میاں صاحب دہلوی سے کسب فیض کر کے 1292ھ 1875)ء) میں فارغ التحصیل ہوئے جب کہ پیر مہر علی صاحب ابھی طالب علم تھے۔ وہ اس کے تین سال بعد فارغ التحصیل ہوئے۔ گویا قاضی صاحب پیر صاحب سے عمر میں بڑے تھے۔ طالب علمی کے دوران بھی ان سے سینئر تھے اور ان سے پہلے فارغ التحصیل بھی ہو چکے تھے۔ اور اسکے بعد جموں جا کر طب بھی پڑھ آئے تھے۔ لیکن مہر منیر کا مرتب انہیں یوں پیش کرتا ہے کہ علم طب کی تکمیل کے بعد بھی وہ مہر علی شاہ صاحب کے حلقہ درس میں بطور طالب علم نظر آتے ہیں۔، کیا تانگے کو گھوڑے کی آگے باندھنے کی اس سے بہتر مثال بھی ہو سکتی ہے؟

قارئین! قاضی عبدالاحد نے رد مرزائیت میں نہایت قابل قدر تحریری کام بھی کیا۔ تذکرہ علمائے خانپور میں درج ذیل کتب، اشتہارات کے نام محفوظ ہیں۔

السیف المسلول فی نحر شاتم الرسول، صفحات 40 طبع راولپنڈی۔

اظہار مخادعت مسیلمہ قادیانی بجواب اشتہار مصالحت بولس ثانی صفحہ 32 طبع راولپنڈی 1901۔،

اغاثة الملهوف المكروب المسجون فی مصائد القادیانی المجنون۔، اشتہار کلما خرجت العقرب فاالنعل حاضرة۔ جب بھی بچھو اپنی بل سے باہر نکلے تو جوتا حاضر ہے۔

قارئین! خانپوریوں کے لیے اللہ کی بارگاہ میں جزائے خیر کی دعا کر کے اب ہم گھریالہ چلتے ہیں جہاں ایک بزرگ کا سطور ذیل میں آپ سے تعارف ہوگا۔

ان دنوں قادیانیوں کی طرف سے مباہلوں کے چیلنج سامنے آتے رہتے ہیں، ہم نے گزشتہ شمارے میں اس سلسلہ میں کچھ گزارشات کی تھیں آج کی نشست کے باقی ماندہ حصے میں ۱۹۳۱ء میں ہونے والی ایسی ہی ایک چیلنج بازی کی روئیداد سناتے ہیں جو قادیانیوں کو آئینہ دکھانے کی غرض سے حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امرتسری کی تحریروں سے اقتباسات کی صورت میں پیش کی جارہی ہے۔

ہوا یہ تھا کہ مرزائیوں کی طرف سے مباہلوں کے چیلنج سن سن کر بقول مولانا امرتسری جلسہ اہل حدیث بٹالہ میں سید محمد شریف صاحب گھڑیالوی نے میاں محمود (خلیفہ قادیان) کو دعوت مباہلہ دی جس کے لیے وہی مقام (امرتسر) جہاں ان کے والد مرزا (غلام احمد) متوفی نے (مولانا عبدالحق غزنوی سے) مباہلہ معین کیا تھا اور تاریخ بارہ جون 1931ء مقرر کی۔

اس کے جواب میں میاں محمود احمد صاحب قادیانی نے بذریعہ اشتہار اعلان کیا کہ میں مباہلہ کرنے کو تیار ہوں، مگر بشرائط ذیل:

1۔ ہر فریق اپنے اتباع میں سے ہزار یا پانچ سو آدمی ساتھ لائے جو مباہلہ میں شریک ہوں، ان کے نام اور پتے پہلے بتائے جائیں۔

2۔ ہر فریق دو گھنٹے پہلے تقریر کرے جس میں مسئلہ حیات و وفات مسیح پر اور صداقت یا بطالت مرزا پر بحث ہو۔

3۔ یہ دو امر تو قطعی لاتبدیل ہیں، ان کے علاوہ اور امور کے تصفیہ کے لیے ایک کمیٹی بنے جس میں دو ممبر فریقین کے اور تین ممبر ان چاروں کے انتخاب سے کل سات ممبروں کی کمیٹی مبادی مباہلہ کا فیصلہ کرے۔

(مولانا امرتسری فرماتے ہیں) ہماری رائے میں جو بالکل واقعات پر مبنی ہے، میاں صاحب قادیانی نے بظاہر مباہلہ کا اقرار کیا ہے لیکن درحقیقت فرار۔،

اس کی تفصیل بتانے کے لیے ہم پہلے مباہلہ کے تاریخی واقعات سناتے ہیں۔

کچھ شک نہیں کہ مباہلہ کا مسئلہ قرآن شریف میں آیا ہے، جہاں عیسائیوں کو کہا گیا ہے کہ ثم نبتهل فنجعل لعنة الله على الكاذبين ، آؤ ہم دونوں فریق اپنے اپنے عیال کو ساتھ لے کر بالمقابل دعا کریں جس میں جھوٹوں پر لعنت کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس آیت کے اترنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے یوں عمل کیا کہ حضرات علی، فاطمہؓ اور حسنؓ و حسینؓ کو ساتھ لیا اور فرمایا جب میں دعا کروں گا تو تم نے آمین کہنا (تفسیر معالم وغیرہ)۔ ہاں بطور خود شرکت کرنے والے اور اصحاب بھی موجود تھے۔ میاں محمود احمد صاحب نے ابن عساکر سے حضرات ابوبکر عمر عثمان وغیرہ کا ساتھ نکلنا نقل کیا ہے، وہ بطور شرکت تھا، بطور شرط نہیں تھا۔ اسی طرح ابوحیان سے کسی جماعت کا منقول قول بھی بطور واقعہ کے نہیں ہے بلکہ محض اس قائل کا خیال ہے واقعہ صرف یہی ہے جو تفسیر معالم وغیرہ میں مذکور ہے کہ حضور مع عیال خود میدان کی طرف تشریف لے گئے، مگر عیسائی نہ آئے، انہوں نے اس میں اپنی ہلاکت سمجھی۔ یہ تو ہے سنت نبویہ علی صاحبہا الصلواۃ والتحیہ۔

اب سنیے مرزا صاحب نے مولوی عبدالحق غزنوی کے ساتھ مباہلہ کیسے کیا۔

مباہلہ سے پہلے کوئی تقریر نہیں کی کیونکہ مرزا صاحب سے اس بات کا فیصلہ ہو گیا تھا کہ تقریر کوئی نہ ہو۔ چنانچہ مرزا صاحب قادیانی کے الفاظ یہ ہیں:

مجھے منظور ہے کہ مقام مباہلہ میں کوئی وعظ نہ کروں گا۔

مولوی عبدالحق اکیلے تھے کیونکہ مرزا صاحب نے اعلان کیا ہوا تھا کہ مجھ کو اس شخص (غزنوی) اور ایسا ہی ہر ایک مکفر سے جو عالم یا مولوی کہلاتا ہے، مباہلہ منظور ہے۔

(اشتہار مئی 1893ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد 3 صفحہ 49۔)

اسی لیے میاں محمود احمد نے بھی حال ہی میں تسلیم کیا ہے کہ.. حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں ایک ایک آدمی کے ساتھ مباہلے ہوئے (الفضل 11 جولائی 1931ء صفحہ 7)۔ پس ہزار پانسو کی تعداد بطور شرط کے مقرر کرنا خلاف سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیہ اور اعمال مرزا کے بھی مخالف ہے، لہذا یہ اقرار نہیں بلکہ فرار ہے۔

ایک بات میاں محمود نے یہ بھی کہی ہے کہ سید محمد شریف صاحب نے تاریخ از خود مقرر کر لی اور مقام مباہلہ بھی خود ہی مقرر کر دیا جو ہم کو منظور نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں میاں (محمود) صاحب اس عذر میں بھی راستی پر نہیں کیونکہ مرزا صاحب نے بھی (مولانا غزنوی والے مباہلے میں) مقام اور تاریخ خود ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقرر کی تھی۔(تبلیغ رسالت جلد۳ص۵۰)

مرزا صاحب متوفی نے اپنی مقرر کردہ تاریخ پر یہاں تک اصرار کیا تھا کہ غزنوی مرحوم نے جب کسی وجہ سے تاریخ میں تبدیلی چاہی تو مرزا صاحب نے جواب میں لکھا اب ہرگز تاریخ تبدیل نہیں ہوگی، لعنة الله على من تخلّف منّا و ما حضر فی ذالك التاريخ واليوم والوقت (جو فریق مقررہ تاریخ اور وقت پر نہ آئے اس پر اللہ کی لعنت ہو)۔

نتیجہ: واقعات نبوی علی صاحبھا الصلوۃ والتحیہ اور افعال مرزائیہ سے مندرجہ ذیل نتائج صاف صاف نکلتے ہیں:

مباہلہ اکیلے ہوسکتا ہے۔

مباہلہ میں کوئی تقریر نہیں ہوگی۔

تاریخ اور وقت مقرر کرنا داعی کا حق ہے۔

پس ان وجوہ سے ہم خدا لگتی کہتے ہیں کہ میاں محمود صاحب مباہلہ کو ٹالتے ہیں جس کی وجہ بجز اس کے کوئی نہیں کہ انہوں نے اپنے باپ کی موت دیکھی ہوئی ہے، اس لیے وہ موت سے گھبراتے ہیں اور سید (محمد شریف) صاحب بزبان حال ان کو کہتے ہیں.

ان الموت الذی تفرون منه فانه ملاقیکم۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر 7 اگست 1931 صفحہ 5-7)

مولانا ثناء اللہ امرتسری اس مباہلے کے چیلنج پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

عرصہ ہوا سری نگر کشمیر کے ایک دوست نے بتایا کہ ایک جگہ راستہ اتنا تنگ تھا کہ ایک ہی گھوڑا سوار گزر سکتا تھا۔ ایک طرف سے انگریز آیا دوسری طرف سے ایک پٹھان سوار تھا، انگریز نے آواز دی، ہٹو پٹھان نے للکارا تم ہٹو، دو تین مرتبہ ایسا ہونے کے بعد انگریز نے کہا تم کون؟ پٹھان نے کہا ہم آفریدی، انگریز نے آفریدی نام سن کر از راہ شفقت کہا، آیئے خان صاحب چلے آیئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ ایک قصہ عبرت انگیز ہے، اس کی مثال آج ہمیں قادیان سے ملتی ہے، قادیانی جماعت ایک باقاعدہ جنگ جو ہے، جنگ سے مراد مذہبی مقابلہ ہے ہر ایک مذہب والے سے ان کا مقابلہ رہتا ہے، مقابلہ کی نوعیتیں دو ہیں، مباہلہ اور مباحثہ ہر ایک مخالف کو للکارا کرتے ہیں کہ آؤ ہم سے مناظرہ یا مباہلہ کرلو ورنہ ہم دعا کریں گے تم برباد ہوجاؤ گے، گویا قادیانی دعاؤں کا اثر بارہا معلوم ہو چکا ہے، خصوصاً محمد علی قاتل کی رہائی کے لیے جو تہجدیں پڑھ پڑھ کر دعایں مانگی گئیں، خلیفہ قادیان رورو کر دعائیں مانگتے رہے، مگر جواب جو ملا وہ سب کو معلوم ہے کہ قاتل مذکور کو کھلے بندوں پھانسی دی گئی، باوجود اس کے قادیانیوں کا دعوی دعا گوئی ختم نہ ہوا، یہاں تک کہ خدا نے ایک آفریدی صفت بشکل سید محمد شریف ساکن گھریالہ کو آمادہ کیا جنہوں نے خلیفہ قادیان کو مباہلہ کی دعوت دی، جس کے جواب میں خلیفہ صاحب نے بڑی سوچ بچار سے خوب شرط شروط لگائیں جن میں بڑی ضروری شرط یہ تھی کہ فریقین کے ساتھ ہزار ہزار آدمی خاص اتباع سے شریک مباہلہ ہوں، لیکن جب اس کا جواب اہل حدیث 7 اگست 1931ء میں دیا گیا جس میں بتایا گیا کہ یہ شرط سنت نبویہ اور فعل مرزا کے بھی خلاف ہے تو آفریدی کے سامنے سے انگریز ہٹ گیا۔ پہلے تو اخبار الفضل میں بڑے زور سے لکھا جاتا تھا کہ مباہلہ میں شریک ہونے والوں کی بڑی تعداد میں مردوں بلکہ عورتوں کی بھی درخواستیں آرہی ہیں مگر افسوس ہے کہ اب نہ وہ مرد نظر آتے ہیں نہ عورتیں، نہ بوڑھے نہ جوان۔ وجہ کیا؟ یہی کہ اپنے والد ماجد کی موت کو یاد کر کے ڈرتے ہیں جو خواب میں ان کو کہتے ہوں گے من نکردم شما حذر بکنید۔

(اہل حدیث امرتسر 28 اگست 1931ء صفحہ 5-6)۔

اور غیر ضروری شرطیں عائد کر کے جب مرزا محمود صاحب مباہلے سے بھاگ گئے تو حکیم عبدالعزیز سیکرٹری انصار احمدیہ قادیان کی طرف سے ایک ٹریکٹ شائع ہوا جو مرزا محمود احمد کو مخاطب کر کے لکھا گیا تھا، اس کے چند فقرے مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اہل حدیث امرتسر میں شائع فرمائے ملاحظہ فرمائیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر آپ کو اللہ تعالی کے حضور خاص مرتبہ حاصل ہوتا تو سید محمد شریف صاحب گھڑیالوی کے بالمقابل میدان مباہلہ میں نکلنے کی بجائے آپ ٹال مٹول نہ کرتے۔ اگر آپ کو اللہ تعالی کا غیر معمولی قرب حاصل ہوتا تو مولوی ثناء اللہ صاحب کے بالمقابل تفسیر نویسی سے راہ فرار نہ ڈھونڈتے۔

(اہل حدیث امرتسر 23 اگست 1940ء صفحہ 6)۔

قارئین! یہ سید محمد شریف صاحب گھڑیالوی جن کے مقابلے میں مباہلہ سے قادیانیوں کے دوسرے سربراہ مرزا محمود احمد قادیانی نے فرار اختیار کیا تھا، پنجاب کے نامور اہل حدیث علماء میں سے تھے، ضلع لاہور میں واقع گھڑیالہ کے یہ صوفی مشرب عالم دین متحدہ پنجاب کی جماعت اہل حدیث کے امیر تھے اور ان کا انتخاب 30 جولائی 1930ء کو موضع کمیر پور ضلع امرتسر میں منعقد ہونے والے ایک اجلاس میں ہوا تھا ان کے مقام و مرتبے کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جب تنظیم کے یہ امیر منتخب ہوئے تھے مولانا محمد داؤد غزنوی اور مولانا محمد اسماعیل سلفی آف گوجرانوالہ اس کے کارکن علماء میں شامل تھے، آپ کی وفات 1944ء میں ہوئی۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم۔ جنوری ۱۹۹۹ء ص ۲۵۔۲۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تم پوچھو اور ہم نہ بتائیں ایسے تو حالات نہیں

(۳۶)

ناظرین کرام! ہماری گزارشات کا سلسلہ تین سال قبل شروع ہوا تھا۔ ہم چاہتے تھے کہ 1891ء یعنی تحریک ختم نبوت کے سال آغاز سے آپ کو بتائیں کہ ابتداء کن بزرگوں نے کی، پھر 1892ء میں کون سے دیگر اکابرین تعاونوا علی البر پر عمل کرتے ہوئے تحریک کی صفوں میں شامل ہوئے اور ان کی کیا خدمات رہیں، 1893ء میں کن مزید اہل علم کو تحریک میں کام کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اور اس طرح سن وار تحریک کی تاریخ کم از کم مرزا غلام احمد کی موت 1908) ءتک بیان کی جائے۔

چونکہ 1891ء درحقیقت اہل حدیث کارکنوں کی مساعی جمیلہ کا سال ہے اور تقریباً یہی حال 1892ء کا ہے، اس لیے ہمارے مضمون کی ابتدائی اقساط میں زیادہ تر حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا عبدالحق غزنوی (مع دیگر غزنوی اکابرین) مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی، مولانا محمد بشیر سہسوانی اور حضرت میاں صاحب محدث دہلوی کا ذکر ہوا۔ یہ وہ بزرگ ہیں جنہیں تحریک کے عام تذکروں میں ہمارے حنفی دوست یا تو شامل ہی نہیں کرتے، یا پھر مقصد ان میں سے بعض کی تنقیص ہوتا ہے نہ کہ اعتراف خدمت۔ ان بزرگوں کی جگہ جن اکابرین کا ذکر ہوتا ہے وہ پیر مہر علی شاہ، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا عطاء اللہ شاہ وغیرھم ہیں۔ ہم نے اپنی ابتدائی اقساط میں ان کا ذکر اس لیے نہیں کیا کہ ان بزرگوں کی خدمات بعد کے برسوں کی ہیں، ہم ان کا ذکر مناسب موقع پر کرنا چاہتے تھے، تاہم بعض بزرگان کو ہماری یہ روش پسند نہ آئی کیونکہ اس طرح السابقون الاولون ہونے نیز تحریک کے محرکین اور قائدین ہونے کا اعزاز پیر مہر علی گولڑوی، مولانا سید انور کشمیری، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری وغیرھم کی بجائے درج بالا علمائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہل حدیث کے نامہ اعمال میں سج جاتا۔انہوں نے برطانیہ سے شائع ہونے والے ایک رسالے کا خصوصی شمارہ ہماری نذر کردیا جسے شکریہ کے ساتھ قبول کرنے کے سوا ہم کچھ نہ کر سکے۔اس رسالے میں لایعنی اور بچگانہ اعتراضات میزائلوں کی صورت ہماری طرف داغ کر چھ نکات کھڑے کیے گئے اور

تم پوچھو اور ہم نہ بتائیں ایسے تو حالات نہیں

پھر ہمیں اپنے اصل موضوع کے ساتھ ساتھ یہ حسابات بھی چکانے پڑے،اس پر ہندوستان سے شائع ہونے والے ایک رسالے میں ایک حنفی بزرگ ناصح کے روپ میں جلوہ گر ہو گئے۔،انہوں نے اہل حدیثوں کو ایک طرح سے مشورہ دیا کہ قادیانیت کے تعاقب کی تحریک کا ذکر اہل دیوبند اگر اس طرح کرتے ہیں کہ جیسے اس میں ان کے بزرگوں کے سوا کسی اور حصہ کا نہ ہو،تو تم پھر بھی چپ کر کے سنتے رہو کہ تمہارے بولنے سے اتحاد امت پر ضرب پڑتی ہے۔اور انہوں نے دیوبندیوں کو کہا کہ یہ جو تمہارے کہنے کے مطابق اہل حدیث کی خدمات تحریک ختم نبوت میں صفر ہی نہیں بلکہ (وہ) قادیانیت اور قادیانی کے معاون اور مددگار رہے ہیں، واقعہ بھی ہے،تو کہنے کا نہیں ہے۔

کاش اس بزرگ ناصح نے بھوپال (ہند) سے شائع ہونے والے دین مبین کا جولائی 1997ء کا تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں 96 صفحات پر مشتمل خصوصی شمارہ بھی دیکھا ہوتا۔، یہ رسالہ جو دیوبندی ادارے جامع عربیہ اسلامیہ کا نقیب ہے اور قاسمی حضرات کے زیر ادارت شائع ہوتا ہے،اس کے خصوصی شمارے میں ہفت روزہ ترجمان دہلی 3 نومبر 1997ء کے مطابق قادیانیت اور اس کے افکار و عقائد پر بحث کی گئی ہے، قادیانیت کی سرکوبی کے لیے جو کچھ کیا گیا اس کا بھی ذکر کیا گیا ہے لیکن شروع سے آخر تک کہیں بھی علماء اہل حدیث کی خدمات یا کم از کم علامہ محمد حسین بٹالوی یا شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کا ذکر یا نام تک نہیں آیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرتبین کی نگاہ سے اس میدان میں علماء اہل حدیث کی خدمات کا کوئی ورق نہیں گزرا..دلچسپ بات یہ ہے کہ اس خصوصی شمارہ میں رد قادیانیت کا انسائیکلو پیڈیا مرتب کرتے وقت حلقہ ادارت کو حوصلہ نہیں ہوا کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے انتقال کا اہم ترین واقعہ درج کرتے ،محض اس ڈر سے کہ اس میں شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کا نام اور ان کی ذات والا صفات زیر بحث آئے گی کہ اس عظیم شخصیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے دین کو منطقی انجام تک پہنچایا۔

ہمارے بزرگ ناصح نے اس دیوبندی رسالے کو دیکھا ہوتا اور تحریک ختم نبوت کے مستند لٹریچر کا مطالعہ بھی کیا ہوتا تو وہ ہمیں اور اپنے دیوبندی بھائیوں کو درج بالا نصیحتیں نہ کرتے، اس کی بجائے وہ ہمیں فرماتے کہ بہاء الدین تم اپنی اقساط کا حجم بڑھاؤ اور جلد جلد انیسویں صدی کا آخری اور بیسویں صدی کا پہلا عشرہ ختم کرو، اور پھر دوسرے تیسرے اور چوتھے عشرے میں مولانا سید انور شاہ کشمیری، مولانا مرتضی حسن چاند پوری، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری وغیرھم کا ذکر کرو۔ اپنے دیوبندی بھائیوں کو فرماتے کہ تم اپنے تذکروں میں لکھو کہ

1۔ مرزا غلام احمد کی فتح اسلام وغیرہ طبع ہونے سے پہلے ہی مولانا محمد حسین بٹالوی جنوری، فروری 1891ء میں اس کے دعوی مسیحیت کی تردید کی خاطر خم ٹھونک کر میدان میں نکل پڑے تھے۔

2۔ مولانا محمد حسین بٹالوی جولائی 1891ء میں لدھیانہ میں مرزا غلام احمد کے ساتھ علمی طور پر بھی دو دو ہاتھ کر چکے تھے۔

3۔ مولانا محمد بشیر سھسوانی اکتوبر 1891 میں دہلی میں ہونے والے مباحثے میں مرزا غلام احمد کو چاروں شانے چت گرا چکے تھے۔

4۔ مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی 1892ء میں روحانی مقابلے کا چیلنج قبول کر کے مرزا قادیانی کو مرقع عبرت بنا چکے تھے۔

5۔ مولانا عبدالحق غزنوی، مرزا غلام احمد سے 1893ء میں دوبدو مباہلہ فرما چکے تھے۔

6۔ انہی ابتدائی سالوں میں مولانا محمد حسین بٹالوی، مرزا غلام احمد کے تفسیر نویسی کے چیلنج کو قبول کر کے اس سے راہ فرار اختیار کروا چکے تھے۔

۷۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری مرزا کا تفسیر نویسی کا چیلنج قبول فرما چکے تھے۔

8۔ اعجاز احمدی میں دیے گئے چیلنج کہ مولوی ثناء اللہ مباحثہ کے لیے قادیان نہیں آئے گا، کے جواب میں مولانا ثناء اللہ امرتسری قادیان پہنچ کر مرزا کو فبھت الذی کفر کی زندہ تصویر بنا چکے تھے۔

9۔ مرزا غلام احمد کی موت سے ایک روز قبل لاہور میں مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی نے مسلمانوں کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرف سے آخری چیلنج کر کے مرزا کو اس قدر لاچار کر دیا تھا کہ وہ اذ کففت بنی اسرائیل عنك (اے عیسی اس احسان کو بھی یاد کیجیے کہ میں نے بنی اسرائل کو تم پر قابو نہ پانے دیا) کی روشنی میں کیے گئے سوال کا جواب اپنی امت پر قرض چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گیا تھا۔

10۔ زیارت حرمین کیے بغیر لاہور میں مرزا غلام احمد کا مرجانا قاضی سلیمان منصور پوری کی اس پیش گوئی کی تصدیق تھا کہ چونکہ مرزا مسیح موعود نہیں ہے اس لیے اسے حج نصیب نہیں ہوگا۔

نیز ہمارے بزرگ ناصح کو چونکہ اتحاد امت میں پڑنے والی دراڑوں کی بہت فکر ہے اس لیے کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ اس کے سد باب کے لیے یہ تجویز بھی فرماتے کہ دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث اور مسلمانوں کے دیگر طبقات، جن کے اکابرین نے کسی بھی صورت یا دور میں تحریک ختم نبوت میں حصہ لیا ہو، اپنے نمائندگان پر مشتمل ایک بورڈ بنائیں، موصوف بورڈ سیکرٹری کے فرائض سرانجام دیں گے، پھر نمائندہ اہل علم کی مجالس منعقد ہوں، جن میں تحریک ختم نبوت کی تاریخ پر وجود میں آنے والے سارے لٹریچر کا جائزہ لیا جائے اور اس کے بعد ایک مستند اور حتی الامکان متفقہ دستاویز تیار کی جائے، جس میں نہ اکابر پرستی ہو، نہ تاریخ سازی، نہ کسی کے حقیقی کام کو مسخ کیا جائے، نہ کسی کے چہرے پر لیپا پوتی کی جائے، الفرقان والے اب بھی توجہ فرمائیں۔ اگر پہلے کسی وجہ سے وہ یہ تجویز نہیں دے سکے تو اپنے دیوبندی اور بریلوی اخوان سے مشورے کے بعد اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھائیں، ہم انتظار کریں گے۔

قارئین! جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں کہ ہمارا ارادہ سن وار تحریک کی تاریخ بیان کرنا تھا، تاہم ناقدین کے جوابات کی صورت میں جملہ ہائے معترضہ درمیان میں آتے گئے اور ہم اس وجہ سے 1893ء سے تا حال باہر نہیں نکل سکے۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ 1893ء تک کا قصہ جلد نپٹا دیں تا کہ آگے بڑھا جا سکے، اس لیے آج کی نشست میں چند گزارشات مرزا غلام احمد کی کتاب ازالہ اوہام پر جو 1891ء میں شائع ہوئی تھی اور چند گزارشات لدھیانہ کے علماء کے اس فتوی پر کرتے ہیں جو دیوبندی حضرات کے بقول 1884ء میں جاری ہوا تھا۔

ازالہ اوہام میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے نشانوں میں سے ایک نشان یہ لکھا ہے کہ جس طرح یہود

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی بے عملی اور بدعملی کے زمانے میں حضرت مسیح ؑ حضرت موسیٰؑ سے چودہ سو سال بعد آئے تھے، اسی طرح میں بھی مسلمانوں کی بدعملی کے زمانے میں آنحضرت ﷺ سے چودہ سو سال بعد مسیح موعود ہو کر آیا ہوں۔ اس بارے میں اس کے اصل الفاظ یہ ہیں:

> جب توریت کا مغز یہودیوں کے دلوں سے اٹھ گیا تھا وہ زمانہ حضرت موسیٰ سے چودہ سو برس بعد تھا، تو مسیح ابن مریم یہودیوں کی اصلاح کے لیے بھیجا گیا۔ پس ایسے ہی زمانہ میں یہ عاجز (مرزا) آیا جبکہ قرآن کا مغز مسلمانوں کے دلوں سے اٹھایا گیا، یہ زمانہ بھی اس زمانہ کے قریب قریب گزر چکا تھا جو حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کے درمیان تھا۔ (ازالہ اوہام طبع اول صفحہ 692)

مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں یہ عبارت بآواز بلند کہہ رہی ہے کہ مسیح محمدی کی تشریف آوری کا زمانہ بقول مرزا پندرھویں صدی ہجری ہے اور مرزا جو تیرھویں صدی میں آیا تھا کس طرح مسیح موعود ہو سکتا ہے، اس کا جواب دیتے ہوئے الفضل 7 جنوری 1940 صفحہ 1 پر مرزائیوں نے لکھا کہ

> مولوی ثناء اللہ صاحب نے اصل دلیل کے خلاف تو ایک لفظ نہیں لکھا اور ضمنی بات سے یہ استدلال کرنا اپنا کارنامہ سمجھ لیا کہ مسیح موعود کی تشریف آوری کا زمانہ آنحضرت ﷺ کے انتقال سے چودہ سو سال بعد یعنی پندرھویں صدی ہجری ہے، حالانکہ کسی چیز کی مماثلت ثابت کے لیے دونوں کا ہو بہو ہونا ضروری نہیں۔

مولانا نے جواباً فرمایا اچھا صاحب ہم مانے لیتے ہیں کہ تعداد سنین کا لحاظ ضروری نہیں صرف گمراہی کا زمانہ مراد ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ مرزا صاحب نے گمراہی کے زمانے کی بابت کیا لکھا ہے اور کس زمانے کو سخت ترین گمراہی کا زمانہ قرار دیا ہے... مرزا صاحب متوفی نے دنیا کی کل عمر 7 ہزار سال بتا کر لکھا ہے کہ ہزار ششم ضلالت کا ہزار ہے اور چودھویں کے سر تک ختم ہوتا ہے۔ (لیکچر سیالکوٹ صفحہ 7)

اس حوالے کے بعد مولانا ثناء اللہ، مرزائیوں کو یوں مخاطب کرتے ہیں۔

اگر بقول آپ کے زمانے کی تحدید ضروری نہیں بلکہ گمراہی کے زمانے میں مصلح آنا چاہیے تو مرزا صاحب کو مسیح موعود بن کر چھٹے ہزار میں آنا چاہیے تھا۔ لیکن آپ تشریف لائے تو ساتویں ہزار میں۔ چنانچہ آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے الفاظ یہ ہیں کہ

ساتواں ہزار ہدایت کا ہے جس میں ہم موجود ہیں۔

(حوالہ مذکور اہل حدیث امرتسر 19-26 جنوری 1940ء صفحہ 6-7)

مولانا ثناء اللہ امرتسری مزید فرماتے ہیں قضیہ مرکبہ کی نقیض رفع احد الجزئین سے ہو جاتی ہے... منطق کی کتب میں یہ مسئلہ مصرح ملتا ہے۔

نقلی (شرعی) دلیل چاہو تو سنو نماز چند اجزا (قیام، رکوع، سجود، قعدہ) سے مرکب ہے، کیا یہ صحیح نہیں کہ ایک جز کے عدم سے نماز کا عدم لازم آئے گا؟

بالکل ٹھیک ہے۔ ہر کہ شک آرد کافر گردد

اہل علم غور فرمائیں کہ علامت دو جزؤں سے مرکب ہے، ایک جزء بقول مرزا صاحب مسلمانوں کی قرآن شریف سے جہالت (مغز اٹھا لیا گیا ہے)۔ دوسرا جزء اس زمانے میں مساوات (حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے درمیان فاصلہ) پوری یا قریب قریب۔ مرکب کے دو جزؤں میں سے اگر بقول جماعت قادیانیہ ایک جزء جہالت مسلمانوں میں پایا جا رہا ہے تو دوسرے جزء کا کیا ثبوت کہ مرزا صاحب چودہ سو سال کے بعد آنا تو کیا ان کو تو تشریف لے گئے ہوئے بھی بتیس سال ہو گئے۔ (یعنی وہ آنے کے وقت سے برسوں پہلے ہی رخصت بھی ہو گئے، یاد رہے کہ مرزا صاحب 1325ھ میں مر گئے تھے)۔ اس لیے یہ مرکب کیسے صادق آ سکتا ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری پھر کہتے ہیں ہمارا اعتراض تو یہ ہے کہ مرزا صاحب چودہ سو سال بعد نہیں آئے بلکہ پہلے آئے۔ ابھی ہم نے ان کے آنیکا زمانہ نہیں بتایا تھا کہ قادیانی اخبار الفضل نے جواب دیتے ہوئے اوکھلی میں سر رکھ دیا، یعنی خود ہی ایک اور آفت میں پھنس گئے، لکھتے ہیں کہ چودہ سو سال بعد مسیح کا آنا عیسائیوں کا خیال ہے، یہودیوں کا اس کے خلاف ہے، یہودی حضرت عیسیٰ کی بابت چودھویں صدی میں آنا کہتے ہیں، چنانچہ اخبار الفضل آپ ہی حقیقۃ الوحی سے نقل کرتا ہے کہ.. مرزا صاحب 1290ھ میں شریف مکالمہ پا چکے تھے۔ اور پھر کس دلیری سے لکھتا ہے کہ تیرھویں صدی کے خاتمے پر جو کام ہو وہ چودھویں صدی میں گنا جاتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔(الفضل 11 جنوری 1940ء) (مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں) مرزا صاحب خود اپنے شرف مکالمہ الہیہ کا زمانہ 1274ھ لکھتے ہیں:

ازالہ اوہام صفحہ 675 تقطیع خرد طبع اول..اس لحاظ سے آپ بجائے پندرھویں صدی کے تیرھویں صدی میں تشریف لے آئے، کیا تیرھویں صدی کو پندرھویں صدی کہہ دینا جائز ہے؟ بیشک اس جماعت کے نزدیک جائز ہے جو دمشق کو قادیان کہنا جائز سمجھتی ہے؟ (اہل حدیث امرتسر 2 فروری 1940 صفحہ 6-7)

قارئین! اسی ازالہ اوہام کے صفحہ 155 پر مرزا صاحب لکھتے ہیں

اگر یہ عاجز مسیح موعود ہونے کے دعوی میں غلطی پر ہے تو آپ لوگ کوشش کریں کہ مسیح موعود جو آپ کے خیال میں ہے انہی دنوں میں آسمان سے اتر آئے کیونکہ میں تو اس وقت موجود ہوں مگر جس کے انتظار میں آپ لوگ ہیں وہ موجود نہیں اور میرے دعوی کا ٹوٹنا صرف اسی صورت میں متصور ہے کہ اب وہ آسمان سے اتر آئے تا میں ملزم ٹھہر سکوں۔آپ لوگ اگر سچ پر ہیں سب مل کر دعا کریں کہ مسیح ابن مریم جلد آسمان سے اترنا دکھائی دے۔اگر آپ حق پر ہیں تو یہ دعا قبول ہو جائے گی، کیونکہ اہل حق کی دعا مبطلین کے مقابلہ میں قبول ہو جایا کرتی ہے، لیکن آپ یقین سمجھیں کہ یہ دعا ہرگز قبول نہیں ہوگی، کیونکہ آپ غلطی پر ہیں۔

اس پر شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری پہلے تو پوچھتے ہیں کہ

کیا آپ کی دعا محمدی بیگم کے حق میں قبول ہوئی؟ پھر کہتے ہیں غور کرنے کا مقام ہے کہ اگر کوئی فرعون خدائی دعوی کر کے یہی دلیل پیش کرے کہ اگر میں خدا نہیں تو دعا کر کے خدا اتار لاؤ۔تو کیا اس کا جواب ایسا ہی مشکل نہ ہوگا جیسا کہ مرزا صاحب کے اس سوال کا کہ اگر مسیح زندہ ہے تو اس کو ابھی آسمان سے اتار لاؤ مشکل ہے، کیونکہ کسی میں ایسی طاقت نہیں کہ خدا کو یا مسیح کو اتار سکے۔، پھر کیا اس عجز سے اس فرعون کا دعوی ثابت ہو جائے گا۔اور مرزا صاحب جو فرماتے تھے کہ میں تو اس وقت موجود ہوں، اگر عیسی اس وقت نہ اترے تو میرا دعوی نہیں ٹوٹ سکتا۔اب یہ بات کون کہے گا کہ مرزا صاحب تو آنجہانی بن گئے۔(اہل حدیث امرتسر 24 جولائی 1931ء صفحہ 5-6)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قارئین! ازالہ اوہام کی بات چل رہی ہے اس لیے اس کے مندرجات کے متعلق مولانا امرتسری کی ایک اور تحریر پڑھتے چلیں، مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

مرزا صاحب نے اپنے ازالہ (اوہام) میں ایک چیلنج دیا ہوا ہے کہ جو شخص بتائے کہ توفی فعل کا فاعل اللہ ہو اور مفعول ذی روح ہو، اس وقت اس کے معنی سوائے موت کے کچھ اور بھی ہوتے ہیں، تو اس کو ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا، یہی چیلنج مباحثہ مونگ (نزد منڈی بہاؤ الدین) میں قادیانی مناظر نے میرے سامنے کیا تھا، جس میں ایک سو اپنا بھی ملایا تھا، میں نے وہ چیلنج پر سر اجلاس منظور کر کے کہا تھا کہ انعام رقم امین کے پاس رکھواؤ اور جواب کی تنقید کے لیے کوئی منصف منظور کرو، یہ جواب سن کر ساری پارٹی ایسی مبہوت ہوگئی کہ آج تک اسے ہوش نہیں آیا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر 27 فروری 1931ء صفحہ 11)۔

قارئین! ازالہ اوہام کے چند اقتباسات پر تبصروں کے بعد اب ہم لدھیانہ چلتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہاں کے علماء نے 1301ھ 1884ء میں مرزا غلام احمد پر کفر کا فتوی دیا تھا، ہم نے کچھ عرصہ قبل پوچھا تھا کہ وہ فتوی کہاں ہے؟ اس سوال کا جواب ہم نے تو تا حال نہیں سنا، قارئین میں سے کسی نے سنا ہو تو ہمیں بھی بتا دیں، نہیں سنا تو ہمارے ساتھ مل کر علمائے دیوبند سے درخواست کریں کہ جس فتوی کو آپ نے اتنے برسوں سے امام غائب کی طرح چھپا رکھا ہے، گھڑی بھر کے لیے ہی باہر لے آؤ، لحظہ بھر ہی کے لیے اس کے رخ روشن سے نقاب اٹھا دو، مانا کہ وہ تمہاری بہت قیمتی دستاویز ہے، تم اس پر کسی کا سایہ بھی نہیں پڑنے دینا چاہتے، چلو دور سے ہی دکھا دو، اس کی فوٹو کاپی شائع کر دو، ہم اتنے پر ہی اکتفا کر لیں گے دیکھیں تو سہی وہ دستاویز کتنی بڑی ہے، کس کس کی مہر سے مزین ہے، کون کون سے دلائل سے مرزا قادیانی کے کس کس دعوی کی تردید کی گئی ہے اور کس بنا پر 1884ء کے مرزا غلام احمد کو کافر قرار دیا گیا ہے، ابھی تک تو یہ دستاویز سامنے نہیں لائی گئی، نہ معلوم کتنا انتظار کرنا پڑے گا۔

ناظرین! مولانا ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی نامی ایک بزرگ نے تاہم ہمارے درج بالا سوال سے پہلے اس موضوع پر قلم اٹھایا تھا، وہ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اب یہاں پر علماء لدھیانہ کی طرف سے مرزا غلام احمد قادیانی پر فتوی تکفیر کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں، مرزا کا اپنے آپ کو مسیح موعود کہنا، معجزات قرآن کا انکار اور پیغمبروں کی نانیاں دادیاں کو فاحشہ بتلانا (فتاوی قادریہ صفحہ 25) فتاوی قادریہ کے مصنف مولانا محمد لدھیانوی صفحہ 26 پر مختصراً وجہ تکفیر بیان فرماتے ہیں...یعنی جو کفریات اس کے صاف صاف آیات قطعیات کے مخالف ہیں، ان پر ان کے ایمان کی بنیاد ہے، جیسا کہ ازالہ اوہام میں عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو یوسف نجار کا بیٹا لکھا ہے اور جو خدا تعالی جل شانہ نے ان کے معجزات مثل احیاء اموات...وغیرہ وغیرہ جن کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے ان سب کو اس قادیانی نے مشرکانہ خیال لکھ کر منکر قرآن ہو کر اپنا کفر ظاہر کر کے زمرہ مرتدین میں داخل ہوا۔ (فتاوی قادریہ صفحہ 26) مولانا محمد لدھیانوی کی اس تحریر سے پتہ چل سکتا ہے کہ کس بنیاد پر مرزا غلام احمد پر کفر کا فتوی دیا گیا۔

(پہلا فتوی تکفیر، مرتبہ ابن انیس حبیب الرحمٰن ۱۹۹۷ء صفحہ ۶۷)

یعنی جن وجوہ کی بنا پر 1301ھ 1884ء میں لدھیانہ کے علماء نے بقول ابن انیس مرزا پر فتوی کفر لگایا تھا وہ درج ذیل ہیں:

مرزا کا خود کو مسیح موعود کہنا، معجزات قرآن کا انکار، پیغمبرں کی نانیوں دادیوں کو فاحشہ بتلانا، مسیح کو یوسف نجار کا بیٹا قرار دینا وغیرہ۔

اب ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ آیا واقعتاً یہ وجوہ 1301ھ 1884ء میں منظر عام پر آ چکی تھیں، یا ابھی تک مضمون در بطن شاعر تھا۔

قارئین ۱۸۸۴ء تک مرزا کی کتاب براہین (چہار جلد) کے سوا کوئی اور قابل ذکر کتاب شائع نہیں ہوئی تھی اور اس کتاب کے متعلق ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں کہ

اس میں مرزا صاحب حضرت مسیح کے آسمان پر جانے اور دوبارہ اترنے کا اقرار کرتے ہیں، یعنی وہ حیات مسیح کے قائل ہیں اور خود مسیح یا مثیل مسیح ہونے کے قائل نہیں، نیز یہ کہ مرزا صاحب حضور نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کے قائل اور کسی جدید نبوت اور کسی جدید وحی کا انکار کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(قادیانیت، مطالعہ و جائزہ لکھنو 1966ء صفحہ 9-58)

اور خود مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے میں نے براہین احمدیہ میں یہ بھی اعتقاد ظاہر کیا تھا کہ حضرت عیسی پھر واپس آئیں گے۔ (روحانی خزائن ایام الصلح، تصنیف جنوری 1899ء جلد 14 صفحہ 272)

گویا براہین کے زمانے کا مرزا غلام احمد نہ وفات مسیح کا قائل تھا، اور نہ خود مسیح ہونے کا دعویدار۔ مسیح ہونے کا دعوی اس نے پہلی مرتبہ فتح اسلام اور توضیح مرام میں کیا جو 1891ء میں طبع ہوئیں، پیغمبروں کی نانیوں دادیوں کے متعلق اس کے غلط ریمارکس اس کے بھی بعد کی بات ہے اور وہ ضمیمہ انجام آتھم میں شائع ہوئے جو 1896ء کی تصنیف ہے، ازالہ اوہام نامی کتاب جس کا ذکر مولانا ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی تحریر میں کیا گیا ہے وہ 1891ء کے نصف آخر یعنی ستمبر 1891ء میں طبع ہوئی، گویا وہ باتیں جن کی بنا پر بقول ابن انیس صاحب، مرزا غلام احمد پر 1884ء میں فتوی تکفیر لگایا گیا تھا وہ 1884ء میں موجود نہیں تھیں بلکہ 1891ء اور 1896ء میں سامنے آئیں۔ 1884ء میں جب بنیاد موجود نہ تھی تو عمارت کیسی؟ کیا وہ یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ 1891ء اور 1896ء کے سال 1884ء سے پہلے آگئے تھے؟ قارئین ہم آسٹرونومسٹ ہیں نہ نیورولوجسٹ، اس لیے کچھ کہنے سے قاصر ہیں کہ کیلنڈر الٹا چل رہا تھا یا کسی کا میٹر۔

قارئین! بحث کا اختتام ہم ایک دیوبندی بزرگ ہی کی تحریر سے کرتے ہیں، یہ بزرگ مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری ہیں، جو مرزا غلام احمد قادیانی کی دوسری شادی کا ذکر کرتے ہوئے دہلی جانے والی بارات کے شرکاء کے متعلق لکھتے ہیں:

> یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ مرزا صاحب ایسے وقت میں جبکہ علماء امت نے ہنوز مرزا کے کفر وارتداد کا فتوی صادر نہیں کیا تھا اور مرزا صاحب بھی اب تک اپنے نہ ماننے والوں کو کافر قرار نہیں دیتے تھے، کسی مسلمان کو (بارات کے ساتھ دہلی) ساتھ نہ لے گئے ہوں۔،

(رئیس قادیان جلد اول صفحہ 86)

یہ نکاح 27 محرم 1302ھ بروز پیر نومبر 1884ء ھوا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(سیرۃ المھدی حصہ اول صفحہ 8-57)

ابن انیس مولانا حبیب الرحمان کہتے ہیں کہ 1301ھ میں لدھیانہ کے علماء نے فتوی تکفیر مرزا جاری کر دیا تھا، مولانا رفیق دلاوری فرماتے ہیں کہ 1302ھ میں بھی علماء امت کی طرف سے تکفیر مرزا کا فتوی صادر نہیں ہوا، ہم کیا کہیں؟ یا تو فتوی موجود نہیں تھا یا مولانا رفیق دلاوری لدھیانہ والوں کو زمرہ علماء میں شامل نہیں سمجھتے، کوئی صاحب دیوبندی بزرگوں کی ان تحریروں سے جنم لینے والے معمے کو حل کرنے میں ہماری مدد فرمائے تو ہم ممنون ہوں گے۔

قارئین: چلتے چلتے ہم آپ کو بتاتے چلیں کہ لدھیانہ والوں کے ایک فتوے کا ہمیں بھی علم ہے جو مولوی محمد لدھیانوی نے 1300ھ میں دیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ جیسے لہسن کھانے والے کو مسجد میں داخلہ دینا منع ہے، اسی طرح غیر مقلدوں کو، کیونکہ ان کے آنے سے مسجد میں فتنہ فساد برپا ہو جاتا ہے اور خدا مفسدوں کو پسند نہیں کرتا، یہ فتوی جامع الشواہد نامی کتاب میں موجود ہے، غیر مقلدوں کو مسجدوں میں داخلہ سے روکنے کا فتوی دینے کا مطلب یہ ہے کہ ان لدھیانویوں کی مسجد میں حضرت الامام ابوحنیفہ آنا چاہیں تو ان کے لیے دروازہ بند ہوگا، حضرت امام مالک وہاں نماز کی ادائیگی کے لیے چلے جائیں تو لدھیانوی انہیں دھکے مار کر نکال دیں گے، صحابہ یا تابعین میں سے کوئی بزرگ ادھر آنکلیں تو وہاں، غیر مقلدوں کا داخلہ بند ہے کا بورڈ لگا ہوا دیکھ کر لوٹ جائیں گے اور خلفاء راشدین کو تو میلوں دور سے ہی وارننگ دے دی جائے گی کہ اس طرف قدم بڑھانے کی بھی جرات نہ فرمایئے گا کیونکہ یہ شخصیات غیر مقلد ہونے کی وجہ سے لہسن والے اس فتوے کی زد میں آتی ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم فروری ۱۹۹۹ء ص ۱۳۔ ۱۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہابیوں کے اکابرین اور دیوبندیوں کے اکابرین

(۳۷)

دہلی یونیورسٹی کے ڈاکٹر کے ایم اشرف لکھتے ہیں

1803ء میں دہلی میں لارڈ لیک کی آمد کے ساتھ علماء کی تاریخ میں ایک نئے باب کا آغاز ہوا، جب انہیں قرآن کے اصولوں اور احکام شریعت کی روشنی میں برطانوی حکمرانوں کی نسبت مسلمانوں کی شرعی حیثیت کی وضاحت کرنے کو کہا گیا۔ یہ کوئی آسان کام نہ تھا، کیونکہ شریعت میں کوئی ایسا تصور ہی نہیں ہے کہ جہاں مسلمانوں کے محکوم ہونے کا سوال ہو۔ خوش قسمتی سے شاہ ولی اللہ کی جانشینی قابل اور نڈر شاہ عبدالعزیز کے حصے میں آئی، جس نے بلا تامل اعلان کیا کہ دہلی سے کلکتہ تک سارا ملک نصرانیوں کے قبضہ میں چلا گیا ہے، وہ مطلق العنان اور اعلی اقتدار کے مالک ہیں، جبکہ حیدرآباد، لکھنو اور رام پور کے نام نہاد مسلمان حکمران ان کے رحم و کرم پر ہیں، دوسرے لفظوں میں ہندوستان شرع کی رو سے دارالسلام نہیں رہا اور اب اسے دارالحرب تصور کرنا ہوگا۔

ڈاکٹر اشرف صاحب مزید لکھتے ہیں:

اس سے کلیۃً ایک نئی اور نازک صورت حال پیدا ہوگئی کیونکہ جب ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا گیا تو مسلمانوں پر یہ فرض ہوگیا کہ وہ یا تو انگریزوں کے خلاف جہاد کریں یا کسی آزاد مسلم ملک کو ہجرت کر جائیں۔ اس کے سوا کوئی اور چارہ نہیں تھا۔ اگر کسی ناگریز سبب کی بنا پر انہیں انگریزوں کے تحت رہنا ہی پڑے تو انہیں انگریزی حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔

(انقلاب 1857 لاھور 1995ء صفحہ 101-102۔)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس فتوے کی بنیاد پر حضرت سید احمد بریلوی نے خاندان ولی اللہی کے نامور فرزند شاہ محمد اسماعیل کے ساتھ مل کر وہ عظیم تحریک شروع فرمائی جسے تحریک مجاہدین اور وہابی تحریک کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یہ تحریک انیسویں صدی کی تیسری دہائی سے بیسویں صدی کی پانچویں دہائی تک کبھی دھیمے انداز میں، کبھی زور وشور کے ساتھ، استخلاص وطن از بیگانگان بعید الوطن کے مقصد سے جاری رہی۔، ہندوستان میں مسلمانوں کا ایک طبقہ اوپر ذکر کردہ صورتوں میں سے کسی نہ کسی صورت میں اس تحریک میں کام کرتا رہا۔یعنی کچھ لوگ ہند چھوڑ کر آزاد علاقوں میں نکل گئے اور وہاں انگریز کے خلاف میدان کارزار گرم کیے رہے، کچھ لوگ ان سرگرم کار مجاہدین کے لیے مال ورسد کی سپلائی اور نئے رنگروٹوں کی بھرتی کے لیے پورے ملک میں خفیہ طور پر گھومتے رہتے اور کچھ لوگ اپنے گھروں میں رہتے ہوئے دامے درمے سخنے اس تحریک سے خفیہ تعاون کرتے رہے۔

قارئین:لکھوی خاندان کے کچھ علماء، حافظ عبداللہ غازی پوری، مولانا محمد ابراہیم آروی، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی اور (عام خیال کے برعکس) مولانا محمد حسین بٹالوی ایسے لوگ ہیں جو تحریک مجاہدین کی صفوں میں خفیہ طور پر شامل تھے اور تحریک ختم نبوت کے السابقون الاولون میں بھی شامل ہیں۔اور تحریک مجاہدین کے وہ لوگ جو منظر عام پر آ گئے تھے، ان میں بھی ایک شخصیت ایسی ہے جو تحریک ختم نبوت کے سابقون میں شامل ہے، ان کا اسم گرامی محمد جعفر تھانیسری ہے، آج کی نشست میں اسی شخصیت اور اس کے حوالے سے کچھ مجاہدین کی تحریک کا ذکر قارئین کی نذر کرنا مقصود ہے۔

آپ کا نام محمد جعفر، والد کا نام میاں جیون، اور آپ تھانیسر ضلع انبالہ میں 1832ء میں پیدا ہوئے۔، بچپن میں ہی والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔1856ء تک تحریک مجاہدین میں باقاعدہ طور پر داخل ہو چکے تھے۔ خاندان سعادت علماء صادق پور کے معتمد علیہ اور تحریک کے رازہائے سربستہ کے امین تھے۔، سرحد میں برسر پیکار مجاہدین کو روپیہ اور افراد کی فراہمی آپ کے ذمہ تھی، اپنی کتاب کالا پانی میں لکھتے ہیں:

> 1863ء کے آخر کی بات ہے کہ مغربی ہند کی سرحد کے قریب انگریزی سرکار کی زبردستی کی وجہ سے ایک عظیم جنگ شروع ہوگئی، جنرل چیمبرلین صاحب اس جنگ کے سپہ سالار تھے، امبیلے کی گھاٹی میں پہنچ کر سرکاری فوج کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، تقریبا سات ہزار کشت وخون میں تڑپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گئے، خود جنرل چیمبرلین شدید مجروح ہوئے، پنجاب کی تمام چھاؤنیوں کی فوج کو اس جنگ میں جھونک دیا گیا تھا۔ وائسرائے ہند اپنی اس حرکت پر نادم ہو کر راہی ملک عدم ہوا۔ اور ہندوستان بے گورنر ہو گیا، ایسے نازک وقت میں 11 دسمبر 1863ء کو ایک ولائتی افغان غزن خان نے (مخبری کی کہ) تھانیسر کا نمبردار محمد جعفر مجاہدین کی روپیہ اور آدمیوں سے مدد کر رہا ہے۔

اس اطلاع کے بعد آپ کی گرفتاری علی گڑھ سے عمل میں آئی اور آپ کو بیڑیاں ہتھکڑیاں اور طوق مع زنجیر پہنا کر دہلی پہنچایا گیا، جہاں اقرار جرم اور مجاہدین کے نام و پتے بتانے کے لیے آپ پر کئی روز تک اس قدر تشدد کیا گیا کہ ایک روز کا حال لکھتے ہوئے خود فرماتے ہیں:

آٹھ بجے صبح سے لے کر آٹھ بجے رات تک مجھ پر اس قدر مار پیٹ ہوئی کہ شائد کسی پر ہوئی ہو۔ لیکن بفضلہٖ تعالی میں نے سب کچھ برداشت کر لیا اور ہر دم اپنے رب سے دعا کی۔ اے رب ذوالجلال یہ امتحان کا وقت ہے تو مجھے ثابت قدم رہنے کی توفیق عنایت فرما۔

اپریل 1864ء میں انبالہ میں مقدمہ شروع ہوا، آپ کے علاوہ مولانا عبدالرحیم صادق پوری، مولانا یحیی علی صادقپوری وغیرھم بھی ملزمین کے کٹہرے میں تھے 2 مئی 1864ء کو سیشن جج نے فیصلہ سنایا، مولانا جعفر فرماتے ہیں کہ

جج نے سب سے پہلے میری طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تم بہت عقل مند، ذی علم، قانون دان، نمبردار اور رئیس ہو، تم نے اپنی ساری عقل مندی اور قانون دانی کو سرکار کی مخالفت میں خرچ کیا، تمہارے ذریعے سے سرکار کے دشمنوں کو آدمی اور روپیہ جاتا تھا، تم نے انکار بحث سے کام لیا اور سرکار کی خیر خواہی کا قطعاً دم نہیں بھرا، اور فہمائش کے باوجود تم نے قطعاً سرکار کی خیر خواہی نہ کی، لہذا تمہیں پھانسی دی جائے گی، تمہاری کل جائیداد بحق سرکار ضبط ہوگی، تمہاری لاش بھی وارثوں کو نہیں دی جائے گی، بلکہ نہایت ذلت کے ساتھ جیل کے گورستان میں گاڑ دی جائے گی اور تمہیں پھانسی پر لٹکتا ہوا دیکھ کر بہت خوش ہوں گا۔ (کالا پانی۔ صفحہ 67)۔

فیصلہ سن کر آپ نے فرمایا: جان لینا اور دینا خدا کا کام ہے، آپ کے اختیار میں نہیں ہے، وہ رب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

العزت قادر ہے کہ میرے مرنے سے پہلے آپ کو ہلاک کر دیے،

مولانا کہتے ہیں کہ کرنا خدا کا یہ ہوا کہ جج چند ہی دن بعد ناگہانی موت سے راہی ملک عدم ہو گیا۔،

مزید فرماتے ہیں کہ

پھانسی کا حکم سننے پر اتنی خوشی ہوئی کہ شاید ہفت اقلیم کی سلطنت ملنے پر بھی اس قدر مسرور نہ ہوتا، میرے بعد مولانا یحیی علی صاحب کو یہی سزا ہوئی اور ان کو بھی میں نے نہایت ہشاش بشاش پایا، اس روز ضلع انبالہ کی کچہری کا تمام احاطہ خلقت سے بھرا ہوا تھا، جب جج حکم سنا کر خاموش ہوا تو سپاہی مجھے کہنے لگے کہ تمہیں تو پھانی کا حکم ملا ہے، لہذا تمہیں تو رونا چاہیے لیکن تم ہشاش بشاش ہو، میں نے جواب دیا، میری یہ بشاشت شہادت کی امید کی وجہ سے ہے، جو سب سے بڑی نعمت ہے۔

فرماتے ہیں:

16 ستمبر تک ہم پھانسی گھروں میں رہے، صدہا صاحب لوگ اور میم ہمیں دیکھنے کے لیے روزانہ پھانسی گھروں میں آتے اور پوچھتے کہ تمہیں تو بہت جلد پھانسی ہوگی پھر تم اس قدر خوشی کا اظہار کیوں کرتے ہو، ہم کہتے کہ ہمارے مذہب میں خدا کی راہ میں مارے جانے پر شہادت کا درجہ ملتا ہے اور اس وجہ سے ہم خوش ہیں، 16 ستمبر کو ڈپٹی کمشنر انبالہ پھانسی گھروں میں تشریف لائے اور چیف کورٹ کا حکم پڑھ کر سنایا کہ تم لوگ پھانسی کی سزا کو بہت محبوب سمجھتے ہو اور اسے شہادت تصور کرتے ہو اس لیے حکومت تمہیں تمہاری پسندیدہ سزا دینے کیلیے تیار نہیں، لہذا تمہاری پھانسی کی یہ سزا حبس دوام بعبور دریائے شور سے بدل جاتی ہے،۔

اس حکم کے ساتھ ہی ہمیں پھانسی گھروں سے نکال کر دوسرے قیدیوں کی بارکوں میں بھیج دیا گیا۔اور جیل خانہ کے دستور کے مطابق ہماری داڑھی مونچھ اور سر کے بال تراش کر ایک منڈی بھیڑ کی طرح بنا دیا۔،

میں نے اس وقت دیکھا کہ مولانا یحیی علی صاحب اپنی داڑھی کے کترے ہوئے بالوں کو اٹھا کر کہتے تھے، افسوس نہ کر، تو خدا کی راہ میں پکڑی گئی اور اسی کے واسطے کتری گئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا جعفر تھانیسری مزید فرماتے ہیں کہ

22 فروری 1865ء کو ہم لاہور جیل کی طرف روانہ ہوئے۔ جو گیانہ گیروانہ لباس زیب تن، کالا کمبل اوڑھے ہوئے بیڑی و ہتھکڑی کے زیور سے آراستہ و پیراستہ منزل در منزل اور کوچ در کوچ یہ قافلہ عشاق سوئے منزل رواں دواں تھا، ہم ہرنوں کی طرح چوکڑیاں بھرتے چلے جاتے تھے، لدھیانہ، پھلور، جالندھر اور امرتسر سے ہوتے ہوئے لاہور پہنچے۔، جب شالامار باغ کے سامنے پہنچے تو ہر ایک نے اپنا اپنا من بھر کر جو جی چاہا سو کھایا، کیونکہ جیل کی کال کوٹھڑیوں میں معمول کے کھانے کے علاوہ اور چیزیں ملنی محال بلکہ جرم تھیں... سینٹرل جیل لاہور میں پہلے سے موجود بیڑیوں اور ہتھکڑیوں کے علاوہ سپرنٹنڈنٹ کے حکم سے ہمارے دونوں پاؤں کے دونوں کڑوں کے درمیان ایک لمبا آڑہ ڈنڈا بھی ڈال دیا گیا جس کی وجہ سے چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا نہایت مشکل ہو گیا اور رات کو پاؤں پسار کر سونا بھی نہایت محال ہو گیا، لاہور سے ملتان لے جایا گیا اور وہاں سے ایک کشتی کے ذریعے کراچی روانہ کر دیا گیا۔،

اس سفر میں مولانا فرماتے ہیں کہ

بیڑی ہتھکڑی اور ڈنڈے تو پہلے سے زیب تن تھے یہاں ایک بڑی موٹی آہنی زنجیر ہماری بیڑیوں کے درمیان پھنسا دی گئی، جس کی وجہ سے اٹھنا بیٹھنا محال تھا، پاخانہ پیشاب بھی اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے ہوئے کرتے تھے، اس وقت تقریبا آدھا آدھا من لوہا ہمارے جسم پر تھا، اگرچہ دریائے سندھ ہمارے زیر پا ٹھاٹھیں مار رہا تھا لیکن ہم اس قدر مجبور تھے کہ وضو کرنے کی بھی توفیق نہ تھی، لہذا پڑے پڑے تیمّم سے نمازیں پڑھتے تھے۔ ایک ہفتہ کراچی میں ٹھہرے اور پھر آٹھویں روز ہمیں بحری جہاز میں بوریوں کی طرح بھر کر بمبئی بھیج دیا گیا۔، 8 دسمبر 1865ء کو بمبئی سے بذریعہ جہاز کالا پانی روانگی ہوئی اور 11 جنوری 1966ء کو جہاز پورٹ بلیر انڈمان پہنچ گیا۔

ناظرین! جس انڈیمان (کالا پانی) میں مولانا محمد جعفر تھانیسری نے تقریبا 18 سال قید کاٹی اس کے متعلق ہم مولانا فضل حق خیر آبادی کی کتاب الثورۃ الہندیہ سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں جس سے آپ کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہوگا کہ یہ کرب وبلا کا کیا مقام تھا، وہ لکھتے ہیں:

کالا پانی وہ جگہ ہے جہاں سورج ہمیشہ سر پر ہی رہتا تھا....اس کی نسیم صبح بھی گرم وتیز ہوا سے زیادہ سخت، اوراس کی نعمت زہر ہلاہل سے زیادہ مضر تھی، اس کی غذا حنظل سے زیادہ کڑوی، اس کا پانی سانپوں کے زہر سے بڑھ کر ضرر رساں، اس کا آسمان غموں کی بارش کرنے والا، اس کا بادل رنج وغم برسانے والا، اس کی زمین آبلہ دار، اس کے سنگریزے بدن کی پھنسیاں اوراس کی ہوا ذلت وخواری کی وجہ سے ٹیڑھی چلنے والی تھی...ہوا بدبودار اور بیماری کا مخزن تھی، مرض سستا اور دوا گراں، بیمار کے علاج، تندرست کی بقاء صحت اور زخم کے اندر مال کی کوئی صورت نہ تھی، بخار موت کا پیغام۔ جب کوئی مرجاتا ہے تو نجس وناپاک خاکروب...اس کی ٹانگ پکڑ کر کھینچتا ہوا غسل وکفن کے بغیر اس کے کپڑے اتار کر ریگ کے تودے میں دبا دیتا ہے۔

(الثورۃ الہندیہ باغی ہندوستان از فضل حق خیرآبادی ترجمہ عبدالشاہد شروانی، مکتبہ قادریہ لاھور 1974 صفحہ 93-291۔)

قارئین: اس جگہ کو انگریزوں نے وہابیوں کی کالونی بنا دیا تھا، وہابی مجاہدین کے بڑے بڑے لیڈران جرائر میں مصائب وآلام اور ظلم وستم کا تختہ مشق بنے رہے۔ بہت سے یہیں آسودہ خاک ہوگئے، وہاں اے کلاس یا بی کلاس قید کا رواج نہیں تھا، لیکن کسی نے معافی نہیں مانگی، نہ لالچ کو قبول کر کے حق کا ساتھ چھوڑا، نہ ہی مصائب سے گھبرا کر راہ حق سے ہٹنا پسند کیا، خود ہنٹر کہتا ہے کہ انہوں نے کبھی وفاداری کا اظہار کیا نہ ہم سے کوئی رعایت طلب کی۔ (ھمارے ہندوستانی مسلمان)۔

قارئین: وہابی مقدمات کے تقریبا پچاس سال بعد کچھ لوگ حجاز سے گرفتار کروا کر انگریزوں نے مالٹا میں نظر بند کیے تھے، ان بزرگوں کو ان کے معتقدین شیخ الہند، شیخ الاسلام، شیخ العرب والعجم وغیرہ کے القاب سے نوازتے ہیں اور مالٹا کی اسیری کی بنا پر انہیں تحریک آزادی کے نمایاں ترین لیڈروں میں شمار کرتے ہیں۔، ہمیں ان بزرگوں کی خدمات سے انکار نہیں ہے لیکن کیا کیجیے کہ یہ بزرگ کوئی مشقت کرنے کے بجائے وہاں وقتاً فوقتاً انگریز حاکموں کے حضور رعائتوں کے حصول کے لیے درخواستیں دیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ روایات بھی خود ان اسیروں میں سے ایک یعنی مولانا حسین احمد مدنی کی زبانی ہیں، آپ ملاحظہ فرمائیں اور خود فیصلہ کیجیے کہ وہابیوں کے اکابرین اور دیوبندیوں کے اکابرین میں سے تحریک آزادی میں خدمات اور قربانیوں کے ضمن میں کون کس مقام پر کھڑا ہے، مولانا حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:

ایک روز مولانا (محمود الحسن) کو آفس میں بلایا گیا اور کمانڈر نے کہا کہ ہمارے پاس آپ کے لیے خاص طور پر حکم آیا ہے کہ آپ کی خاطر داری غائت درجہ کریں اور جو مراعات اور حقوق فوجی کپتان کے کیے جاتے ہیں وہ آپ کے ساتھ ملحوظ ہوں، اس لیے ہم آئندہ ان کا اہتمام کریں گے، اگر آپ کو کوئی ضرورت یا شکایت ہو تو بیان فرمایئے.. ہم نے اگلے دن ایک مفصل عرضی لکھی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہم گرم ملک کے رہنے والے ہیں، مالٹا نہایت سرد جگہ ہے۔ ہم لوگوں کو ان سرد ملکوں میں آب و ہوا مناسب نہیں ہوتی، جبکہ میں کسی قسم کا واقع میں مجرم نہیں ہوں تو جلد آزاد کر دیا جاؤں (یا) ہندوستان منتقل کر دیا جاؤ، (یا) مصر کے ان شہروں میں مجھ کو رکھا جائے جہاں پر سردی زیادہ نہیں ہوتی، مجھ کو میرے رفقاء کو کھانے کی سخت تکلیف ہے۔ ہم گوشت کھانے کے عادی ہیں مگر موجودہ گوشت ہمارے مذہب کے بالکل خلاف ہے، مالٹا سے اگرچہ زیادہ حیوان منگانے کی ہم کو اجازت دے دی گئی ہے مگر وہ اس قدر گراں ہے کہ ہمارا موجودہ سرمایہ بہت احتیاط سے صرف کرنے میں بھی اکثر خرچ ہو گیا۔

پھر ایک اور افسر مسٹر برن مولانا محمود الحسن سے ملنے آیا، اس کے پاس بھی ایسی ہی شکایات کی گئی ہیں تو مولانا مدنی لکھتے ہیں مسٹر برن نے کوشش کی کہ ان لوگوں کو روزانہ ڈیڑھ شلنگ اور مولانا (محمود الحسن) مرحوم کو تین شلنگ دیا جایا کرے، اور علاوہ اس کے روٹی، کوئلہ، شمع، صابن حسب عادت سابقہ ملنے کا حکم جاری کر دیا، مسٹر برن نے سردی کی شکایت کی بنا پر جاڑوں کے لیے کوئلہ کی زیادہ مقدار مقرر کرا دی جس سے ہم اپنے کمرہ کو روزانہ گرم کر سکتے تھے۔

ادھر مولانا محمود الحسن کی اہلیہ نے ہند میں غالباً گورنر یوپی کے پاس عرضی بھیجی کہ جو مقدار مولانا کے لیے مقرر کی گئی ہے وہ مالٹا کی گرانی کی وجہ سے کافی نہیں ہے، اس لیے یا تو تم خود ان کے لیے کافی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقدار پہنچاؤ، یا ہم کو اجازت دو۔، وہاں سے جواب آیا کہ تم فکر مت کرو، ہم خود انتظام کریں گے، وہاں سے حکم مالٹا میں زیادتی کا پہنچ، آفس نے مولانا اور کاتب الحروف (مولانا حسین احمد مدنی) کو طلب کیا اور مصاریف کی قلت کی نسبت دریافت کیا، مولانا نے جواب دیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ انسان کا مدار زندگی گوشت پر ہے، ہم یہاں کی گرانی کی وجہ سے بہت زیادہ کفائت کرتے ہوئے ہفتہ میں فقط تین دن گوشت کھا سکتے ہیں، گھی یہاں ملتا ہی نہیں، بجائے اس کے زیتون کا تیل استعمال کیا جاتا ہے...اس (افسر) نے اس وقت فی کس دو شلنگ یومیہ اور مولانا کے لیے چار شلنگ یومیہ کر دیے۔

مولانا حسین احمد مدنی لکھتے ہیں کہ اس کے بعد

ہندوستان سے بہت سے خطوط آئے جن میں حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم، مولانا خلیل احمد صاحب، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب، مولانا حافظ محمد احمد صاحب کے خطوط تھے، سب نے بتاکید لکھا کہ مسٹر برن چیف سیکرٹری مسٹن گورنر یوپی کی پیش کردہ شروط کو قبول فرما کر بہت جلد ہندوستان تشریف لائیں، ہرگز ان کے مطالیب کو رد نہ فرمائیں، ہماری استدعا پر گورنمنٹ نے یہ صورت قبول کی ہے، یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ حسب اشارہ احباب نے ایک وفد علماء کا گورنمنٹ کے پاس مولانا (محمود الحسن) کی رہائی کے لیے پیش کیا تھا، اس کے بعد بعض امور میں ہماری خاص خاص رعائتیں کی گئیں۔

(اسیر مالٹا، از مولانا حسین احمد مدنی مکی دار الکتب لاھور۔ص 180-179)۔

قارئین: ہندوستان کے ایک بزرگ عالم دین مولانا وحید الدین خان صاحب مالٹا کے ان اسیروں کا ذکر کرتے ہوئے ایک مقام پر لکھتے ہیں:

دسمبر 1916ء میں مولانا محمود حسن صاحب کو گرفتار کر لیا گیا، انہیں ساڑھے تین سال تک مالٹا میں نظر بند رکھا گیا۔ جون 1920ء میں وہ رہا کیے گئے، اس نظر بندی کے زمانہ میں مولانا موصوف کے شاگرد خاص مولانا حسین احمد مدنی بھی ان کے ساتھ تھے، اس سلسلہ میں جو واقعات بیان کیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاتے ہیں ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے:

حضرت شیخ الہند کے زمانہ نظر بندی میں جو لوگ ساتھ رہے ان میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی کا نام خاص طور پر اہمیت رکھتا ہے۔، آپ نے حضرت شیخ کی خدمت کرنے اور زیادہ سے زیادہ آرام پہنچانے میں دن رات ایک کر دیا، ایک ادنی سا واقعہ ہے، مالٹا میں شدت کی سردی میں حضرت شیخ کے سرد پانی سے وضو کرنے کی تکلیف آپ سے دیکھی نہ گئی، تو آپ نے گرم پانی مہیا کرنے کا انتظام اور التزام اس طرح کیا کہ ساری رات ٹھنڈے پانی کا لوٹا سینے سے لگائے لحاف اوڑھے بیٹھے رہتے اور جسم کی حرارت سے گرم شدہ پانی کا لوٹا فجر کے وضو کے لیے حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کر دیتے۔، یہ سلسلہ ایک یا دو دن نہیں، پورے تین سال 5 مہینے تک چلا۔ (مولانا وحید الدین خان لکھتے ہیں) اس واقعہ کو ماننے کے لیے یہ بھی ماننا پڑے گا کہ پورے تین سال پانچ مہینے تک مالٹا میں متواتر شدت کی سردی پڑتی رہی، عام قاعدہ کے خلاف وہاں موسم تبدیل نہیں ہوا، اس سے قطع نظر خود یہ بات بڑی عجیب ہے کہ مولانا کا ایک شاگرد ان کے پاس پوری رات بیٹھے رہنے کی مصیبت اٹھا رہا ہے مگر مولانا اس کو منع نہیں فرماتے، اگر مولانا نے جانتے ہوئے منع نہیں کیا تو یہ ان کی شرافت کے خلاف ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ مولانا کو اس واقعہ کا علم نہیں ہو سکا تو یہ اور بھی زیادہ عجیب ہے، کیونکہ جو شخص اپنے گھر کے ایک واقعہ سے ساڑھے تین سال تک بے خبر رہے وہ عالمی حالات سے کیوں کر باخبر ہو سکتا ہے، جن کو جاننا برٹش ایمپائر کے خلاف تحریک چلانے کے لیے ضروری تھا، ایک صورت میں مولانا کی شرافت مشتبہ ہوتی ہے اور دوسری صورت میں مولانا کی فراست، اب یہ مولانا کے معتقدین کو فیصلہ کرنا ہے کہ وہ دونوں میں سے کس صورت کو ترجیح دیتے ہیں۔ (الرسالہ۔اگست 1992 دہلی صفحہ 35-36)

قارئین: مولانا وحید الدین خان کی زبانی آپ نے ان مصائب اور شدائد کی حقیقت کسی حد تک ملاحظہ فرمالی جو مالٹا کے اسیروں کے پہلے سے بلند مقامات کو بلند تر کرنے کے لیے بیان کیے جاتے ہیں، دوسری طرف آپ مولانا یحیی علی صادق پوری کا حال بھی ملاحظہ فرمالیجیے کہ کالا پانی کے مصنف ہی نے لکھا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ جب وہ جیل میں تھے تو ان سے رہٹ چلانے کی مشقت لی جاتی تھی، جس کی وجہ سے انہیں خون کے پیشاب آنے لگے تھے اور ان بزرگوں کی جو مار پیٹ ہوئی وہ تحریک مجاہدین کا سرمایہ اور انگریز حاکموں کی بربریت اور وحشت کا ثبوت ہیں لیکن قارئین ان ناگفتہ بہ حالات کے باوجود ان کے ان لوگوں نے جو جیل خانوں سے باہر تھے انگریزوں کے خلاف سارے ملک میں تحریک چلا رکھی تھی، ہنٹر لکھتا ہے:

پٹنہ کا مرکز تبلیغ ہمیشہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کے لیے اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچانے کے لیے دو ہی راستے ہیں یا تو وہ کافروں کے ساتھ جہاد کریں اور یا اس زمین سے ہجرت کر جائیں کیونکہ سچا دین دار اپنی روح خراب کیے بغیر اس حکومت کا وفادار نہیں رہ سکتا، جو جہاد یا ہجرت سے منع کرتے ہیں وہ دل کے منافق ہیں۔

(ھمارے ہندوستانی مسلمان۔صفحہ 109)

ہنٹر نے ایک دوسری جگہ کہا:

ہمارے زندان کے پھاٹک ان جوق در جوق نامراد شوریدہ سر باغیوں کے لیے بند ہو گئے، ہماری عدالتوں نے جماعتوں کے سرغنوں کو یکے بعد دیگرے سمندر پار خاموش جزیروں میں بھیج دیا، پھر بھی سارا ملک ہماری سرحد پر اسلام کے یاس زدہ لوگوں کو روپے اور آدمی بھیجے جاتا ہے۔

(ھمارے ہندوستانی مسلمان صفحہ 3-122)

نیز

جب بھی وہ دیکھتے کہ تحریک تباہ ہو رہی ہے وہ خاک سے جہاد کا علم بلند کر دیتے وہ اپنی حفاظت سے بے نیاز تھے۔ان کی زندگی داغوں سے پاک تھی، ان کے سینے میں ایک شعلہ فروزاں تھا کہ انگریز کافروں کا تختہ الٹ دیا جائے اور جہاں تک روپیہ اور رنگروٹ فراہم کرنے کے لیے ایک مستقل نظام قائم کرنے کا تعلق تھا وہ اس میں بہت ماہر تھے، پٹنہ کے خلیفہ اس فرقے میں ایک نمونے کی شخصیت کے مالک تھے، ان کی زیادہ تر تعلیمات اغلاط سے پاک تھیں، انہوں نے ہزارہا ہم وطنوں کو خدا کے ایک بہتر تصور سے آشنا کیا اور انہیں ایک زیادہ پاکیزہ زندگی بسر کرنے پر ابھارا، میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جہاں تک میرے تجربے کا تعلق ہے اس فرقے کے سب سے زیادہ روحانی اور کم از کم خود غرض نمونے کی نمائندگی صرف وہابی مبلغ ہی کر سکتا ہے، ایک وہابی کے سامنے ایک چیز ہے اور وہ یہ کہ دین محمدیہ کی تطہیر کا عظیم الشان کام سرانجام دیا جائے، اس راستے پر گامزن ہوتے ہوئے وہ نہ کسی سے ڈرتا ہے اور نہ کسی پر رحم کر سکتا ہے، زندگی میں اس کا راستہ واضح اور بین ہے اور کسی قسم کی تنبیہ یا سزا اسے اس راستے سے ہٹنے پر مجبور نہیں کر سکتی۔

(ماخوذ از ہنٹر منقول از شاہ اسمایل شہید مرتبہ عبداللہ بٹ مضمون ڈاکٹر تصدیق حسین خالد بار ایٹ لا، صفحہ 2-101)

اور پھر مکمل حالات کا جائزہ پیش کر کے ہنٹر اپنی حکومت کو مشورہ دیتا ہے کہ لہذا

اگر یہ مصیبت (سرحد پر لڑائیاں) پھر ہماری قسمت میں لکھی ہے تو سب سے پہلے اندرون ملک میں وہابیوں کی سازش کو کلی طور پر نیست و نابود کرنا ایک بہت بڑے خطرے کو رفع کرنے کے مترادف ہوگا۔ (ھمارے ہندوستانی مسلمان صفحہ 160)۔

اور بقول ڈاکٹر تصدق حسین خالد

انگریزوں کو احساس ہوا کہ اس تحریک کو محض تشدد سے نہیں دبایا جا سکتا انہوں نے غور کیا کہ اس تحریک کو توڑنے کے لیے اور کون سے ذرائع اختیار کیے جا سکتے ہیں، وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ وہ غرض مند طبقات پر بھروسہ کر سکتے ہیں، چنانچہ بڑے بڑے زمین داروں، سرمایہ داروں اور علماء کی طرف رجوع کیا گیا اور ان کا تعاون حاصل کیا گیا، بقول ہنٹر ایسے فتوؤں کا ایک انبار اکٹھا کیا گیا جن میں اعلان کیا گیا کہ وہابی کافر ہیں اس طرح عوام کو بغاوت کے خطرناک راستے سے الگ اور وہابیوں سے متنفر کر دیا گیا، سرمایہ دار طبقات نے کلکتے کے خان بہادر عبداللطیف کی رہنمائی میں ایک سوسائٹی قائم کی اور 23 نومبر 1870ء کو علماء نے قانون پر بحث کی اور برطانویوں کے حق میں فتوی دے دیا، مسلمان زمین داروں اور علماء کو ان انگریزوں نے یقین دلایا کہ ان کے مفاد صرف اس صورت میں محفوظ رکھ سکتے ہیں کہ وہابیوں کی تحریک ناکام ہو جائے، اس کا نتیجہ کیا نکلا، ہنٹر لکھتا ہے کہ ہر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلمان مولوی جس کی مسجد یا خانقاہ کے ساتھ ایک درجن ایکٹرز مین تھی وہابیوں کے خلاف چلانے لگا اور پچاس سال تک اسی کام میں مصروف رہا۔ (شاہ اسماعیل شہید صفحہ 3-102)

قارئین! وہابیوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے ضروری تھا کہ ان کی نشان دہی ہو، ان کا معاشرتی بائیکاٹ ہو، عوام کے دل میں ان سے نفرت پیدا ہو، حکومت کو وہ گھر دور سے نظر آ جائے گا جس کے باسیوں کو محلے کی مسجد میں آنے کی اجازت نہ ہو اور محلّہ داروں کی شادی غمی میں شریک نہ ہونے دیا جاتا ہو، جن سے لین دین منع ہو، پھر ایسے لوگوں کو پکڑ کر دار پر چڑھانا حکومت کے لیے کس قدر آسان ہوگا؟ کون احتجاج کرے گا؟ یہ کام ہمارے بعض حنفی بزرگوں نے بڑی خوبی سے انجام دیا، انہوں نے نہ صرف اہل حدیث مجاہدین کو وہابی کہہ کر ان کا ناطقہ بند کروایا بلکہ لفظ وہابی کو اردو لغت کا مکروہ ترین لفظ بنا کر اپنے ہر قسم کے دشمنوں کے لیے کامیابی کے ساتھ استعمال کرنا بھی شروع کر دیا، اسکی مثال حضرت مولانا حسین احمد مدنی کی ایک روایت ہے جو انہوں نے اپنی کتاب نقش حیات میں بایں الفاظ بیان کی ہے، فرماتے ہیں:

مجھ کو بخوبی یاد ہے کہ غالباً 1925ء یا اسی کے قریبی زمانہ میں پنجاب میں اخباروں میں ایک واقعہ چھپا تھا کہ کسی گاؤں کا امام وہاں کے ایک ہندو بنیے کا مقروض تھا، قرضہ بڑھ گیا تھا، بنیے نے تقاضا کیا اور آئندہ قرض دینا بند کر دیا، امام صاحب نے اسے سمجھایا مگر وہ بنیا نہ مانا اور کہا کہ جب تک پہلا قرض ادا نہ کرو میں تم کو کچھ قرض نہ دوں گا، امام صاحب دھمکی دے کر چلے گئے اور مسجد میں بعد نماز جمعہ اعلان کیا کہ فلاں بنیا وہابی ہو گیا ہے اس لیے کسی قسم کا معاملہ خرید و فروخت آمد و رفت کا جائز نہیں ہے، تمام باشندگان دیہات نے بنیے کا بائیکاٹ کر دیا، بنیا بے چارہ دن بھر دوکان پر ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہتا تھا، کوئی آدمی اس کی دوکان پر نہیں آتا تھا، اس نے بعض لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ تو وہابی ہو گیا ہے اس لیے ہم تجھ سے لین دین نہیں کر سکتے، بالآخر بنیے نے جا کر امام صاحب صلح کر لی تو امام صاحب نے اگلے جمعہ کو اعلان کر دیا کہ بنیے نے وہابیت سے توبہ کر لی ہے، اب لین دین جاری کر دو، چنانچہ بازار کھل گیا، خیال کیجیے کہ بنیے کا ہندو اور بت پرست مشرک ہونا تو لین دین میں خارج نہ تھا مگر وہابی ہونا ہو گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(نقش حیات جلد اول کراچی صفحہ 127)

قارئین: اہل حدیث حضرات کو بدنام کرنے کی مہم میں لدھیانہ کے مولوی محمد نے بہار کے دارالحکومت اور مجاہدین کے مرکز پٹنہ جا کر فتوی شائع کیا کہ غیر مقلد اہل حدیث مرتد ہیں اگر یہ توبہ کریں تو ان کی توبہ قبول نہ کی جائے ان کو مساجد میں نہ آنے دیا جائے، حکام کو چاہیے کہ ان کو پکڑ کر قتل کر دیں۔

ناظرین: پٹنہ خاندان سعادت مجاہدین صادق پور کا شہر تھا، ان کے بزرگوں کو شاہ جہان بادشاہ نے 1039ھ میں موضع صادق پور سنگرام پرگنہ حویلی عظیم آباد رقبہ ایک ہزر بیگھہ عطا فرمائی تھی۔ اس موضع صادق پور کے نام سے جو دراصل عظیم آباد یعنی پٹنہ کا ایک محلّہ تھا اس خاندان کو صادق پور خاندان کہا جاتا ہے، بعد ازاں اورنگ زیب عالمگیر نے 1068ھ میں اس خاندان کو مزید چالیس بیگھہ زمین عطا فرمائی اور محمد فرخ سیر بادشاہ نے 1124ھ میں مزید ایک ہزار بیگھہ زمین عطا فرمائی۔

(تذکرہ صادقہ از عبدالرحیم صادق پوری، کراچی 1996 صفحہ 5-33)

صادق پور کی بیشتر جائیداد صوبائی دارالحکومت پٹنہ کے قلب میں واقع تھی، اس کی قیمت کا اندازہ وہ لوگ بخوبی لگا سکتے ہیں جنہیں شہری جائیدادوں کی خرید وفروخت کا تجربہ ہو۔ جس وقت لدھیانے کے مولوی محمد صاحب نے طویل سفر کر کے وہاں جا کر اوپر ذکر کردہ انتظام المساجد نامی فتوی مشتہر کیا، صادق پوریوں کی یہ جائیداد ضبط ہو چکی تھی، ان کے کچھ لوگ کالا پانی میں قید تھے اور کچھ سرحد میں مصروف پیکار تھے، ان کے مکانوں کی بنیادیں کھود کر ہل چلا دیے گئے تھے، ان کا قبرستان اکھاڑ دیا گیا تھا، وہاں بازار اور میونسپلٹی کے دفاتر بنا دیے گئے تھے، عین عید کے روز ان کی خواتین کو بے دخل کر کے گھروں سے نکال دیا گیا تھا، اور جب یہ خبر مولانا یحیی علی صادق پوری کو کالا پانی میں پہنچائی گئی تو انہوں نے اپنی اہلیہ کو جو خط لکھا وہ کچھ یوں ہے۔

رات خواب میں حضور سرور کائنات ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، آپ تبسم کناں تھے۔ اب غم کا ہے کا۔

قارئین: ایسے لوگوں کے متعلق آغا شورش کاشمیری نے لکھا ہے:

جن علماء کو تختہ دار پر بھیجا گیا ان میں استقامت کی ایسی تصویریں بھی تھیں کہ عدالتوں نے ان کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سزائے موت کو صرف اس لیے عمر قید میں تبدیل کیا کہ وہ لوگ شہادت کو عزیز رکھتے تھے اور موت کی سزا سن کر ان کا وزن بڑھ گیا تھا، علمائے صادق پور کے مقدمات عدالتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کلمہ حق کہنے کی ایک ایسی نظیر ہے کہ مادر گیتی اس قسم کے انسان شاذ ہی جنتی ہیں۔

(ابوالکلام آزاد، از شورش کاشمیری 1994ء لاھور صفحہ 263)۔

ناظرین: یہ وہابیان ہند تحریک آزادی کی پیشانی کا جھومر ہیں، ان کے شہر پٹنہ میں جا کر جو فتوی دیا گیا وہ دلیل کم نظری کے سوا اور کیا کہلا سکتا ہے، کاش دور حاضر کے احناف میں سے کوئی رجل رشید اپنے اجداد کی طرف سے معذرت کرتے ہوئے اس فتوی سے بیزاری کا اظہار فرما دے، اس لیے کہ اگر مجاہدین صادق پور اور دوسرے وہابیوں کو اسلام سے خارج کر دیا جائے تو 1860ء سے 1910ء کے عرصے میں ہندی مسلمانوں کا دامن تحریک آزادی میں خدمات کے ضمن میں بالکل خالی رہ جاتا ہے۔

قارئین: ان وہابیوں (اہل حدیثوں) کا ایک آدمی 18 سال کالا پانی میں قید کاٹ کر 1883ء میں واپس ہند آیا، اس کا نام محمد جعفر تھانیسری تھا، تھوڑے عرصے بعد اسے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں سے جذبہ جہاد ختم کرنے کے لیے انگریزوں نے ایک پودہ کاشت کیا ہے، جہاد وہابی تحریک کی روح تھا، روح کو ختم کرنے کے اس منصوبے کا جب جعفر تھانیسری کو پتہ چلا تو اپنی تحریک کی بقاء کے لیے (پوری اٹھارہ سال جیل کاٹنے اور پولیس کا بے پناہ تشدد برداشت کرنے کے باوجود) وہ پھر انگریز کی اس چال کو ناکام بنانے کے لیے خم ٹھونک کر کھڑا ہو گیا۔ مرزا غلام احمد نے جب نشان آسمانی نامی تحریک لکھی تو 1892ء میں مولانا جعفر تھانیسری نے اس کے جواب میں تائید آسمانی در رد نشان آسمانی نامی کتاب لکھ کر اپنا نام تحریک ختم نبوت کے سابقون میں درج کروا لیا۔ یہ کتاب اختر ہند پریس ہال بزار امرتسر سے 1892ء میں شائع ہوئی۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم مارچ ۱۹۹۹ء۔ص ۱۴۔۱۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (۱)

(۳۸)

قارئین! ایک حنفی بزرگ مولانا محمد میاں نے انڈیا آفس لندن میں موجود ریکارڈ کی بنا پر ریشمی رومال سازش کیس کو: تحریک شیخ الہند، کے نام سے مرتب کیا ہے، یہ کتاب مکتبہ محمودیہ لاہور سے ۱۹۸۸ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب کے مطابق اس تحریک کے فوجی ونگ میں جن افراد کو لیفٹیننٹ جنرل کا عہدہ دیا گیا تھا ان میں مولوی عبدالکریم، رئیس المجاہدین، مولوی عبدالعزیز رحیم آبادی، حافظ عبداللہ غازی پوری، مولانا ابوالکلام اور مولوی عبدالقادر قصوری شامل تھے، جن بزرگوں کو میجر جنرل کا عہدہ دیا گیا تھا ان میں مولوی محمد بشیر رئیس المجاہدین، مولوی محمد علی قصوری، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور سید سلیمان ندوی وغیرہ ہم شامل تھے، کرنلوں کی فہرست میں مولوی ولی محمد (فتوحی والہ) مولوی عبدالحق لاہور اور مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی کے نام ہیں۔

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی نہ صرف بقول مولوی محمد میاں تحریک شیخ الہند کے کرنیلوں میں شامل تھے بلکہ تحریک مجاہدین اور ریشمی خطوط کیس کے خفیہ کارکن ہونے کے ساتھ ساتھ تحریک ختم نبوت کے بھی نہایت سربرآوردہ ارکان میں شمار ہوتے ہیں، ان کی حیثیت تحریک ختم نبوت میں باقی تمام بزرگوں سے اس لئے بھی نمایاں ہے کہ جس طرح مولانا محمد حسین بٹالوی وہ شخص ہیں جنہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ مسیحیت منظر عام پر آتے ہی ان کا تعاقب شروع کر دیا تھا، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے مرزا غلام احمد کو اس کی حیاۃ دنیوی کے آخری روز اور آخری ساعتوں میں پیغام حق پہنچانے کے ساتھ ساتھ اسے اس کی زندگی کا آخری چیلنج بھی دیا جس کا جواب اپنے ذمے ادھار لے کر وہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا تھا جیسا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آج کی نشست میں بیان ہوگا۔

قارئین! تحریک ختم نبوت کے اولین میر کارواں حضرت سید محمد نذیر حسین محدث ۱۹۰۲ء میں اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ ان کے دور آخر کے شاگرد مولانا ابرہیم میر اپنی تحریکی سرگرمیوں بارے میں لکھتے ہیں:

۱۹۰۲ء میں شہر سیالکوٹ میں بمواقع کثیرہ بعض احباب کے اصرار سے حضرت مسیح (ابن مریم) علیہ السلام کی حیات فی السماء کو مع دیگر مسائل (معراج وغیرہ) بنصوص قرآنیہ بیان کیا جس سے اللہ تعالی نے منکرین (حیاۃ مسیح) کو بالکل پست کر دیا اور بہت سے مذبذبین اور متردد دین کو شاہراہ عقیدت پر چلایا، رفتہ رفتہ دوسرے شہروں میں آواز بلند ہوا اور خطوط طلبی آنے لگی، لہذا برادران دینی کی استدعا کو بسر وچشم منظور کر کے محض تبلیغ دین کے لئے کئی سفر کئے، چنانچہ وزیر آباد اور ضلع گجرات ،شہر جہلم، شہر راولپنڈی، امرتسر اور پشاور میں سفر کر کے اس قدر وعظ کئے کہ اکثر لوگ مطمئن ہو گئے اور بعض مرزائی تائب ہو گئے، فرقہ مرزائیہ کے بعض مدعیان علم سے پسرور، سیالکوٹ، وزیر آباد، کھاریاں، موضوع کملا (تحصیل کھاریاں) اور شہر جہلم میں مباحثات و مناظرات بھی ہوئے (شھادۃ القرآن کی تصنیف سے پہلے) اور شھادۃ القرآن کے بعد بھی کئی ایک مقامات پر قادیانی علماء سے مباحثات ہوئے، مثلاً چنیوٹ، لاہور، مونگیر (بہار) گوجرانوالہ، ڈیرہ بابا نانک، ان سب مقامات پر خدا تعالیٰ نے خاکسار کی مدد کی اور نمایاں فتح دی، مخالفین کو حجت میں مغلوب کیا، چنانچہ بعض کو ہلاک کیا۔ (مثلاً مولوی قائم الدین صاحب سیالکوٹی اور شیخ چراغ دیں صاحب گجراتی) اور بعض کو بیماری میں مبتلا کیا (مثلاً مولوی مبارک صاحب کو مباحثہ جہلم میں) بعض کو ندامت کے دریا میں غرق کیا، (مثلاً مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی کو پسرور میں اور فضل دین صاحب کو کھاریاں میں) جہلم میں، جب مرزا غلام احمد صاحب مولوی کرم الدین صاحب کے استغاثہ پر تشریف لائے تو ان کے سامنے کھڑا ہو کر صدہا مسلمانوں کے درمیان مسئلہ حیات و رفع مسیح علیہ السلام صرف قرآن شریف سے بیان کیا اور مرزا صاحب لاہور میں فوت ہوئے اس سے ایک روز بیشتر ان کو میری طرف سے بوساطت ڈاکٹر ایم اے سعید صاحب دعوت مناظرہ کا خط پہنچ چکا تھا وہ خط کیا تھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گویا پیغام اجل تھا کہ دوسرے روز مرزا صاحب فوت ہو گئے۔(شھادۃ القرآن (دیباچہ طبع ثالث،ازمولانا میر سیالکوٹی)طبع چہارم۔ص۔۱۱۔۱۲)

ناظرین! مرزا صاحب قادیانی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو فوت ہوئے تھے۔ان کی موت سے ایک روز قبل کے جس واقعہ کا حضرت مولانا میر سیالکوٹی نے اوپر ذکر کیا فرمایا ہے،اسے مرزا صاحب کی زندگی کے آخری واقعہ کے طور پر مرزا صاحب کے ملفوظات کے مرزائی مرتب نے یوں بیان کیا ہے:

۲۵ مئی ۱۹۰۸ء قبل نماز عصر مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے حضرت اقدس کی خدمت میں بذریعہ اپنے کسی خاص قاصد کے ایک خط بھیجا جس میں بعض مسائل مختلفہ پر زبانی گفتگو کرنے کی اجازت چاہی اور وعدہ کیا کہ میں بہت نرمی اور پاس ادب سے گفتگو کروں گا۔ حضرت اقدس نے قبل عصر حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب سے ان کے متعلق دریافت کیا کہ وہ اخلاق کے کیسے ہیں،مغلوب الغضب اور فوراً جوش میں آجانے والے یا بھڑک اٹھنے والی طبیعت کے تو نہیں؟اس کے جواب میں بعض اصحاب نے عرض کیا کہ حضور ایسے تو نہیں،ان کی طبیعت میں نرمی پائی جاتی ہے،حضرت اقدس خود چونکہ پیغام صلح لکھنے میں مصروف تھے اور فرصت نہ تھی،اس لئے حضرت اقدس نے مولانا مولوی محمد احسن صاحب سے فرمایا کہ آپ ان کے خط کا جواب لکھ دیں۔،اصل خط ان کا ہم بھیج دیں گے اور بے شک نرمی سے اور آہستگی سے ان مسائل پر گفتگو کریں،البتہ اس بات کا خیال رکھیں کہ ان کے ہمراہ سوائے دو چار معزز اور شریف آدمیوں کے اور زیادہ ہجوم نہ ہو۔

(قادیانی ملفوظات۔جلد۱۰۔ص۴۵۴۔۴۵۳)۔

اسی واقعہ کو مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر احمد ایم اے قادیانی نے بایں الفاظ بیان کیا ہے:

خاکسار عرض کرتا ہے کہ ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کو عصر کی نماز کے بعد یعنی اپنی وفات سے صرف چند گھنٹے پیشتر حضور نے لاہور میں خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان پر جہاں نماز ہوا کرتی تھی ایک بڑی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر جوش تقریر فرمائی جس کی وجہ یہ تھی کہ مولوی ابراہیم سیالکوٹی کی طرف سے ایک شخص مباحثہ کا چیلنج لے کر آپ کے پاس آیا تھا، آپ نے مباحثہ کی شرائط کے لئے مولوی محمد احسن صاحب کو مقرر فرمایا، پھر اس شخص کی موجودگی میں ایک نہایت زبردست تقریر فرمائی اور جس طرح جوش کے وقت آپ کا چہرہ سرخ ہو جایا کرتا تھا اسی طرح اس وقت بھی یہی حال تھا، اس تقریر کے بعض فقرے اب تک میرے کانوں میں گونجتے ہیں، فرمایا تم عیسیٰ کو مرنے دو کہ اسی میں اسلام کی زندگی ہے، نیز فرمایا، اب ہم تو اپنا کام ختم کر چکے ہیں

(سیرۃ المھدی جلد اول۔ص ۷۴۔مطبوعہ قادیان ۱۹۳۵ء)

قارئین! مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی کا چیلنج مباحثہ وصول کرنے کے چند گھنٹے بعد مرزا صاحب اس دنیا سے چل بسے، اس چیلنج سے قبل مرزا کی زندگی میں جون ۱۹۰۲ء میں آپ نے اسے ایک اشتہار بھیجا تھا کہ اگر مرزا صاحب قرآن پاک سے حضرت مسیح ؑ کا صلیب پر چڑھایا جانا ثابت کر دیں تو ان کی تحقیق کے ممنون ہو کر مسیح ؑ کی وفات کو تسلیم کر لیا جائے گا اور کہا گیا تھا کہ اس مسئلہ کا فیصلہ جس طور پر بھی مرزا صاحب کرنا چاہیں مولانا تیار ہوں گے،۔ مرزا صاحب نے اس اشتہار کے جواب میں خاموشی اختیار کی تھی، البتہ ان کے مرید مبارک علی سیالکوٹی نے جواب باصواب کے نام سے اس کا جواب لکھا۔ مولانا ابراہیم نے اس پر شھادۃ القرآن نامی کتاب شائع فرمائی جس میں اپنا اشتہار اور مبارک علی کا جواب درج کر کے اپنا جواب الجواب لکھا۔ یہ کتاب دو حصوں میں ہے۔ پہلا حصہ رجب ۱۳۲۱ھ میں طبع ہوا، اور دوسرا بھی مرزا قادیانی کی زندگی میں ہی رمضان ۱۳۲۲ھ میں شائع ہوا۔ مرزا صاحب اس کے بعد کئی سال تک زندہ رہے مگر نہ خود انہیں اور نہ ہی کسی مرید کو اس کا جواب دینے کی ہمت ہوئی۔ اس کتاب کے بارے میں مزید گزارشات ہم تھوڑی دیر بعد کریں گے،

اس کتاب کے علاوہ مولانا ابراہیم سیالکوٹی نے مرزا قادیانی کی زندگی میں سلم الوصول الی اسرار اسراء الرسول (طبع ۱۹۰۵ء یا ۱۹۰۶ء) ختم النبوۃ لعموم الدعوۃ جامعۃ الشریعہ (۱۹۰۷ء) الجزا الصحیح عن قبر المسیح (۱۹۰۷ء) نامی کتابیں رد قادیانیت میں رقم فرمائیں۔ مرزا غلام احمد کی وفات کے بعد بھی آپ تحریری اور تقریری طور پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قادیانیت کے خلاف سرگرم رہے، جیسا کہ سطور ذیل سے ظاہر ہوگا۔

وسط اپریل ۱۹۱۲ء کو لدھیانہ میں مولوی قاسم علی دہلوی (مرزائی) اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کے مابین ایک مباحثہ ہوا، یہ مباحثہ مرزا غلام احمد قادیانی کے مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ والے اشتہار کے بارے میں تھا اور مرزائیوں نے مولانا کو جیت جانے کی صورت میں تین سو روپیہ انعام دینے کا وعدہ کر کے یہ رقم مولانا محمد حسن رئیس لدھیانہ کے پاس رکھوائی تھی۔، اس مباحثہ کے نتیجہ کے تعین کے لئے دونوں فریقوں نے اپنی اپنی طرف سے ایک ایک منصف نامزد کیا تھا اور اتفاق رائے سے ایک سکھ سردار بچن سنگھ بی اے ایل ایل بی گورنمنٹ پلیڈر سرپنچ مقرر کیا تھا جو دونوں منصفوں کے درمیان اختلاف کی صورت میں اپنا فیصلہ دے سکے اور جس کا فیصلہ حتمی تصور ہو۔ قادیانیوں کی طرف سے منصف منشی فرزند علی ہیڈ کلرک قلعہ میگزین فیروز پور تھے اور مسلمانوں کی طرف سے مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی۔

مولانا ابراہیم میر نے اپنا فیصلہ اپریل کی شام کو سرپنچ کے حوالے کر دیا جس میں انہوں نے مباحثہ کے تمام پہلوؤں کا مفصل تحلیل و تجزیہ کر کے مولانا امرتسری کو فاتح قرار دیا، قادیانی منصف نے جو فیصلہ لکھا وہ بڑی حد تک مبہم تھا، تاہم اس نے لکھا کہ جو جواب اس سوال کا میر قاسم صاحب نے دیا اس کی صحت پر مجھے اطمینان نہیں ہوا...اور میر (قاسم علی) صاحب کا بیان صرف قیاس پر مبنی ہے جو حجت نہیں ہوسکتا۔

اس کے بعد سردار بچن سنگھ نے اپنا فیصلہ لکھ کر ۲۱ اپریل ۱۹۱۲ء کو شام کے وقت فریقین کے حوالے کر دیا جس میں صاف اور صریح الفاظ میں مولانا امرتسری کو فاتح قرار دے کر انعامی رقم ان کے حوالے کر دی گئی۔

(فتنہ قادیانیت اور مولانا امرتسری۔ص۔۱۱۳۔۱۱۰)

قارئین! آگے بڑھنے سے قبل ہم ایک دلچسپ بات کی جانب اشارہ کئے جاتے ہیں، وہ یہ کہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ لدھیانہ کے حنفی علماء مرزا قادیانی کے خلاف بہت سرگرم رہے ہیں لیکن عجیب بات ہے کہ لدھیانہ میں مرزا اور مرزائیوں سے جتنے بھی معروف مناظرے مسلمانوں کے ہوئے ہیں وہ دوسرے شہروں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے اہل حدیث علماء نے وہاں جا کر کئے ہیں، جیسا کہ ۱۸۹۱ء میں مرزا غلام احمد سے مولانا محمد حسین بٹالوی نے لدھیانہ جا کر مباحثہ کیا اور ۱۹۱۲ء میں مرزائیوں سے مولانا ثناء اللہ نے امرتسری سے جا کر وہاں مناظرہ کیا جس کے ایک منصف مولانا ابراہیم سیالکوٹی تھے۔

۱۹۱۶ء کے شروع میں ایک قادیانی مبلغ مولوی غلام رسول راجیکی نے امرتسر میں خاص اودھم مچائی، اس کے جواب میں انجمن حفظ المسلمین قائم ہوئی اور اس کے زیر اہتمام مولانا ثناء اللہ امرتسری کی دو تقریریں ہوئیں جس میں موصوف نے مرزا صاحب کے الہامات کی خوبی قلعی کھولی۔، اسی اثنا میں مولانا ابراہیم سیالکوٹی کسی ضرورت سے امرتسری تشریف لائے تو اہالی امرتسر کے اصرار پر موصوف نے بھی متعدد تقریریں کیں اور قادیانیت کے بخیئے ادھیڑے۔ (فتنہ قادیانیت۔ص ۱۲۰)

ناظرین! مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری مرحوم امیر جمیعت اہل حدیث ہند فرماتے ہیں:

قادیانیوں کے دوسرے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود نے جب قادیان میں رہنے والے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کرنا شروع کیا تو مسلمانوں کی دینی غیرت اور ملی حمیت بیدار ہوئی اور انہوں نے وہاں ایک اسلامی انجمن قائم کی جس کے اصل محرک مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم تھے، اس انجمن کے اغراض و مقاصد اور طریقہ کار کی تعین بھی انہوں نے ہی فرمائی تھی، اس انجمن نے روز اول سے ہی اپنے پروگرام میں یہ بات شامل کر لی تھی کہ قادیان اور اس کے گرد و نواح میں کام کرنے کے لئے ایک مستقل مبلغ رکھا جائے اور ہر سال بڑے پیمانے پر خود قادیان میں اسلامی جلسہ کیا جائے، پہلے مقصد کے لئے مولانا امرتسری نے ایک مستقل مبلغ (مولوی میر محمد) فراہم کر دیا تھا اور دوسرے مقصد کے لئے انجمن کے قیام کے جلد ہی بعد ۲۴۔۲۵ نومبر ۱۹۱۷ء کو جلسہ منعقد کرنے کا پروگرام طے ہو گیا، اس وقت وہاں کے مسلمانوں کی جو حیثیت تھی اس کے مدنظر اس جلسہ کے متعلق جو اندازہ کیا جا رہا تھا وہ مولانا امرتسری کے الفاظ میں یہ تھا:

قادیان میں اسلامی جلسہ کی خبر سن کر بہت سے لوگوں نے اس کو دل لگی سمجھا، یہاں تک کہ قادیانی اخبار الفضل نے بھی کمال جسارت سے لکھا تھا کہ اس قسم کے لوگ یہاں (قادیان) تو دیکھے سنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں جاتے جو جلسہ کریں...لیکن اس کے علی الرغم یہ جلسہ ہوا اور اس شان سے منعقد ہوا کہ اور ۲۴۔ ۲۵ نومبر دو دنوں جو کچھ قادیان میں رونق دیکھی ہوگئی اس کی نسبت عالم بالا سے انہیں خطاب ہوتا ہوگا، افسحر هذا ام انتم لا تبصرون جس کے جواب میں وہ کہتے ہوں گے:

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

مولانا امرتسری پوری ایک جماعت کے ساتھ ۲۴ نومبر ہی کو امرتسر سے قادیان کے لئے روانہ ہوئے، آپ کے ہمراہ اہل حدیث کانفرنس کے مبلغین مولوی عبدالغنی اور مولوی محمد امین بھی تھے۔، قادیان میں آپ کی تقریر فتح قادیان کی داستان لذیذ سے لبریز تھی اور آپ نے مرزا قادیانی کے الہامات پر بھی تبصرے فرمائے۔ قادیان میں اہل اسلام کا یہ پہلا باقاعدہ جلسہ تھا جسے رد قادیانیت کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔

۱۹۱۸ء میں قادیان میں جلسے کی تیاری شروع ہوئی تو قادیانیوں نے کوشش کر کے حکومت کی طرف سے پابندی عائد کروادی۔، اگلے دو سال بھی جلسہ منعقد نہ ہوسکا، تاہم ۱۹۲۱ء میں جلسہ کی اجازت مل جانے پر دوسرا اسلامی جلسہ منعقد ہوا جو ۱۹ سے ۲۱ مارچ تک بڑے تزک واحتشام سے ہوا۔، اس جلسہ میں اہل حدیث اور دیوبندی علماء کا مشترکہ اجتماع تھا۔، اہل حدیث کی طرف سے دوسروں کے علاوہ مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا ابرہیم میر سیالکوٹی شامل ہوئے۔، مولانا سیالکوٹی نے مسئلہ حیاۃ مسیح پر متعدد تقریریں کیں اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کی: مرزا صاحب اور ہم، قادیان اور ہم، وغیرہ موضوعات پر کل چار تقریریں ہوئیں، جن میں ایک قادیان کے سکھوں کی فرمائش پر خالص پنجابی زبان میں ہوئی۔ (فتنہ قادیانیت ص ۱۴۸۔۱۵۰۔ بحوالہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ مارچ و یکم اپریل ۱۹۲۱ء۔ نیز اخبار اتحاد امرتسر جلد ۵ شمارہ ۱۵۔۱۷)

۱۹۲۱ء والے جلسے کے دوران قادیانیوں کے میر قاسم علی نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کو چیلنج کیا کہ مولانا اگر موکد بعذاب قسم کھائیں کہ مرزا غلام احمد کی وہ اشتہاری دعا (آخری فیصلے والی) ان کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بقول خدا کے حکم سے تھی اور اس کے مطابق وہ پہلے مر کر جھوٹے ثابت ہوئے تو ہم انہیں ایک سو روپیہ انعام دیں گے۔، مولانا امرتسری نے فرمایا میں بالکل تیار ہوں، بس تم اپنے خلیفہ کی نیابت (منظوری) حاصل کر کے آؤ تا کہ پھر کسی کو اعتراض کی گنجائش نہ رہے۔، میر قاسم علی یہ نہ کر سکے۔ پھر انہوں نے اشتہار شائع کیا کہ مولوی ثناء اللہ دراصل دل سے حضرت عیسیٰ کا اظہار کرتے ہیں، اگر سچے ہیں تو موکد بعذاب قسم کھائیں اور دوسو انعام لیں۔، مولانا امرتسری نے فرمایا کہ دوسو روپیہ فلاں شخص کے پاس رکھواؤ اور نوعیت عذاب اور مدت عذاب کی تعین کرو، میں قسم کھاتا ہوں۔، قاسم علی صاحب نے دوسو روپیہ جمع کروا دیا لیکن مدت اور نوعیت عذاب کے تعین سے انکار کر دیا۔، یہ واقعہ ۲۱ مارچ کو مولانا امرتسری کی تقریر کے دوران پیش آیا تھا۔، آپ کے بعد مولانا سیالکوٹی نے خاص اسی قسم اور تعین نوعیت و مدت عذاب پر پر مغز تقریر فرمائی جس کے دوران مولانا امرتسری نے اٹھ کر فرمایا:

اچھا روپیہ دینے کو تو یہ شرط شروط لگاتے ہیں، میں بغیر روپیہ لئے ہی ان کی تسلی کر دیتا ہوں، (اس کے بعد فرمایا) میں خدا کی تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں اور مرزا اپنے دعوے میں جھوٹا ہے،۔ مولانا امرتسری کے بعد مولانا سیالکوٹی نے بھی ایسے ہی الفاظ میں قسم کھائی اور کہا کہ جن تیس دجالوں کی خبر حدیث میں وارد ہے، ان میں سے ایک ہم مرزا صاحب قادیانی کو مانتے ہیں کہ وہ بھی انہیں کی طرح جھوٹا ہے۔

ان دونوں بزرگوں کا قسم کھانا تھا کہ سارے جلسہ میں شادمانی کی لہر دوڑ گئی، مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں کہ جب ہمارے قسم کھانے کے بعد جلسہ برخواست ہوا تو بفحوائے آیت، ورایت الناس یدخلون فی دین الله افواجا، لوگ جوق در جوق توبہ کرنے کو آتے تھے۔

(فتنہ قادیانیت، ۱۴۸۔۱۵۲ بحوالہ اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۵ مارچ اور یکم اپریل ۱۹۲۱ء نیز اخبار اتحاد امرتسر جلد ۵ شمارہ ۱۵۔۱۷)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قارئین! مولانا میر سیالکوٹی اپنی وفات تک تبلیغی اسفار کے ذریعے اشاعت دین اور تردید فرق باطلہ میں مصروف رہے، ۱۹۴۷ء تک ان کا دائرہ عمل پورے برصغیر کو محیط رہا اور قیام پاکستان کے بعد پاکستان کے عوام ان سے مستفید ہوتے رہے۔ ان تبلیغی اسفار میں انہوں نے قادیانیوں کے عقائد کی تردید، احقاق حق اور ان سے مناظروں اور مباحثوں کا سلسلہ جاری رکھا، ان کی ایک خوبی یہ تھی کہ وہ ان میدانوں میں دوسروں کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے تھے اور اپنی رہنمائی اور نگرانی میں اپنے شاگردوں اور جونیئرز کے پروگرام مرتب کروا کے ان سے بھی رد قادیانیت پر تقاریر کرواتے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہمیں ریکارڈ نہیں مل رہا اور ہمارے سامنے صرف چند ہی واقعات موجود رہ گئے ہیں جو ہم مولانا صفی الرحمٰن صاحب مبارکپوری کی مذکورہ بالا کتاب فتنہ قادیانیت اور و مولانا حفظ عنائت اللہ صاحب وزیر آبادی کی الجسر البلیغ سے قارئین کے سامنے رکھتے ہیں:

۱۹۔۲۰ جنوری ۱۹۱۸ء قادیانیوں نے گوجرانوالہ میں ایک جلسہ منعقد کیا، اس موقع پر انجمن اہل حدیث گوجرانوالہ نے مولانا ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی اور مولانا امرتسری کو مدعو کر لیا، پہلے روز مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی نے حیاۃ و وفاۃ مسیح کے مسئلہ پر اور دوسرے روز مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ختم نبوت اور صداقت مرزا کے موضوع پر مناظرہ کیا۔ دونوں دن رات کو انجمن اہل حدیث کے زیر اہتمام جلسہ بھی ہوا پہلے روز مولانا ابراہیم سیالکوٹی نے اور دوسرے روز مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنے اپنے مضمون پر تقریریں فرمائیں۔ شہر گوجرانوالہ اور گرد و نواح میں ان مباحثوں اور تقریروں کا ایسا اثر ہوا کہ بائد شائد (فتنہ قادیانیت۔ ص ۱۲۶، ۱۲۷)

یکم اور ۲ مارچ ۱۹۱۹ء کو گوجرانوالہ میں بڑے پیمانہ پر جلسہ ہوا۔ پہلے دن مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے قادیانیوں سے م، ناظرہ کیا۔

(فتنہ قادیانیت ص ۱۴۱۔ بحوالہ اہل حدیث امرتسر ۴ مارچ ۱۹۱۹ء)

۳۰۔ اپریل اور یکم مئی ۱۹۲۱ء کو انجمن اہل حدیث جہلم کا سالانہ اجلاس ہوا مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے مختلف عنوانات کے علاوہ رد قادیانیت پر بھی تقریریں کیں اور سوال و جواب کے موقع بھی رہے لیکن قادیانی حضرات اس طرح خاموش رہے گویا وہ شہر میں ہی نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(فتنہ قادیانیت بحوالہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ مئی ۱۹۲۱ء)

مولانا صفی الرحمٰن رقم طراز ہیں:

ضلع گجرات (پاکستان) میں ایک قصبہ ہے مونگ یہاں مرزائی حضرات نے بڑی شورش مچا رکھی تھی جس کے دفعیہ کے لئے ۱۱ اور ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۰ء کو بڑے زبردست پیمانے پر مناظرہ ہوا کل تین مجلسیں منعقد ہوئیں پہلی اور دوسری مجلس کے اسلامی مناظر مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی تھے موضوع بحث علی الترتیب حیات مسیح اور ختم نبوت تھا۔ مولانا سیالکوٹی کی گرفتوں سے مرزائی مناظر اس طرح زچ ہوئے کہ خاموشی کے سوا کوئی راہ نہ مل سکی۔

(فتنہ قادیانیت ص ۱۹۹ بحوالہ اہل حدیث امرتسر ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء)

حافظ عنایت اللہ اثری لکھتے ہیں:

۲۰۔۲۱ مارچ ۱۹۳۲ء کو بمقام روپڑ (ضلع انبالہ) اہل حدیث اور مرزائیوں میں مناظرہ قرار پایا جس میں مولوی عبدالمجید صاحب کی دعوت پر خاکسار (عنایت اللہ) بھی شیخ عبداللہ صاحب کے ہمراہ حاضر ہوا۔ مناظرہ مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے کیا اور کامیاب مناظرہ ہوا۔

(الجسر البلیغ ص ۷۸)

یہ واقعہ بھی مولانا صفی الرحمٰن کا بیان فرمودہ ہے کہ:

ضلع لاہور میں گنج نامی مقام پر ۱۷۔ جولائی ۱۹۳۲ء کو وفات مسیح، ختم نبوت اور صداقت مرزا پر مرزائیوں سے اہل حدیث علماء کا ایک مناظرہ ہوا جس کے صدر مولانا ابراہیم سیالکوٹی تھے مولانا امرتسری بھی سٹیج پر تشریف فرما رہے اور مناظرین کی رہنمائی فرماتے رہے۔

(فتنہ قادیانیت۔ ص ۲۰۵)

درج ذیل دو واقعات حافظ عنایت اللہ اثری نے بیان فرمائے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۷۔۲۸مئی ۱۹۳۳ءکومولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی کی دعوت پر سیالکوٹ پہنچ کر مرزائیوں کے خلاف کئی ایک تقریریں کیں کہ مرزائی چیلنج دے کر بھاگ گئے تھے۔(الجسر البلیغ ص ۸۷۔۸۸)

۱۲مئی ۱۹۳۴ء۲کومولانا ابراہیم صاحب کی دعوت پر (میں) سیالکوٹ پہنچا۔موصوف کے زیراہتمام رام تلائی میں آریوں عیسائیوں اور مرزائیوں کے خلاف میری تقریریں ہوئیں جن میں میں نے ثابت کیا کہ ان ہرسہ گروہوں میں مذہباً اتفاق ہے۔،(الجسر البلیغ ۔ص ۹۳)

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے تقاریر اور مناظروں کے علاوہ رد قادیانیت میں انتہائی قابل قدر تحریری کام بھی کیا ہے ان کی چند ایک تصانیف کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ان کے علاوہ آپ نے درج ذیل کتب بھی رد قادیانیت میں تحریر فرمائی ہیں

نزول الملائکۃ والروح،آئینہ قادیانیت (مطبوعہ ۱۹۱۰ء)،مرقع قادیانی (۱۹۰۹ء)

فیصلہ ربانی برمرگ قادیانی (۱۹۰۸ء) رحلت قادیانی (۱۹۰۸ء)

صدائے حق (مطبوعہ ۱۹۳۲ء) رسائل ثلاثہ (۱۹۳۷ء)

تردید مغالطات مرزائیہ۔نص ختم نبوت (۱۹۳۹ء)

ختم نبوت، کھلی چٹھی نمبر۱،اور۲۔،ختم نبوت اور مرزا قادیان۔،

قادیانی مذہب مع ضمیمہ خلاصہ مسائل قادیانیت (۱۹۴۸ء)۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم اپریل مئی ۱۹۹۹ء ص ۲۴۔۲۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (۲)

(۳۹)

ناظرین! پچھلی قسط میں مولانا محمد ابراہیم میر کی کتاب شہادۃ القرآن کا مختصراً ذکر ہوا، مولانا ارشاد الحق اثری (فیصل آباد) فرماتے ہیں کہ

یہ عظیم الشان کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے، حصہ اول میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر بحث ہے اور دوسرے حصہ میں مرزا قادیانی کے ان دلائل کا جواب ہے جنہیں اس نے بزعم خود تیس آیات قرآنیہ کی روشنی میں اپنے ازالہ اوہام میں وفات مسیحؑ بارے میں پیش کیا ہے، مرزا صاحب خود اس کتاب کا جواب دینے سے قاصر رہے، اس کی وفات کے کئی سال بعد شہادۃ القرآن کے صرف حصہ اول کا جواب ایک مرزائی قاضی ظہور الدین اکمل نامی نے دینے کی کوشش کی اور اس کا نام شہادۃ الفرقان رکھا، کچھ عرصہ بعد جب شہادت القرآن کی طباعت کی پھر ضرورت محسوس ہوئی تو حضرت میر صاحب نے اس کے حصہ اول کے حواشی میں قاضی اکمل کے اعتراضات باردہ کا مسکت اور تسلی بخش جواب دیا اور اس کا نام ہے شہادۃ الفرقان بکشف لطائف شہادت القرآن۔ یہ حواشی دیکھنے سے حضرت میر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس بات کی حرف بہ حرف تائید ہوتی ہے کہ:

حقیقت میں وہ شہادت القرآن کا جواب نہیں، اس لئے خود ان کی جماعت میں بھی اس کی کوئی اہمیت نہیں دی گئی، اسکی دو وجہیں ہیں، اول یہ کہ مولوی محمد اکمل صاحب شہادۃ القرآن کے مطالب عالیہ اور لطائف علمیہ کو سمجھ نہیں سکے بلکہ جن امور کو بالتصریح بیان کیا گیا ہے ان کو بھی خیال میں نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھ سکے، بلکہ جو باتیں مرزا صاحب خود بیان کرتے تھے وہی دہرا دی ہیں، حالانکہ ان کی تردید شہادت القرآن میں کی جا چکی ہے، خاکسار نے اس کتاب کو اس اہتمام سے لکھا تھا کہ مرزا قادیانی اور ان کی جماعت کے علماء اس کے جواب سے عاجز رہیں اور اگر کچھ ان کی طرف سے اس کا جواب نکلے تو اس کی شہادت القرآن ہی میں ہو، مجھے نیا جواب لکھنے کی ضرورت نہ پڑے۔

قاصد کے آتے آتے میں خط اور لکھ رکھوں
میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گے جواب میں

سو الحمد اللہ میرا یہ خیال درست نکلا، مرزا قادیانی اور اس کی ذریت اس کے دلائل کا توڑ نہ کر سکی اور جواب میں جو آیا، مجھے اس کے جواب الجواب کے لئے شہادت القرآن سے باہر نہ جانا پڑا۔

مولانا ارشاد الحق اثری سوانح مولانا میر میں مزید لکھتے ہیں کہ

آپ نے شھادۃ القرآن کے حصہ اول کی پہلی فصل میں قرآن پاک کی چار آیات سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ کو صلیب نہیں دی گئی، دوسری فصل میں حضرت عیسیٰ کی حیاۃ اور ان کی روح مع الجسد آسمان میں اٹھائے جانے اور قرب قیامت کے وقت آسمان سے نازل ہونے اور اس کے بارے میں حکمت الہیہ کے بیان پر مشتمل ہے جس میں قرآن پاک کی نو آیات مبارکہ اور اس موضوع کی احادیث متواترہ میں سے اختصار کے پیش نظر صرف پانچ احادیث سے استدلال کیا ہے اور اس پر وارد شدہ اعتراضات باردہ کا شافی وکافی جواب دیا ہے۔، مرزا قادیانی نے لفظ توفی کے معانی بیان کرنے میں جس طرح پیچ در پیچ غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے انہیں بڑی خوش اسلوبی سے طشت از بام کیا ہے اور توفی کے مادہ سے جو باب زبان عرب میں مستعمل ہیں ان سب کا نقشہ مع امثلہ کے بیان کر کے مرزا قادیانی کی غلط فہمی دور کر دی ہے، اسی طرح توفی کے تمام مشتقات جو قرآن پاک میں وارد ہوئے ہیں ان کے معانی ومفہوم کو دلائل وقرآن سے متعین کیا ہے، یوں توفی کی یہ بحث... صفحات میں پھیلی ہوئی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فرمان ورافعك الی، اور بل رفعه الله الیه، کے بارے میں جو تفصیل شہادت القرآن میں مذکورہ ہے اس کا کسی اور کتاب میں تلاش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر بابے سود ہے، آخر میں اسی مسئلہ کے بارے میں علمائے سلف کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی حیات اور رفع الی السماء پھر قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہونے کا مسئلہ امت کا اجماعی واتفاقی مسئلہ ہے اور قادیانی موقف محض شہادت ومغالطات پر مبنی ہے جو قواعد علمیہ کے بھی خلاف ہیں۔

دوسرے حصہ میں مرزا قادیانی کے پیش کردہ ان دلائل کا جواب ہے جو اس نے تیس آیات کی روشنی میں ازالہ اوہام میں حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے ثبوت میں پیش کئے ہیں، اس حصہ ثانی درازالہ اوہام قادیانی ودفع وساوس شیطانیہ حصہ.... صفحات پر مشتمل ہے جس سے مرزا قادیانی کے اوہام کا ازالہ ایسا بحسن وخوبی ہو جاتا ہے کہ کسی اور کتاب کی طرف التفات کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔

مولانا ارشاد الحق اثری مزید لکھتے ہیں،

شھادۃ القرآن میں مولانا میر نے منکرین معجزات کی سب سے بڑی دلیل سنۃ اللہ کی وضاحت کی ہے، منکرین کے استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ وہ کارخانہ قدرت میں ایک خاص نظام کو دیکھتے ہیں مثلاً انسان کا ماں باپ کے اختلاط سے شکم مادر سے پیدا ہونا، بچپن، جوانی، بڑھاپا زمین پر بسر کرنا، کھانا پینا اور حوائج ضروریہ سے دوچار ہونا، اور بالآخر مر کر قبر میں دفن ہو جانا، اس نظام کو وہ سنت اللہ سے تعبیر کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ فرمان باری تعالیٰ ہے کہ لن تجد لسنة الله تبديلا، یعنی سنت اللہ بدلا نہیں کرتی، اسی بنیاد پر حضرت عیسیٰؑ کا بغیر باپ ہونا اور پھر آسمان پر اٹھائے جانے کا انکار ہے کہ یہ انسان کے بارے میں جو سنۃ اللہ ہے اس کے خلاف ہے، حضرت سیالکوٹی نے مقدمہ ثانی میں اصطلاح سنۃ اللہ کی وضاحت کی ہے اور قرآن پاک میں جہاں جہاں یہ الفاظ آتے ہیں ان کے تناظر میں اس عقدہ کی گرہ کشائی کی ہے کہ اس سے مراد انبیاء کرام علیہم السلام کی نصرت اور ان کے مقابلے میں دشمنوں کی تباہی وبربادی مراد ہے پھر کسی معاملے کو خود سنۃ اللہ باور کر لینے سے یہ کیسے لازم آجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ کے نزدیک بھی یہی سنۃ اللہ ہے، دعویٰ بلا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دلیل قابل سماعت نہیں، جب انسان اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے اسرار ورموز اوراس کے نظام کو نہ مل کامل دلی طور پر سمجھ سکتا ہے اور نہ ہی ان کا احاطہ کرسکتا ہے تو پھر بلا دلیل کسی نظام کو سنۃ اللہ قرار دینا کیونکر درست ہوسکتا ہے۔ مقدمہ ثالث میں حضرت عیسیٰؑ کی خصوصیات پر بحث ہے کہ عیسیٰؑ کی ذات بابرکات ولادت سے لے کر آسمان پر ن اٹھائے جانے تک سراپا معجزات خوارق پر مبنی ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں آیۃً اور مثلاً قرار دے کر اپنی قدرت کاملہ کا نشان قرار دیا ہے، ان کی ولادت بچپن میں حکیمانہ تعلیم فی المھد، ان کے معجزات، رفع آسمانی اور آسمان سے نزول سب اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے نشانات ہیں، ایک مومن صادق کے لئے آخری دونوں باتوں سے انکار کی گنجائش بھی نہیں رہتی مگر ہدایت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاتھ میں، یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا۔ (سوانح مولانا میر)

قارئین! مولانا محمد ابراہیم میر کی شھادۃ القرآن کو جو قبول عام حاصل ہوا وہ شائد ردقادیانیت میں لکھی گئی کسی اور کتاب کو نہیں ہوا، احناف نے بھی اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا اوراس کی اشاعت میں حصہ لیا، جیسا کہ مولوی ابن انیس حبیب الرحمان لدھیانوی لکھتے ہیں کہ:

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری، مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی کی کتاب شہادت القرآن کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اسے کئی بار مجالس میں پڑھوایا تھا، اوراس کی دوبارہ اشاعت کا اہتمام کیا.. مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی جنہوں نے قادیانیت کی تردید میں بڑا کام کیا، انہوں نے ایک کتاب قادیانیت کی تردید میں شھادۃ القرآن لکھی تھی، جو ایک بڑا علمی اثاثہ تھا، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کی مجالس میں بھی کئی بار پڑھی گئی، یہ کتاب نایاب ہوگئی تھی، حضرت رائے پوری کی خواہش تھی کہ اس کو دوبارہ شائع کیا جائے، اس پر حضرت رائے پوری کے خلیفہ مجاز مرشدی ومولائی حضرت سید انور حسین نفیس رقم نے حضرت کے حکم پر کوشش کی... حضرت رائے پوری نے حضرت مولانا محمد علی جالندھری کو بلا کر اس کتاب کی اشاعت کے متعلق فرمایا، حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے اس کتاب کی طباعت کا تمام کام حضرت سید نفیس شاہ صاحب کے ذمہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لگایا، حضرت نفیس شاہ صاحب نے دن رات محنت کر کے اس کی کتابت وطباعت کا انتظام فرمایا۔

(سب سے پہلا فتوی تکفیر،)

یہ اس کتاب کی طبع چہارم تھی، اس کے حرف اول میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے لکھا گیا:

اثبات حیات المسیح علیہ السلام کے عنوان سے حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی کی معرکہ آراء تصنیف محتاج تعارف نہیں، اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ لگایئے کہ یکے بعد دیگرے چند مرتبہ اشاعت کے باوجود بازار سے نایاب ہوگئی اور ان اس کے بعد پھر زیور طبع سے آراستہ نہ ہوسکی، حسن اتفاق سے کتاب کا ایک نسخہ شیخ المشائخ قطب العالم حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر مدظلہ العالی کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا تو حضرت اقدس زیدہ مجدہ نے موضوع کی عظمت اور مضامین میں بلندی اور دلائل کی پختگی سے متاثر ہوکر اس کتاب کو مختلف مجالس میں بالاقساط پڑھوایا، سماعت کے بعد حضرت اقدس زیدہ مجدہ نے اس کتاب کی فوری اشاعت کی خواہش ظاہر فرمائی، چنانچہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور تردید مرزائیت کے سلسلے میں موضوع کی مناسبت سے اس کتاب کی اشاعت کے اہتمام وانصرام کی سعادت حضرت اقدس کی خواہش کے مطابق مجلس مرکزیہ تحفظ ختم نبوت پاکستان ملتان کو نصیب ہوئی...دنیدار عوام سے عموماً علماء کرام اور مشائخ عظام سے خصوصاً استدعا ہے کہ اپنا دینی اور اخلاقی فرض پہچانتے ہوئے اس مفید ترین علمی تحفظ اور مئوثر تبلیغی ہدیہ کی بڑھ چڑھ کر قدر افزائی کریں...(شھادۃ القرآن طبع چہارم)

قارئین! مولانا عبدالقادر رائے پوری اور مجلس تحفظ ختم نبوت کی یہ رائے شھادت القرآن کی عظمت کا واضح ثبوت ہے، حیاۃ مسیح کے موضوع پر احناف نے بھی بلاشبہ کتابیں لکھیں، مگر شھادۃ القرآن میں جس جامعیت اور دلائل کی ندرت کا اہتمام کیا گیا ہے وہ کسی اور کتاب میں نظر نہیں آتا اور مجلس تحفظ ختم نبوت نے اسی حقیقت کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔

وملیحۃ شھدت لھاضر اتھا

حسینہ وہ ہے جس کے حسن کا اعتراف سوکن بھی کرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ناظرین! ایک حالیہ شمارے میں اس فتوے کا ذکر ہوا جو لدھیانہ کے ایک مولوی صاحب نے پٹنہ جا کر وہابیوں کے خلاف دیا تھا، یہ فتویٰ ایک طویل مہم کا حصہ تھا، جو برصغیر میں اہل حدیثوں کی بیخ کنی کے لئے برسوں تک جاری رہی، برادران یوسف نے مقدور بھر اس میں حصہ لیا تھا، چھاج بھی بولے اور چھانتیاں بھی نغمہ سرا ہوئیں، یوپی کے شیوخ نے بھی محضر پر دستخط فرمائے اور پنجاب کے ایک حلوائی نے بھی تھانے رپٹ لکھوائی، کشمیر بھی برصغیر ہی کا حصہ تھا، اس لئے جنت ارضی ہونے کے باوجود اسے بھی مہم چلانے والوں نے عاملین سنت کے لئے تپتا ہوا تندور بنایا اور بیسویں صدی کے تیسرے عشرے کے آغاز میں ایک شتر قد پوسٹر شائع کر کے کشمیر کے کونے کونے میں پہنچایا گیا جس میں رفع الیدین، آمین بالجہر اور خطبہ میں نماز دوگانہ تین مسائل کے خلاف نو بڑے مفتیان کرام کے دستخطوں سے ایک متفقہ فتوی صادر کیا گیا، اسی دوران عیدگاہ میں مسلمانوں کے ساتھ اہل حدیث کا نماز عید میں شامل ہونے کے بارے میں بھی ممانعت وعدم جواز کا ایک اور فتویٰ جاری کیا گیا، پھر فتوی پر ہی اکتفانہ کیا گیا، بلکہ پولیس اور حکومت سے سہارا لینے کی بھی بھرپور کوشش کی گئی، چنانچہ عالی مسجد میں پولیس کا پہرہ بٹھا دیا گیا، عاملین سنت کو انصاف گرفتاری کے وارنٹ بھی نکلوائے گئے، شہیدان سنت کو انصاف کا دروازہ کٹکھٹانے پر مجبور کیا... خدا شرے برانگریزد کہ درآں خیر ما باشد، کے مصداق فتویٰ کے درسے موحدین کو عزت وراحت ملی، یہ معرکتہ الآرا مقدمہ کم وبیش چار سال تک چلتا رہا اور (ء میں) عدالت نے فیصلہ اہل حدیث کے حق میں سنایا۔

(تاریخ اہل حدیث جموں کشمیر، صوفی احمد مسلم ۔سری نگر)۔

قارئین: دوران مقدمہ جو اہل حدیث علماء بطور گواہ سری نگر کی عدالت میں پیش ہوئے ان میں مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی شامل ہیں، ان دونوں بزرگوں کے مفصل بیانات تاریخ اہل حدیث جموں وکشمیر میں مندرج ہیں، ہم چونکہ ان دنوں حضرت مولانا میر کی خدمات تحریک ختم نبوت کا ذکر کر رہے ہیں اس لئے مناسب سمجھتے ہیں کہ ان کے عمومی حالات زندگی کا بھی کسی دحد تک احاطہ کر لیا جائے اور چونکہ انہوں نے سری نگر کی عدالت میں دیئے گئے اپنے بیان میں اپنا نام ونسب وغیرہ خود بیان فرمایا تھا اس لئے بطور تبرک ہم درج ذیل پیراگراف جو ان کے اپنے کوائف پر مشتمل ہے انہی کے الفاظ میں نقل کر دیتے ہیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرماتے ہیں:

میرا نام محمد ابراہیم ولد حاجی قادر بخش میر ساکن سیالکوٹ، پیشہ تدریس و زمین داری، آباؤ اجداد کا وطن کنڈی کے علاقہ میں تھا، میں سردار اہل حدیث (مولانا ثناء اللہ امرتسری) کا مشیر ہوں، خدا کے فضل سے دینی علوم سے فارغ التحصیل ہوں، مکہ معظّمہ کی زیارت خدا کے فضل سے کی ہے، ایک دفعہ اٹھانوے روز وہاں رہا، دوسری دفعہ پورے دو مہینے، بیت المقدس، حیفہ، یافہ، دمشق وغیرہ شہروں میں پھرا ہوں، مفتی محمد عبدہ کی جماعت کے لوگ میرے پاس ہوٹل میں جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا آتے تھے، وہ اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے تھے، حرم کعبہ میں وعظ کی اجازت شریف مکہ صاحب سے مجھے ملی تھی (کتاب مذکور، از صوفی احمد مسلم، سری نگر،)

اس تبرک کے بعد مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کے مزید حالات حضرت مولانا محمد اسحٰق بھٹی صاحب کی زبانی سنئے۔

آپ ۔۔ سیالکوٹ کے محلّہ میانہ پورہ میں پیدا ہوئے، آپ کے والد کا شمار سیالکوٹ کے اصحاب ثروت میں ہوتا تھا، مولانا نے قرآن مجید گھر میں پڑھا، اس کے بعد مشن ہائی سکول میں داخل ہوئے جو گندم منڈی میں واقع تھا، ...ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا، اس اثنا میں دینی تعلیم بھی حاصل کرتے رہے، اس کے لئے سیالکوٹ کے مشہور عالم دین غلام حسن کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کیا، مولانا غلام حسن سیالکوٹی کے پردادا سے مولانا ابراہیم صاحب کے دادا میاں حیات بخش میر نے حصول علم کیا تھا، اس طرح مولانا ابراہیم سیالکوٹی اور مولانا غلام حسن سیالکوٹی کا شاگردی اور استادی کا تعلق خاندانی تھا جس کا سلسلہ تین پشتوں سے چلا آرہا تھا۔ میٹرک کے بعد مولانا نے مرے کالج (سیالکوٹ) میں داخلہ لیا اور مولانا میر حسن سے بھی خوب استفادہ کیا، یہ وہ زمانہ تھا جب کہ ضلع گوجرانوالہ کے شہر وزیر آباد میں حضرت حافظ عبدالمنان کی مسند تدریس حدیث آراستہ تھی اور استاذ پنجاب کی حیثیت سے وہ پورے ہندوستان میں شہرت حاصل کر چکے تھے، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کے والد محترم قادر بخش مرحوم سے حافظ صاحب کے دوستانہ مراسم تھے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک دفعہ وہ سیالکوٹ تشریف لائے تو اپنے دوست سے کہا کہ تم اپنے بیٹے ابراہیم کو ہمارے پاس وزیر آباد بھیج دو، ہم اسے دینی تعلیم دینا چاہتے ہیں، اس وقت مولانا کو مرے کالج میں داخل ہوئے ایک سال ہو چکا تھا، قادر بخش صاحب نے بیٹے کا مرے کالج کی تعلیم روک دی اور انہیں حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں وزیر آباد بھیج دیا، یہ.....ء کا واقعہ ہے، وہاں انہوں نے تفسیر وحدیث اور مروجہ دینی تعلیم مکمل کی۔ مولانا سیالکوٹی بڑے ذہین وفطین تھے اور اللہ نے ان کو قوت حافظہ سے خوب نوازا تھا، ایک مرتبہ ماہ شعبان کے آخری دنوں میں ان کی والدہ مکرمہ نے بیٹے سے تمنا کا اظہار کیا کہ رمضان المبارک کی نماز تراویح میں وہ قرآن مجید سنائیں، لائق بیٹے نے ماں کی تمنا حیرت انگیز طریقے سے پوری کی، وہ دن کو روزے کے ساتھ روزانہ ایک سپارہ یاد کرتے اور تراویح میں اسے سناتے، اس طرح ایک مہینے میں پورا قرآن مجید یاد کر کے نماز تراویح میں سنا دیا۔

حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی سے حصول علم کے بعد عازم دہلی ہوئے اور حضرت شیخ الکل میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی کی خدمت میں حاضری دی، کچھ عرصہ ان کی خدمت میں رہے اور سند واجازہ حدیث سے مفتخر ہوئے، حضرت میاں صاحب کے یہ آخری دور کے شاگرد ہیں، فارغ التحصیل ہونے کے بعد واپس اپنے وطن سیالکوٹ تشریف لائے اور اپنے محلے میانہ پورہ کی اس مسجد میں جو ان کے والد مکرم نے تعمیر کروائی تھی، درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا، یہ سلسلہ مولانا کی مصروفیات کی وجہ سے کئی دفعہ بند ہوا اور کئی دفعہ جاری ہوا۔ درس وتدریس کے دوران انہوں نے ایک ماہانہ رسالہ الہادی کا اجرا بھی عمل میں لایا گیا، ان میں بڑے علمی اور تحقیقی مضامین شائع ہوتے تھے، یہ رسالے مستقل طور سے جاری نہ رہ سکے۔

ہندوستان میں جماعت اہل حدیث کے نظم ونسق کے لئے مولانا سیالکوٹی نے بڑی تگ ودو کی، دسمبر ۱۹۰۶ء میں آرہ (صوبہ بہار) میں جماعت اہل حدیث کا ایک جلسہ ہوا، جس میں اس مسلک کے بہت سے علمائے کرام اور زعمائے عظام نے شرکت کی گئی تھی، اس کے پہلے صدر مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری کو اور ناظم اعلیٰ مولانا ثناء اللہ امرتسری کو منتخب کیا گیا تھا اور اس کا مرکزی دفتر دہلی میں قائم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا گیا تھا۔ کانفرنس کے تعارف اور اس کو منظّم کرنے کی غرض سے پورے ہندوستان کا دورہ کرنے کے لئے جو وفد ترتیب دیا گیا تھا وہ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی مولانا ثناء اللہ امرتسری (ف مارچ ۱۹۴۸ء)اور مولانا میر سیالکوٹی پر مشتمل تھا۔

ان دنوں لاہور میں جماعت اہل حدیث سے تعلق رکھنے والے حضرات کی تعداد بہت کم تھی، پروفیسر عبدالقیوم کے نانا مولوی سلطان احمد اور والد گرامی منشی فضل الدین موچی دروازے میں رہتے تھے۔ ۱۹۰۱ء میں انہوں نے اپنے مکان پر اہل حدیث حضرات کو جمع کیا اور حلقہ اہل حدیث کے نام سے ان کی تنظیم قائم کی، جس کا صدر مولوی سلطان احمد کو بنایا گیا، اس کے بعد....ء میں اس کا نام حلقہ احباب اہل حدیث رکھا گیا۔ ۱۰۔اپریل ۱۹۰۹ء کو پنجاب کے مشہور اور جلیل القدر علمائے اہل حدیث کا اجلاس پروفیسر صاحب کے نانا اور والد نے اپنے مکان پر منعقد کیا، ان علمائے کرام میں مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا احمد اللہ امرتسری، مولانا محمد علی لکھوی، مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، مولانا عطاء اللہ لکھوی، مولانا محمد حسین لکھوی، مولانا غلام حسن سیالکوٹی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، قاضی عبدالاحد خانپوری اور مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی شامل تھے، ان سب حضرات کی متفقہ رائے سے لاہور کی جماعت اہل حدیث کا نام انجمن اہل حدیث رکھا گیا اور اب تک مسجد مبارک کا انتظام جو ۱۹۲۰ء میں تعمیر کی گئی تھی اسی انجمن کے سپرد ہے۔

(سوانح مولانا میر، مضمون از مولانا محمد اسحاق)

صوبائی سطح پر جماعتی تنظیم کے لئے نومبر ۱۹۲۱ء کو اعیان اہل حدیث صوبہ پنجاب کا اجلاس ہوا اور صدر انجمن اہل حدیث صوبہ پنجاب کے نام سے ایک تنظیم قائم کی گئی، جس کا صدر مقام لاہور اور صدر مولانا ثناء اللہ امرتسری مقرر ہوئے، مولانا سیالکوٹی مشیر منتخب ہوئے، بعد میں انجمن کے صدر مولانا عبدالقادر قصور اور ناظم اعلیٰ مولانا امرتسری قرار پائے اور انجمن کے سلسلہ میں اعلان کرنے والے میر سیالکوٹی تھے اور ان کے قلم سے تمام کاروائی شائع ہوئی تھی (مضمون مولانا محمد عبدہ)

جماعتی سرگرمیوں کے علاوہ مولانا ملکی سیاست میں بھی حصہ لیتے تھے، جیسا کہ مولانا محمد اسحاق بھٹی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رقمطراز ہیں:

مولانا ثناء اللہ امرتسری کی سعی و تجویز سے ۱۹۱۹ء کے آخر میں ہندوستان کے علمائے کرام کی تنظیم جمعیت علمائے ہند قائم ہوئی تو مولانا ابراہیم سیالکوٹی اس میں شامل تھے اور اسی دور میں انہوں نے ملک کی سیاست میں حصہ لینا شروع کیا تھا، سیاسی اعتبار سے وہ ملک کا پر آشوب اور نازک دور تھا، اس دور میں افق ہند پر بہت سے اہم مسائل ابھر آئے تھے، جن کے حل و کشود کے لئے علمائے دین نے رہنمائی حاصل کرنا ضروری قرار پا گیا تھا، مثلاً مسئلہ ہجرت، مسئلہ خلافت، ترک موالات، انگریزی حکومت سے مکمل عدم تعاون، انگریزوں کے اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں اور عدالتوں کا بائیکاٹ اور ولایتی مال کے بجائے ملکی مصنوعات کے فروغ و استعمال کا معاملہ وغیرہ نہایت اہم امور تھے جن کے بارے میں علمائے کرام سے رائے لینا اور ان سے شرعی نقطہ نظر معلوم کرنا ضروری تھا، مولانا سیالکوٹی کا شمار چونکہ اس عہد کے اجل علماء میں ہوتا تھا جن میں اس قسم کے مسائل زیر بحث آتے تھے۔ پھر ایک وقت آیا کہ ملکی سیاسیات میں جمیعت علمائے ہند سے علیحدگی اختیار کر لی اور مولانا شبیر احمد عثمانی کے ساتھ مل کر جمعیت علمائے اسلام قائم کر لی، ۔۔جمیعت علمائے اسلام کلکتہ میں قائم کی گئی تھی اور اس کا پہلا اجلاس بھی وہیں.... ہوا تھا، اس کا صدر مولانا عثمانی کو اور نائب صدر مولانا سیالکوٹی کو بنایا گیا تھا، یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ مولانا شبیر احمد عثمانی ناسازی طبع کی بنا پر جمیعت علمائے اسلام کے پہلے اجلاس میں شرکت نہیں فرما سکے تھے، اس کی صدارت مولانا ابراہیم سیالکوٹی نے کی تھی۔ (سوانح مولانا میر)

مولانا محمد ابراہیم میر نے تحریک آزادی میں ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں، شاہ اسماعیل شہید کے قافلہ کے مجاہدین کے ساتھ بقول مولانا ساجد میر سیالکوٹی ان کا گہرا رابطہ رہا جن کے لئے وہ پنجاب سے امدادی رقوم کی فرہمی بھی فرمایا کرتے تھے، سیالکوٹ کی مقامی سیاست میں بھی وہ عملی حصہ لیتے رہے اور اس زمانے میں میونسپل کمشنر ہوئے جب یہ ایک بہت بڑا اعزاز سمجھا جاتا تھا۔ (سوانح مولانا میر ص ۹۷۔۹۸)

قارئین! ہم مولانا ابراہیم میر کی تحریک ختم نبوت میں خدمات کا کچھ ذکر کر چکے ہیں، ہم نے بتایا تھا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ریکارڈ کی عدم دستیابی کے باعث ہم زیادہ تفصیل نہیں بتا سکتے، تاہم گزشتہ شمارے میں ذکر کردہ مناظروں کے علاوہ مولانا کے تین مزید مناظروں کا ذکر تاریخ احمدیت مصنفہ دوست محمد شاہد میں موجود ہے، یہ مناظرے مولوی غلام رسول راجیکی مرزائی سے مانگٹ اونچے گوجرانوالہ اور جہلم اور چنیوٹ میں ہوئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ برصغیر کا طول وعرض پورے چالیس سال تک آپ کی مناظرانہ گھن گرج سے گونجتا رہا ہے، عام طور پر مرزائیوں سے مناظروں میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کا ذکر ہوتا ہے، جو ایک حقیقت ہے، لیکن مولانا میر بھی اس میدان میں کچھ زیادہ پیچھے نہیں تھے، یہ دونوں بزرگ جلسوں اور مناظروں میں عام طور پر ایک ساتھ شرکت فرماتے تھے، ایک دوسرے سے علمی تعاون کرتے، اخلاقی حمایت مہیا فرماتے اور پروگراموں کی تشکیل میں بھی مدد فرماتے، اس کی ایک مثال وہ واقعہ ہے جب مولانا امرتسری نے مئی....ء کے اہل حدیث امرتسر میں جماعت مرزائیہ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ وہ ہمارے سامنے آ کر اس موضوع پر بحث کریں کہ مرزا (غلام احمد) صاحب ایک قابل مصنف تھے یا نہیں؟ منفی جانب کے مدعی ہم ہوں گے، مثبت جانب کے مدعی اتباع مرزا ہوں گے، ہمیں یہ بھی منظور ہے کہ یہ مباحثہ احمدیہ بلڈنگ لاہور میں ہو، اگر اس مباحثہ میں جماعت احمدیہ کی تمام پارٹیاں مل کر ہمارے سامنے آئیں تو ہم بہت خوش ہوں گے، اگر خدانخواستہ احمدیہ بلڈنگ میں انتظام نہ ہو سکے یا بلڈنگ والے اجازت نہ دیں تو اس کے سامنے ہی مسجد مبارک میں اس مباحثے کا انتظام ہو سکتا ہے، مباحثہ تحریری ہو یا تقریری دونوں صورتیں ہمیں منظور ہیں اس چیلنج کے حاشیے پر مولانا ابراہیم میر لکھواتے ہیں:

> میں عاجز محمد ابراہیم میر سیالکوٹی جو اس وقت اتفاق سے دفتر اہل حدیث میں موجود ہوں، اس تجویز مباحثہ کو پسند کرتا ہوں لیکن اتنی ترمیم عرض کرتا ہوں کہ یہ مباحثہ بجائے لاہور کے سیالکوٹ میں ہونا چاہیے کیونکہ لاہور میں آج کل جنگی توجہات کی وجہ سے مباحثہ کا انتظام مشکل ہوگا نیز مرزا صاحب سیالکوٹ میں بسلسلہ ملازمت سرکاری عرصہ تک اقامت فرما چکے ہیں، سیالکوٹ میں مباحثہ ہونے کی صورت میں جملہ انتظامات مجھ عاجز کے ذمہ ہوں گے۔ (محمد ابراہیم میر بقلم خود، نزیل امرتسر،)

اس چیلنج کے ردعمل کا ذکر فرماتے ہوئے مولانا ثناء اللہ امرتسری اہل حدیث میں رقم طراز ہیں:

> ہمارے اس چیلنج پر قادیان کے رسالہ ریویو آف ریلی جنز بابت جولائی...ء میں توجہ کی گئی ہے، ادھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ادھر کی حشو وزوائد باتیں کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ہمیں یہ مباحثہ منظور ہے مگر تحریری ہونا چاہیے جس کی صورت یہ بتائی ہے کہ ایک طرف اہل حدیث میں مباحثے کے پرچے شائع ہوتے رہیں، دوسری طرف ہم ریویو میں شائع کرتے رہیں گے (مولانا نے پھر فرمایا) تحریری مباحثہ ہمیں منظور ہے مگر اس طرح نہیں جس طرح ایڈیٹر صاحب ریویو نے لکھا ہے، اس طریق سے مباحثہ بہت طویل ہوتا چلا جائے گا، کیونکہ اہل حدیث ہفتہ وار ہے اور ریویو ماہوار، مثلاً اہل حدیث یکم جنوری میں جو مضمون چھپے گا یکم فروری تک اس کا انتظار کرنا پڑے گا، لہذا ہم ایک ایسی تجویز پیش کرتے ہیں جس سے انکار کرنا جماعت مرزائیہ کو عموماً اور جماعت قادیانیہ کو خصوصاً ہرگز جائز نہیں، وہ یہ ہے کہ تحریری مباحثہ اس طرح ہو جس طرح مرزا صاحب نے امرتسر میں ڈپٹی آتھم عیسائی سے کیا تھا جس کی صورت یہ تھی کہ ہر ایک مناظر بصورت املاء تقریر کرنا جاتا تھا اور فریقین کے محرر لکھتے جاتے تھے اور پرچہ مکمل ہونے کے بعد سب کو سنا دیا جاتا تھا، اسی طریق سے تحریری مباحثہ ہمیں منظور ہے پس ہم نے قادیانیوں کے سامنے ان کے نبی کا اسوہ حسنہ پیش کر دیا ہے جس سے انکار کرنا ان کے لئے کسی طرح زیبا نہیں، بلکہ جائز بھی نہیں اور اس کے بعد مرزائی خاموش ہو گئے۔

ناظرین: مولانا میر کی مناظرانہ سرگرمیوں کا میدان مرزائیوں تک ہی محدود نہ تھا، وہ برصغیر میں عیسائیوں، ہندوؤں چکڑالویوں وغیرہ سے بھی علمی مباحثات و مذاکرات کرتے رہے ہیں، جیسا کہ مولانا حافظ عنایت اللہ اثری لکھتے ہیں: انجمن اہل حدیث لاہور کا جلسہ منعقد ہوا، اس میں مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے مولوی حشمت علی چکڑالوی سے مناظرہ بھی کیا (الجسر البلیغ)

ایک اور واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے مولانا عنائیت اللہ اثری لکھتے ہیں:

اکتوبر ۱۹۲۹ء میں آریہ سماج گجرات کا جلسہ تھا جس میں انہوں نے مسلمانوں کا تبادلہ خیالات کی دعوت دی تو مرزائیوں نے میری (عنایت وزیر آبادی) بابت اڑایا کہ یہ ہمارے خلاف تو لکھتا بولتا ہے، آریوں کے مقابلہ میں کھڑا نہیں ہوتا، چنانچہ میں نے مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کو دعوت دے کر آریوں سے بات چیت شروع کر دی تو شرائط مناظرہ میں اختلاف ہو کر مناظرہ رک گیا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موصوف (سیالکوٹی) کو میں نے اطلاع دی کہ اگرچہ مناظرہ رک گیا ہے مگر آپ بہر حال تشریف لائیں، ایسا نہ ہو کہ آریہ کوئی شرارت کریں، چنانچہ موصوف حسب استدعا تشریف لے آئے، مگر میں نے دوسروں کو تو کیا خود اپنی جماعت کو بھی موصوف کی آمد سے آگاہ نہیں کیا اور انہیں ایک علیحدہ مخفی جگہ میں ٹھہرائے رکھا، جلسہ کے آخر دن مغرب کی اذان تیار تھی کہ آریہ نے اطلاع دی کہ آپ کی پیش کردہ شرائط پر مناظرہ منظور ہے اور آج ہی رات پہلے آپ کا وقت ہے، بس پھر کیا تھا کہ شہر میں بجلی کی طرح خبر پھیل گئی، اپنی جماعت اور دیگر مسلمان حیران کہ اب کیا کیا جا سکتا، مرزائیوں نے کہا کہ ہمارا مبلغ آیا ہوا ہے وہ حافظ صاحب کی طرف سے ان کی مقرر کردہ شرائط پر کھڑا ہو سکتا ہے اور دیگر احباب بھی اس پر مائل ہو گئے اور میں خاموش، کچھ جواب نہیں، عام خیال تھا کہ یہ خود کھڑا ہو گا، میں نے سماج میں اسلامی اسٹیج بنوادی اور ضروری کتابیں بھی رکھوا دیں، عین وقت پر جب مولوی (ابراہیم) صاحب سٹیج پر تشریف فرما ہوئے تو لوگ حیران ہو گئے کہ انہیں کب سے بلوایا تھا۔ القصہ یہ کہ مناظرہ ہوا اور شاندار ہوا کہ دھاک بیٹھ گئی، آریہ صدر نے مولوی صاحب کے طرز بیان کی بے حد تعریف کی بلکہ آریہ مناظر خود کچھ دنوں بعد مسلمان ہو گیا (الجسر البلیغ)۔

مولانا سیالکوٹی قرآنی علوم و معارف کے فاضل اور اسرار و رموز کے ماہر تھے، انہوں نے حالات کا بغور جائزہ لے کے فارغ التحصیل اور ذہین علماء کو قرآن کی روشنی میں فرق باطلہ کی تردید کے لئے تربیتی کورس شروع کیا وہ برصغیر میں پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے دورہ مضامین قرآن کا آغاز فرمایا، بعد میں مولانا احمد علی لاہور مرحوم نے بھی قرآن کو اسی انداز میں پیش کرنے کے لئے لاہور میں دورہ تفسیر کی طرح ڈالی، مولانا سیالکوٹی کے درس میں نہ کوئی نوخیز شامل ہو سکتا تھا اور نہ کوئی مبتدی، ان کے یہاں درس نظامی کے فضلا اور نوجوان علماء داخل ہوتے تھے، مولانا سیالکوٹی ان پر خوب محنت کرتے، ختم نبوت، رد قادیانیت، رد عیسائیت، رد نیچریت، رد انکار حدیث، رد تقلید، رد بدعت، رد انکار صحابہ، رد ممات مسیح پر مولانا سیالکوٹی کے عالمانہ، فاضلانہ، محققانہ، محدثانہ اور مناظرانہ خطابات ہوتے، اسی طرح قرآن کی روشنی میں سکھوں، مجوسیوں، یہودیوں، آریہ، سماجیوں، سناتن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دھرمیوں اور بدھ مت کی مدلل تردید کرتے ، یہ کریڈٹ بھی اہل حدیث ہی کو جاتا ہے کہ ان کے ایک فرزند جلیل نے اسلام کے تحفظ ، دین کے دفاع ،سنت کے احیاء ،شرک کی تردید اور عظمت قرآن کے لئے خدمت دین کی نئی طرح ڈالی۔

(سوانح مولانا میر سیالکوٹی ،مضمون مولانا حفیظ الرحمٰن سندھو)۔

قارئین! میں سمجھتا ہوں کہ مولانا میر کی مناسبت سے سیالکوٹ میں عمل بالحدیث کی تحریک کا بھی ذکر ہو جائے تو نا مناسب نہیں ہوگا ،سیالکوٹ ہمیشہ سے مردم خیز علاقہ رہا ہے، یہاں سے علم وعمل کے اساطین نے ظہور فرمایا اور اس سرزمین کو سید الطائفہ حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین محدث کی قدم بوسی کا شرف بھی حاصل ہوا، جیسا کہ خود مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں:

غالبًا ۱۸۸۹ء یا ۱۸۹۰ء کا ذکر ہے کہ مولانا محمد حسین بٹالوی کے بیٹے شیخ عبدالسلام کی شادی تھی، برات غالبًا بٹالہ ضلع گورداسپور سے پسرور ضلع سیالکوٹ جانے والی تھی، مولانا بٹالوی نے حضرت شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی کو بھی اس تقریب میں شمولیت کی دعوت دی جو حضرت میاں صاحب نے منظور فرمالی، مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی کی برادری شیخ قانون گو دھاروال شہر سیالکوٹ میں کثرت سے آباد تھی، برات اسی محلّہ میں اتری، حضرت میاں صاحب کی زیارت کے لئے اہل حدیث اور دیگر حضرات جوق در جوق آتے رہے اور حضرت میاں صاحب ان کو قرآن و حدیث کی تابعداری کے وعظ سناتے رہے، پسرور سے واپسی پر میاں صاحب نے پھر اسی محلّہ میں نزول فرمایا اور مغرب کی نماز آپ نے سیالکوٹ کے اسٹیشن کے میدان میں ادا کی جس میں مقتدیوں کا شمار ہزاروں میں تھا، قرآت میں آپ نے سورۃ حشر کی آخری آیات تلاوت فرمائیں، جو حاضرین پر اثر انداز ہوئیں ،اس نماز کا اثر آج تک میرے (محمد ابراہیم میر) دل میں باقی ہے۔ (تاریخ اہل حدیث۔ لاہور، ص ۴۳۳۔۴۳۴)

سیالکوٹ میں حضرت میں صاحب کے نزول اجلال سے کچھ عرصہ قبل ان کے شاگردوں مثل مولانا حافظ عبدالمنان وزیرآبادی اور مولانا محمد حسین بٹالوی وغیرہما کی کاوشوں سے اس شہر علم وفضل میں عمل بالحدیث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی کونپلیں پھوٹنا شروع ہو چکی تھی، حافظ وزیر آبادی اور مولانا بٹالوی کے ایک شاگرد مولوی محمد رمضان نے یہاں غلغلہ توحید بلند کرنا شروع کر دیا ہوا تھا مولانا احمد دین حضرت میر سیالکوٹی کے رشتہ داروں میں سے تھے اور کہا جاتا ہے کہ انہیں کی برکت سے میر خاندان میں توحید وسنت کا رواج ہوا (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر)

مولوی محمد رمضان صاحب نے سیالکوٹ تشریف لا کر خطبات جمعہ اور تقاریر میں عمل بالحدیث کی تبلیغ شروع کر دی، مخالفتیں بھی ہوئیں اور کوٹلی لوہاراں (سیالکوٹ) اور ء میں سیالکوٹ شہر میں احناف سے مناظروں کی بات چلی، اہل حدیث کی طرف سے مولوی محمد رمضان اور حافظ وزیر آبادی۔

مناظرے کے لئے تشریف لائے جب کہ احناف کی طرف سے مولوی حبیب اللہ پشاوری تشریف لائے، یہ مناظرہ تو نہ ہو سکا تاہم مولانا غلام حسن سیالکوٹی اعلانیہ طور پر اشاعت سنت کے لئے کمر بستہ ہو گئے، ء والے مناظرے میں اہل حدیث کی طرف سے مولوی غلام حسن، حافظ عبد المنان وزیر آبادی وغیرہ ھما موجود تھے اور احناف کی طرف سے مولوی غلام قادر بھیروی مع ساتھیوں کے آئے، یہ مناظرہ بھی بالفعل منعقد نہ ہوا تاہم مسلک اہل حدیث کی قبولیت میں اضافہ کو موجب بن گیا۔ (تلخیص از سوانح مولانا میر سیالکوٹی۔ مضمون مولانا محمد عبدہ الفلاح)

ان بزرگوں کے بعد سیالکوٹ میں عمل بالحدیث کی تحریک مولانا ابراہیم میر نے تقریر وتحریر اور تدریس کے ذریعہ جاری رکھی اور ان کی کاوشوں سے سیالکوٹ اور اس کے گردو نواح میں عمل بالحدیث کو خوب فروغ ہوا جس کا وہ خدا سے اجر پائیں گے، انشاء اللہ۔ آپ کے تلامذہ میں شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی، (ف .....ء) مولانا عبد المجید سوہدروی، مولانا حکیم محمد صادق سیالکوٹ، مولانا حافظ محمد شریف سیالکوٹی، مولانا محمد عبداللہ ثانی، مولانا عبدالعزیز اوکاڑوی، مولانا محمد صدیق کرپالوی ثم فیصل آبادی، مولانا حافظ احمد اللہ بڈھیمالوی، مولانا معین الدین لکھوی، مولانا ابوحفص عثمانی (سابق ناظم جامعہ سلفیہ فیصلہ آباد) جیسے اکابر علماء شامل ہیں.. آپ کی تاریخ وفات جنوری ء ہے۔ حضرت حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑی نے نماز جنازہ پڑھائی اور سیالکوٹ میں دفن ہوئے، آپ کی چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد ۰ کے قریب ہے، تفسیر سورہ فاتحہ، تاریخ اہل حدیث، تفسیر سورہ کہف، سیرۃ محمدی خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (۳)

(۴۰)

قارئین! ایک انتہائی محترم اہل علم کی مہربانی سے ہمیں حال ہی میں اہل حدیث امرتسر کا ۲۹ نومبر ۱۹۴۰ء کا شمارہ دیکھنے کو ملا، اس شمارے میں حسن اتفاق سے حضرت مولانا میر سیالکوٹی کے کچھ حالات زندگی خود انہی کے قلم سے اپنی کہانی اور اپنی زبانی کے عنوان سے شائع ہوئے ہیں۔، ہم چونکہ مولانا میر ہی کا ذکر کر رہے تھے اس لئے مناسب جانا کہ تاریخ کو ایک جگہ محفوظ رکھنے کی غرض سے آگے بڑھنے سے قبل حضرت میر صاحب کے خودنوشت حالات بھی یہاں درج کر دیئے جائیں، فرماتے ہیں:

الحمدللہ کہ میری ولادت پابند شرع خاندان میں ہوئی، والدہ مرحومہ فرمایا کرتی تھیں کہ جس دن تم صبح کو پیدا ہوئے اس روز میرے والد (مولانا میر کے نانا جان) نے مجھے آکر فرمایا کہ رات کو خواب میں مجھے آنحضرت رسول کریم ﷺ نے گلاب کا پھول دیا ہے، میرے ددھیال اور ننھیال ہر دو عبادت گزار اور خدا یاد تھے۔، والد ماجد کو خدا تعالی نے بے انداز مال دولت کے ساتھ نعمت دینداری و خاکساری بھی عطا کر رکھی تھی۔، والد ماجدہ اوصاف حمیدہ و اخلاق فاضلہ میں اپنا جواب آپ تھیں۔، ایسے ماں باپ سے جنم و پرورش پا کر توحید و سنت کے گرویدہ اور علم میں کامل و پختہ اساتذہ سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔، باوجود غائت درجے کے تنعم میں پرورش پانے کے اس تخمی و شکمی تاثیر اور مقدس فیض صحبت کے اثر سے بچپن ہی سے طبع کا میلان تصوف و دینی علم و عمل کی طرف تھا۔، خدا کا شکر ہے کہ جہالت و بدعت کی ظلمت مجھ پر ایک دم کے لئے بھی نہ آسکی۔، چونکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گھر میں آسودگی تھی اس لئے مجھے انگریزی سکول میں بٹھایا گیا۔طبع کی ذہانت اور استدلال کی خوبی اور جواب کی برجستگی سے اقارب کی رائے اس پر تھی کہ لڑکا وکیل بنے گا یا مجسٹریٹ۔،سکول کے خارج کے وقت میں گھر میں قرآن شریف و مذہبی کتب کی تعلیم بھی جاری رہی۔، چنانچہ حضرت مولانا ابوعبداللہ عبیداللہ غلام حسن سیالکوٹی رحمہ اللہ (جن کے متعلق حاشیہ میں مولانا سیالکوٹی فرماتے ہیں کہ ان کی توصیف مشکل ہے،مختصر یہ کہ آپ علم وعمل ،تقوی و ذہانت ، ذکر عبادت، صورت وسیرت ، اخلاق و معاملات، وقار وعظمت استغنا وسیر وچشمی ،سخاوت وشفقت اور شریں کلامی وحق گوئی میں نمونہ سلف تھے، میری آنکھوں نے حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی کے بعد ان جیسی جامعیت کا دوسرا شخص نہیں دیکھا) کے درس مین حاضری لازمی تھی، حتیٰ کہ انہی حالات میں میں نے ۱۸۹۵ء میں امتحان انٹرنس یعنی میٹرک پاس کیا۔،کالج میں داخل ہوکر ایک سال ایف اے کلاس میں بھی گزار لیا تھا کہ قائدازلی نے یکا یک میری باگ کلیۃً دینی علوم کی طرف موڑ دی اور شوق اتنا غالب ہوتا گیا کہ میں کالج کو خیر باد کہنے پر مجبور ہو گیا۔، میں نے سیدھا وزیر آباد (سیالکوٹ سے جانب مغرب ۲۷ میل) کا رخ کیا،اور وہاں جناب حافظ عبدالمنان صاحب محدث (جو ظاہری آنکھوں سے معذور تھے) کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ آپ میرے ساتھ سیالکوٹ تشریف لے چلیں اور میرے والد ماجد سے کہیں کہ وہ مجھے علم حدیث پڑھنے کی اجازت بخشیں۔حافظ صاحب ممدوح میرے اس شوق وذہانت کو بخوبی جانتے تھے بلکہ چاہتے تھے کہ میں ان سے علم حدیث پڑھوں اور حضرت والد صاحب مرحوم ان کی اور میرے استاد ومرشد جناب مولانا ابوعبداللہ غلام حسن صاحب سیالکوٹی سے بغایت عقیدت رکھتے تھے، حافظ صاحب میری گزارش سن کر میرے ساتھ سیالکوٹ تشریف لے آئے اور نماز عشاء کے بعد مسجد میں بیٹھے ہوئے دیگر معتقدین کے حلقہ میں بغیر کسی تمہید کے جناب والد صاحب سے یوں گویا ہوئے ،مستری جی! آپ بڑے بیٹے اللہ دتہ سے دنیا کی کھیتی لیتے ہیں، ابراہیم سے عاقبت کی کھیتی لیں اور مجھے دے دیں۔،والد صاحب مرحوم سیالکوٹ کے معزز اصحاب میں سے تھے، خدا جانے میرے انگریزی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پڑھانے میں ان کو کیا کیا آرزوئیں اور امیدیں ہوں گی، آپ نے ان سب کو دل ہی میں رکھ کر بغیر کوئی لفظ بولنے کے میرا دایاں بازو پکڑا اور حافظ صاحب کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔، حافظ صاحب نے خوشی سے میری پیٹھ ٹھونکی اور فرمایا:، بس بھائی، اب تو راضی ہو گئے ہو؟

میں نے عرض کیا کہ ہاں جی، جسمانی باپ سے تو اجازت مل گئی ہے اب روحانی باپ یعنی مولانا (غلام حسن) صاحب سے بھی اجازت لے کر مجھے اپنے ساتھ وزیر آباد لے چلئے۔، مولانا صاحب اور حافظ صاحب آپس میں سمدھی تھے۔، حافظ صاحب فرمانے لگے وہ تو گھر کی بات ہے، اس میں کیا دیر لگے گی۔، خیر رات نہایت بے تابی سے گزری اور صبح کو درس قرآن ناشتہ سے فارغ ہو کر حافظ صاحب میرے ہمراہ جناب مولانا (غلام حسن) صاحب کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے کہنے لگے کہ ابراہیم مجھے دے دیں۔، مولانا (غلام حسن) صاحب بہت با مذاق تھے، فرمانے لگے کیا ابراہیم کی بھی بانٹ ہو گی۔، میرا کیا اور آپ کا کیا؟ آپ کا اختیار ہے، حافظ صاحب اسی روز دس بجے کی ٹرین سے مجھے وزیر آباد لے آئے۔، میں ترجمہ قرآن اور تفسیر جلالین، بلوغ المرام، مشکوۃ، جامع ترمذی مع رسائل صرف ونحو اور کتب نحو بیان اور منطق واصول فقہ کے سیالکوٹ میں حضرت مولانا (غلام حسن) صاحب سے پڑھ چکا تھا، حافظ (عبدالمنان) صاحب نے پہلے صحیح مسلم اور الفیہ ابن مالک، پھر صحیح بخاری اور سنن ابی داؤد، شرح نخبہ اور الفیہ عراقی شروع کرائی۔ ۱۸۹۶ء کے ماہ ستمبر کی اکیسویں تاریخ تھی اور پیر کا دن تھا کہ سبق شروع ہوئے۔

میں نہ تو حافظ صاحب کے تبحر علمی کا اندازہ لگا سکتا ہوں اور نہ سبق کے وقت کی اپنی کیفیت بتا سکتا ہوں، ہاں اتنا کہ سکتا ہوں کہ مجھے اپنے وجدان میں ایک سبق پر یہ معلوم ہوتا تھا کہ میں نے آج ایک مہینے کے سبق پڑھے ہیں اور جس روز میری قرأت کی نوبت ہوتی تھی، حافظ صاحب ممدوح میرے سر سے اپنا سر جوڑ کر اور میری پشت پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر میری قرات سنتے رہتے تھے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس وقت اثنائے قرأت میں مجھ پر ایک عجیب کیفیت فیض قدس کی طاری ہو جاتی تھی اور بعض وقت میرے سامنے عالم جوّ میں تیس کا ہندسہ بھی لکھا ہوا نظر آ جاتا تھا، الحمدللہ کہ بہت تھوڑے عرصہ میں جو کچھ مقدر تھا اس سے اپنا دامن بھر لیا۔

اس کے بعد چالیس سال سے زائد عرصہ مناظرہ و مدافعت اسلامی اور تبلیغ توحید وسنت اور تصنیف کتب اور تدریس وتذکیر کے کام میں زندگی بسر کر رہا ہوں اور میرے دل میں دنیا کمانے کا کبھی خیال بھی پیدا نہیں ہوا۔ وجہ معاش کی صورت یوں ہے کہ والد صاحب کی زندگی میں تو مجھے کوئی فکر نہیں ہو سکتا تھا لیکن الحمدللہ کہ ان کے بعد بھی یہی صورت قائم ہے، دسمبر ۱۹۱۴ء میں جناب والد مرحوم فوت ہو گئے اور مجھے اپنے برادر بزرگ اور ہمشیرگان کے ساتھ جس قدر حصہ وراثت ترکہ میں ملا وہ خدا کے فضل سے اتنا وافر ہے کہ مجھے کوئی پیشہ اختیار کرنے کی ضرورت نہیں پڑی، خدا کا بے محنت دیا ہوا رزق کھاتا ہوں اور اس کا دین اس کے بندوں کو پہنچاتا ہوں۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی
منت بداں ازو کہ بخدمت گذاشت

اب میری عمر چھیاسٹھ سال کی ہو گئی ہے، الحمدللہ کہ میرے سارے دانت سلامت ہیں، آنکھیں بھی روشن ہیں، معدہ بھی قوی ہے، اپنے ہم عصروں کی نسبت توانا ہوں۔ خدا نے مال دیا ہے تو اپنی مخصوص اور قیمتی اراضی زرعی میں سے ایک بیگہ میں جماعت اہل حدیث کے لئے عیدگاہ بنائی ہے اور اس میں پھلدار درختوں اور پھولوں کا باغ بھی لگوایا ہے، حضرت والد مرحوم نے بصرف خاص جو دومنزلہ جامع مسجد اہل حدیث کے لئے بنائی تھی اسے نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے پورا دگنا کیا ہے، الحمدللہ کہ یہ مسجد سیالکوٹ میں اول نمبر پر ہے اور منزل بالا میں عورتیں اور منزل زیریں میں مرد نماز پڑھتے ہیں۔، داخل خارج کے راستے اور عبادت اور وضو کی جگہیں عورتوں اور مردوں کے لئے الگ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔، یہ نقشہ حضرت والد صاحب مرحوم کا ایجاد کردہ ہے، اب مثل دوسرے شہروں کے اہل حدیث بھی اسی نقشہ کی مسجدیں بنوا رہے ہیں۔

اسلامی مدافعت اور نصرت میں بہت سی مفید اور مقبول کتابیں بھی تصنیف کی ہیں اور بہت سے طلباء کو علوم تفسیر وحدیث بھی مع ان کے خدام کے پڑھائے ہیں جو خدا کے فضل سے ملک پنجاب و ہندوستان کے دور ونزدیک کے بہت سے شہروں میں تعلیم وتدریس یا وعظ وتذکیر کی خدمات باحسن صورت انجام دے رہے ہیں، الحمدللہ میرے اپنے اوقات عام طور پر دینی اشغال ذکر وعبادت، تلاوت قرآن، تدریس وتعلیم، تصنیف ومطالعہ کتب اور وعظ وتذکیر اور خلق اللہ کی بے عوض خدمات میں گزرتے ہیں اور بہت کم ہے کہ میرا کوئی وقت کسی لایعنی کام میں ضائع ہو۔ فالحمدللہ علی ذالک

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ شمارہ مذکورہ ص ۹۔۱۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محمد عبداللہ: معمار مناظر

(۴۱)

قارئین! مولانا میر کے ذکر کے بعد ہم چاہتے ہیں کہ اب چند نشستیں حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے لئے مخصوص کر دی جائیں تاہم اس سے پہلے ان کے چند شاگردوں کا ذکر دینا بھی نامناسب نہیں ہوگا، جن کی تحریک ختم نبوت میں خدمات بعض معروف اور قدآور علماء کی خدمات سے بھی کہیں زیادہ ہیں لیکن تحریک کے تذکروں میں ان کا ذکر کما حقہ نہیں ملتا۔، ان شاگردوں میں منشی محمد عبداللہ جو پیشے کے لحاظ سے معمار تھے اور جناب حبیب اللہ صاحب جو محکمہ نہر کے ایک دفتر میں کلرک تھے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔، مولانا صفی الرحمان اعظمی امیر، جمیعت اہل حدیث ہند اپنی کتاب فتنہ قادیانیت میں لکھتے ہیں:

مولانا محمد عبداللہ معمار اور بابو حبیب اللہ صاحب کلرک مولانا ثناء اللہ امرتسری کے خصوصی تلامذہ اور تربیت یافتگان میں سے تھے اور دونوں ہی نرالے طرز نگارش کے مالک تھے۔، دونوں حضرات کی سکونت چونکہ امرتسر ہی میں تھی اس لئے انہیں مولانا سے فیضیاب ہونے کے بہتر اور زیادہ مواقع حاصل تھے۔، بیسویں صدی کے ربع ثانی میں یہ دونوں شخصیتیں نمایاں طور پر ابھر چکی تھیں، اخبار اہل حدیث امرتسر میں ردقادیانیت پر ان کے مضامین تقریباً مسلسل شائع ہوتے تھے جن سے قادیانی حلقوں میں ہلچل مچ جایا کرتی تھی۔، جب کوئی اہم مناظرہ درپیش ہوتا اور مولانا امرتسری اپنی بے پایاں اخباری اور جماعتی مصروفیات یا بیماری و ناسازی طبع کے باعث حاضر ہونے سے معذور ہوتے تو عموماً ان ہی دونوں میں سے کسی ایک کو بھیج دیتے تھے۔ بلکہ بعض اوقات خود رہتے ہوئے بھی ان میں سے کسی ایک کو مناظرہ کے لئے کھڑا کر دیتے اور خود نگرانی و رہنمائی فرماتے رہتے تھے۔ ان دونوں حضرات میں سے بھی آپ کی نگہ انتخاب عموماً مولانا عبداللہ صاحب معمار پر پڑتی تھی اور حق یہ ہے کہ موصوف اپنے استاد (مولانا امرتسری) کی نیابت کا حق پورا پورا ادا کر دیتے تھے۔،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیسویں صدی کے تیسرے عشرے میں جب مولانا امرتسری قوی کے اضمحلال اور بعض طویل امراض کے سبب زیادہ تگ ودو نہ کر سکتے تھے، مذکورہ بالا دونوں حضرات کی گردش بہت تیز نظر آتی ہے اور وہ میدان کارزار کے صف اول کے مجاہدین میں بھی نمایاں نظر آتے ہیں۔

مضامین ومناظرات کے علاوہ ان دونوں حضرات نے ردقادیانیت کے موضوع پر تصنیفات ورسائل کی بھی خاصی مقدار چھوڑی ہے، مولوی حبیب اللہ صاحب کلرک دفتر نہر امرتسر کے رسائل جو مجھے اس وقت دستیاب ہیں ان کی تعداد سترہ ہے، یہ سب کے سب مولانا امرتسری کے صاحبزادے مولوی ابورضا عطا اللہ صاحب کے زیر اہتمام ثنائی برقی پریس کے چھپے ہوئے ہیں، میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ بابو حبیب اللہ صاحب کے تالیف کردہ کل رسائل کی تعداد سترہ ہی ہے، کیونکہ ان میں سے صرف ایک رسالہ ۱۹۲۹ء کا شائع شدہ ہے، بقیہ رسائل صرف ڈھائی سال کے دوران (یعنی دسمبر ۱۹۳۲ء سے وسط ۱۹۳۵ء) کے طبع شدہ ہیں، حالانکہ ان کی تقریری یا تحریری خدمات کا دائرہ ان ہی میں ڈھائی برسوں میں محدود نہیں ہے۔

مولانا عبداللہ صاحب معمار امرتسری مرحوم کو تحریری میدان میں بھی امتیازی حیثیت حاصل ہے اور انہیں کم از کم قادیانیت کے موضوع پر مولانا کا صحیح جانشین کہا جا سکتا ہے، وہی انداز استدلال، وہی طرز گفتگو، وہی زور وقوت، وہی زیر وبم اور وہی لطافت وظرافت، گویا شاگرد نے استاد کی خوبیوں اور کمالات کا نہایت کامیاب تتبع کیا ہے۔ ہمیں ردقادیانیت کے موضوع پر مولانا معمار کی نہ تو جملہ تالیفات ہی دستیاب ہو سکیں، اور نہ ان کی جامع فہرست ہی مل سکی بلکہ ان کی صرف پانچ تالیفات کا ہمیں علم ہو سکا ہے جن میں سے تین عدد فی الحال دستیاب ہیں، ظاہر ہے کہ اس صورت میں ان کی تالیفات کی ٹھیک ٹھیک صحیح اور یقینی تعداد بتلانی مشکل ہے، ممکن ہے موصوف کی تالیفات کی تعداد زیادہ نہ ہو، لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ان کی صرف ایک ہی تالیف سینکڑوں تالیفات پر بھاری ہے، کون ہوگا جسے قادیانیت کے موضوع سے دلچسپی ہو اور اس نے محمدیہ پاکٹ بک کا نام نہ سنا ہو، یہ کتاب مولانا عبداللہ صاحب معمار ہی کے اشہب قلم کا شاہکار ہے، یہ چھوٹی سائز کے سات سو صفحات پر پھیلی ہوئی ہے، اور ہر صفحہ باریک خط میں سطروں پر مشتمل ہے، اس میں ۳۵۸ عنوانات کے تحت قادیانیت کے موضوع سے متعلق تمام مباحث پر فیصلہ کن گفتگو کی گئی ہے اور کسی بحث کا کوئی گوشہ تشنہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں چھوڑا گیا ہے، درحقیقت یہ کتاب قادیانیت کے موضوع پر سب سے زیادہ جامع اور ہمہ گیر کتاب ہے، اسے قادیانی اسلامی مباحث کے دائرۃ المعارف (انسائیکلو پیڈیا) کی حیثیت حاصل ہے اور یہ عرب کی مشہور کہاوت کل الصیدفی جوف القراء (یعنی ہر شکار نیل گائے کے پیٹ میں ہے) کے مصداق ہے۔

یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۳۵ء میں شائع ہوئی۔ دوسرا ایڈیشن ۱۹۳۶ء میں نکلا۔ (اس کا تیسرا ایڈیشن ۱۳۴۱ھ میں نکلا) تقسیم برصغیر کے بعد یہ کتاب ناپید ہو رہی تھی جبکہ قادیانیوں کی سرگرمیاں اندرون پاکستان تیز سے تیز تر ہو رہی تھیں، اس لئے اس کی طباعت واشاعت کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی، بالآخر یہ بیڑہ حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف نے اٹھایا، اور المکتبہ السّلفیہ لاہور نے جولائی ۱۹۶۴ء میں اس کا چوتھا ایڈیشن شائع کیا۔ مولانا عبداللہ صاحب معمار نے جو تقسیم ملک کے بعد گوجرانوالہ پاکستان میں متوطن ہو گئے تھے (اور وہیں ۲۶ اپریل ۱۹۵۰ء مطابق ۷ رجب ۱۳۶۹ھ یوم چہارم شنبہ کو انتقال کیا) اپنی اس کتاب پر نظر ثانی کی تھی، چوتھے ایڈیشن میں اس کی اہم ترامیم بھی شامل ہیں اور اس کے آخر میں مولانا ثناء اللہ کا مشہور رسالہ تاریخ مرزا بھی شامل ہے۔

مولانا معمار کی دوسری اہم کتاب خاتم النبین ہے جو ختم نبوت کے موضوع پر عقلی ونقلی دلائل کی جامع ہے اور حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے، اس کا تعارفی اشتہار موصوف ہی کے ایک رسالہ عالم کباب مرزا کے ٹائٹل کے پچھلے اور آخری صفحہ پر دستیاب ہوا ہے جو اس کی طباعت سے پہلے کا ہے۔ سے زیادہ اس کے بارے میں ہمیں کوئی علم نہیں ہو سکا۔ (فتنہ قادیانیت ص ۷، ۲۷۴)

ناظرین! مغالطات مرزا عرف الہامی بوتل منشی محمد عبداللہ صاحب کی ایک اور تالیف ہے جس میں مرزا صاحب کے پانچ الہامات کی حقیقت الم نشرح کی گئی ہے، جن کو وہ مختلف مواقع پر چسپاں کر کے خلق خدا کو اپنے دام تزویر میں پھنساتے تھے، ان پانچ الہامات میں سب سے پر لطف وہ الہام ہے جو براہین احمدیہ میں یا آدم اسکن انت وزو جك الجنة کے الفاظ سے درج ہوا ہے۔

مولانا معمار کی ایک کتاب عالم کباب مرزا ہے جو پہلی مرتبہ ۱۸ صفحات پر ۱۹۳۷ء میں شائع ہوئی تھی، یہ کتاب ۱۹۰۶ء میں مرزا قادیانی کی ایک پیش گوئی کے بارے میں تھی، اس کی مختصراً کیفیت یوں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فروری ۱۹۰۶ء میں مرزا قادیانی کے ایک مرید میاں منظور محمد کی اہلیہ حاملہ تھیں، مرزا صاحب نے فرمایا:

دیکھا کہ منظور محمد کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے، دریافت کرتے ہیں کہ اس لڑکے کا کیا نام رکھا جائے ،تب خواب سے حالت الہام کی طرف چلی گئی اور یہ معلوم ہوا کہ بشیر الدولہ۔فرمایا کئی آدمیوں کے واسطے دعا کی جاتی ہے، معلوم نہیں کہ منظور محمد کے لفظ سے کس کی طرف اشارہ ہے۔

(ریویو آف ریلی جنز۔ماہ مارچ ۱۹۰۶ء ص ۱۲۲)

اس کے قریباً ساڑھے چار ماہ بعد مرزا صاحب قادیانی نے فرمایا:

۷ جون ۱۹۰۶ء بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوا کہ میاں منظور محمد صاحب کے گھر یعنی محمدی بیگم (زوجہ منظور محمد) کا ایک لڑکا ہوگا، جس کے دو نام ہوں گے، بشیر الدولہ، عالم کباب، یہ دو نام بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوئے، بشیر الدولہ سے مراد ہماری دولت و اقبال کے لئے بشارت دینے والا۔عالم کباب سے یہ مراد ہے کہ چند ماہ بعد تک یا جب تک کہ وہ اپنی برائی بھلائی شناخت کرے، دنیا پر ایک سخت تباہی آئے گی، گویا دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا، خدا کے الہام سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دنیا کے سرکش لوگوں کے لئے کچھ اور مہلت منظور ہے، تب بالفعل لڑکا نہیں لڑکی پیدا ہوگی اور لڑکا بعد میں پیدا ہوگا، مگر ضرور ہوگا، کیونکہ وہ خدا کا نشان ہے۔

(ملخص ریویو آف ریلی جنز ماہ جون ۱۹۰۶ء)

میاں منظور کے گھر مورخہ ۱۷ جولائی ۱۹۰۶ء کو لڑکی پیدا ہوئی۔لڑکا جس نے ضرور پیدا ہونا تھا وہ کہاں گیا؟ سنیئے، مرزا کی موت کے بعد ان کے الہامات کو ان کے ایک مرید محمد منظور الٰہی نے مولوی نور دین کے عہد خلافت میں جمع کر کے ایک کتاب البشری مرتب کی، اس میں عالم کباب والے الہام کو درج کر کے لکھا ہے:

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ پیش گوئی کب اور کس رنگ میں پوری ہوگی، گو حضرت اقدس نے اس کا وقوعہ محمدی بیگم (زوجہ میاں منظور محمد) کے ذریعہ فرمایا تھا مگر چونکہ وہ فوت ہو چکی ہے، اس لئے اب نام کی تخصیص نہ رہی، بہر صورت یہ پیش گوئی متشابہات میں سے ہے (البشری جلد ۲ ص ۱۱۶)۔

(مولانا عبداللہ معمار فرماتے ہیں)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ الفاظ جس انتہائی بے حسی اور بے بسی کا اظہار کر رہے ہیں محتاج تشریح نہیں، باقی رہا یہ عذر کہ یہ پیش گوئی متشابہات میں سے ہے اس کے متعلق اتنا لکھنا کافی ہے کہ اگر باوجود لڑکے کا نام، اس کے والد کا نام، والدہ کا نام، وہ بھی بخیال خود نہیں بلکہ از روئے الہام، درج ہونے کے بھی متشابہات میں داخل ہے، تو کوئی ایسی پیش گوئی بتاؤ جو متشابہات کی اس انوکھی تعریف سے بالا ہو۔

(محمدیہ پاکٹ، طبع ششم ص ۵، ۷۳)۔

قارئین! مولانا عبداللہ معمار نے مرزائیوں کے خلاف انتہائی قابل قدر تحریری کام کے علاوہ بہت سی تقریریں اور مناظرے بھی کئے، ان میں سے چند ایک کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

۲۵ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو امرتسر میں قادیانیوں سے مولانا عبداللہ معمار کا مناظرہ ہوا، مولانا معمار نے قادیانی مناظر کا ناطقہ اس طرح بند کیا کہ بے چارے سے ان کا کوئی جواب ہی نہ بن سکا، اس کیفیت نے سامعین پر نہایت خوشگوار اثر ڈالا۔

(اہل حدیث امرتسر، نومبر ء ۔منقول از فتنہ قادیانیت ص ۲۰۶)

لاہور میں جنوری ۱۹۳۴ء میں قادیانیوں سے ایک تاریخی مناظرہ ہوا، اس مناظرے کے دو حصے تھے، پہلا حصہ مولانا عبداللہ معمار کے سپرد تھا جو اس وقت تک فاضل مرزائیات کے لقب سے ملقب ہو چکے تھے، موصوف کا موضوع بحث یہ تھا کہ مرزا صاحب نے انبیاء کرام بالخصوص حضرت عیسیٰ کی توہین کی ہے۔، اس موضوع پر موصوف نے اجلاس کی پہلی نشست میں ایک گھنٹہ تقریر فرمائی اور اس کے بعد ایک گھنٹہ مناظرہ ہوا۔ دوسرے حصے میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے تقریر فرمائی اور مناظرہ ہوا۔، یہ واقعہ باغ بیرون موچی دروازہ کا ہے اور حاضرین کی تعداد ہزاروں میں بیان کی گئی ہے، مرزائیوں کو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

(فتنہ قادیانیت ص، بحوالہ اہل حدیث امرتسر ۵، اور ۱۲ جنوری ۱۹۳۴ء)

۲۶ مئی ۱۹۳۴ء کو امرتسر میں رد قادیانیت کے سلسلہ میں زبردست جلسہ ہوا، آغاز میں مولوی عبداللہ صاحب معمار نے مرزا غلام احمد صاحب کا تعارف کرایا، بعد ازاں مولانا ثناء اللہ امرتسری جلوہ آرائے سٹیج ہوئے، آخری فیصلہ والا اشتہار پڑھ کر سنایا اور اس پر مفصل تقریر فرمائی، قادیانیوں کو مناظرہ کے لئے وقت دیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گیا، مولوی جلال الدین قادیانی کھڑے ہوئے اور شکست سے دوچار ہوئے...تھوڑے عرصے بعد امرتسر میں پھر ایک مناظرہ ہوا،

۳۰ ستمبر ۱۹۳۴ء کو انجمن اہل حدیث کے جلسہ میں، مولوی عبداللہ صاحب معمار نے نکاح مرزا کے عنوان پر تقریر فرمائی، پھر مولانا امرتسری نے عمر مرزا پر مختصر تقریر کی، قادیانیوں کو سوال و جواب کا وقت دیا گیا تو مولوی جلال الدین شمس مدمقابل آئے اور ناکام ہوئے۔

۲۸ اکتوبر کو قایانیوں نے اپنی خفت مٹانے کے لئے جلسہ کیا اور آخری فیصلہ پر بحث کی دعوت دی، مولانا امرتسری گلے کی تکلیف کے باعث بول نہ سکتے تھے، اس لئے آپ کے شاگرد مولوی عبداللہ صاحب معمار نے مباحثہ کیا اور اس موضوع پر رہی سہی کسر بھی پوری کر دی

(فتنہ قادیانیت ص ۲۱۰۔ بحوالہ اہل حدیث امرتسر یکم جون۔۵ اکتوبر۔۲ نومبر ۱۹۳۴ء)

ینگ مین محمدیہ ایسوسی ایشن گوجرانوالہ کی دعوت پر مئورخہ ۲۰ جون ۱۹۳۶ء کو منشی محمد عبداللہ معمار امرتسری اہل حدیث اور مولوی اللہ دتہ جالندھری مرزائی کے درمیان ایک بند مکان میں آخری فیصلہ پر دو گھنٹہ مناظرہ ہوا، منشی محمد عبداللہ صاحب نے پہلی تقریر میں اشتہار آخری فیصلہ سنایا اور فرمایا کہ مرزا صاحب فوت ہو گئے اور ہمارے محترم استاد (مولانا ثناء اللہ) آج تک بفضل خدا سلامت ہیں۔، مولوی اللہ دتہ نے جواب دیا کہ یہ مباہلہ تھا جسے مولوی ثناء اللہ صاحب نے منظور نہ کیا، لہذا فیصلہ مسترد ہو گیا، اس کے جواب میں منشی صاحب موصوف نے متعدد دلائل سے ثابت کر دیا کہ یہ مباہلہ نہیں بلکہ محض دعا مبنی پر چال ہے، جن کا صحیح جواب احمدی مولوی صاحب سے نہ ہو سکا، اس کے بعد کھلے جلسہ میں رات کو منشی صاحب نے مرزا صاحب کے الہامات کی پرزور تردید کی۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ جون ۱۹۳۶ء ص ۲)

مئورخہ ۴۔۵ جولائی ۱۹۳۶ء کو جماعت مرزائیہ موضع شاہ مسکین کے سالانہ جلسہ پر جماعت اہل حدیث موضع قریشیا نوالہ نے تقریباً چھ گھنٹے مسئلہ حیاۃ مسیح و نبوت مرزا پر مرزائیوں سے مناظرہ کیا، اہل حدیث کے مناظرہ مولانا محمد عبداللہ معمار تھے جنہوں نے قرآن پاک کی تیرہ آیات سے حیاۃ مسیح کو ثابت کیا جن کا کوئی جواب احمدی مناظر سے نہ بن سکا، مولانا معمار کا طریق استدلال بالکل صاف اور سادہ تھا یعنی قرآن شریف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی آیت پیش کر کے اس کا صحیح ترجمہ مطابق عقائد اہل سنت والجماعت خود مرزا صاحب کی کتب سے دکھایا جاتا، اس طرز سے احمدی مناظر بہت ہی پریشان ہوا، اگر وہ مولانا معمار کے ترجمہ کو غلط کہتا تو چونکہ وہ مسلمہ مرزا ہوتا تھا، لہذا اس کی زد براہ راست مرزا پر پڑتی تھی اور اگر صحیح کہتا تو حیاۃ مسیح ؑ مرزائیت کے تار و بود کو بکھیر دیتی تھی، غرض مناظرہ کذب وصدق مرزا پر تھا، اس کا تو (مولانا معمار لکھتے ہیں) عجیب ہی سماں تھا، گویا جلسہ گاہ کی زمین وہاں کی فضاء سٹیج وکرسی بآواز پکار رہے تھے کہ

رسول قادیانی کی رسالت، ضلالت ہے ضلالت ہے ضلالت

الحمدللہ اس مناظرہ میں مرزائیت کو مکمل ذلت کی شکست ہوئی۔

(اہل حدیث، امرتسر ۱۷ جولائی ۱۹۳۶ء ص ۱۴)۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم جولائی ۱۹۹۹ء۔ ص ۲۱۔۲۴)

(محمد عبداللہ، معمار مناظر۔ ۴۱)

قارئین! مرزائیوں کے دو گروہ ہیں، ایک قادیانی، دوسرا لاہوری۔، قادیانی مرزا غلام احمد کو نبی مانتے ہیں اور لاہوری کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نبی تو نہیں تھے، مجدد تھے۔، دونوں گروہوں میں باہم سر پھٹول رہی ہے۔ کیونکہ قادیانی گروہ کے نزدیک نبوت مرزا کا منکر کافر ہے اور لاہوری گروہ کے نزدیک بعد نبوت محمد یہ کسی شخص کو نبی ماننے والا کافر ہے۔، نتیجہ ظاہر ہے کہ قادیانیوں کے نزدیک لاہوری کافر ہیں اور لاہوری مرزائیوں کے نزدیک قادیانی کافر ہیں۔ لاہوری گروہ مسلمانوں سے بھی یہ بحث کرتا رہا ہے کہ مرزا صاحب کے لٹریچر سے یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ مرزا صاحب نے دعوی نبوت کیا ہے اور جو ایسا کہتا ہے وہ مرزا صاحب سے ایک غلط بات منسوب کرتا ہے۔، اس پس منظر میں لاہوری مرزائیوں نے اپنے سالانہ جلسہ منعقدہ 24 دسمبر 1934ء میں مدثر شاہ احمدی کی تقریر: حضرت مسیح موعود کی طرف دعوی نبوت منسوب کرنا افتراء ہے۔، پر سوال وجواب کے لیے وقت رکھا۔ مگر صرف آدھا گھنٹہ۔، انجمن اہل حدیث لاہور نے اس قلیل وقت کو منظور کر لیا اور مولانا محمد عبداللہ معمار مسلمانوں کی طرف سے پیش ہوئے، موعودہ وقت کو پانچ پانچ منٹ تقسیم کر کے تین تین تقریروں کی اجازت دی گئی، مولانا معمار کی دو ہی تقریریں ہوئی تھیں کہ صدر جلسہ نے اپنے مناظر کی کمزوری اور اہل حدیث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مناظر کی واضح فتح دیکھ کر قبل از وقت ہی مناظرہ بند کر دیا۔

قارئین! ہم آپ کو اس مناظرے کی روئیداد سناتے ہیں جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ مولانا عبداللہ معمار کے ساتھ مناظروں میں مرزائیوں کی کیا درگت بنا کرتی تھی۔ مولانا عبداللہ معمار لکھتے ہیں:

ہم نے آیت خاتم النبیین اور فرمان نبوی ﷺ سیکون فی امتی ثلاثون ...(الحدیث) تلاوت کر کے کہا کہ چونکہ حسب فرمان قرآن وحدیث بعد آنحضرت ﷺ کے کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ بدیں وجہ لاہوری مرزائی کوشاں ہیں کہ مرزا جی کے دعوی نبوت کو ملیا میٹ کر کے انہیں اسلام کا سچا خادم ظاہر کر کے ان کی مریدی کی آڑ میں کام کریں، حالانکہ اگر ایک طرف مرزا جی نے مدعی نبوت کو ملعون خسر الدنیا والآخرہ، مسیلمہ کذاب کا بھائی وغیرہ کہا ہے (انجام آتھم) تو دوسری طرف انہوں نے کھلم کھلا نبوت کا دعوی کیا ہے۔ ملاحظہ ہو مرزا جی کا تمسک آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل (آیت) اعتقاد تھا کہ ہر ایک جھوٹا مدعی بہت جلد موت کے گھاٹ اتر جاتا ہے۔ (شہادۃ المسلمین، انجام آتھم وغیرہ)

دوسری جگہ انہوں نے یہ شرط بڑھائی ہے کہ ایسا شخص مدعی نبوت ہونا چاہیے بلکہ مدعی نبوت کے علاوہ کسی دیگر مدعی الہام کی صداقت پر اس آیت سے تمسک کرنے والے کو مرزا صاحب نے بے ایمان وغیرہ کہا ہے، پھر خود مرزا جی نے اپنے دعوی پر اس سے تمسک کر کے کہا ہے کہ میں صادق ہوں، کیونکہ میں مارا نہیں گیا، چنانچہ ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

میں نے اپنے رسالہ اربعین میں شائع کیا ہے کہ مجھ کو کاذب کہنے والے سوچیں کہ یہ ہر ایک پہلو سے فضل خدا کا جو مجھ پر ہے ممکن نہیں کہ بجز نہایت درجہ کے مقرب اللہ کے کسی معمولی ملہم پر ہو سکے، خدا کی ساری پاک کتابیں گواہی دیتی ہیں کہ مفتری جلد ہلاک کیا جاتا ہے، اس کو وہ عمر ہرگز نہیں ملتی جو صادق کو مل سکتی ہے، تمام صادقوں کا بادشاہ ہمارا نبی ﷺ ہے، اس کو 23 برس کی عمر ملی، یہ عمر قیامت تک صادقوں کا پیمانہ ہے۔ (صفحہ 1 ضمیمہ اربعین نمبر 4)۔

نیز خدا تعالی کی تمام پاک کتابیں اس بات پر متفق ہیں کہ جھوٹا نبی ہلاک کیا جاتا ہے، اب اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقابل پر یہ پیش کرنا کہ اکبر بادشاہ نے نبوت کا دعوی کیا یا روشن دین جالندھری نے دعوی کیا اور وہ ہلاک نہ ہوئے، یہ دوسری حماقت ہے جو ظاہر کی جاتی ہے۔ بھلا اگر یہ سچ ہے تو پہلے ان لوگوں کی تحریر سے ان کا دعوی ثابت کرنا چاہیے اور وہ الہام پیش کرنا چاہیے جو الہام انہوں نے خدا کے نام پر لوگوں کو سنایا یعنی یہ کہا کہ ان لفظوں کے ساتھ میرے پر وحی نازل ہوئی کہ میں خدا کا رسول ہوں۔، اصل لفظ ان کی وحی کے کامل ثبوت کے ساتھ پیش کرنے چاہیں کیونکہ ہماری تمام بحث وحی نبوت میں ہے۔، غرض پہلے تو یہ ثبوت دینا چاہیے کہ کون سا کلام الٰہی اس نے پیش کیا ہے، جس نے نبوت کا دعوی کیا ہے۔، جب تک ایسا ثبوت نہ ہو تب تک بے ایمانوں کی طرح قرآن شریف پر حملہ کرنا اور آیت لو تقول کو ہنسی ٹھٹھے میں اڑانا ان شریر لوگوں کا کام ہے جن کو خدا تعالی پر بھی ایمان نہیں ،صرف زبان سے کلمہ پڑھتے اور باطن میں اسلام سے بھی منکر ہیں۔

(ضمیمہ اربعین 3/4 صفحہ 11)۔

مرزا صاحب کی یہ تحریر صاف شاہد ہے کہ آیت لو تقول سے استدلال صرف مدعی نبوت کے حق میں ہوسکتا ہے، کسی دوسرے ملہم کے متعلق اس سے استدلال کرنا بے ایمان بلکہ دہریہ کا کام ہے۔ اور خود مرا جی اس آیت سے اپنی نبوت اور نبوت بھی کوئی گھٹیا نہیں بلکہ اسلامی اصطلاحی مذکورہ قرآن شریف پر دلیل پکڑی ہے لہذا یا تو آج آپ لوگ (لاہوری مرزائی) یہ تسلیم کریں کہ مرزا صاحب کا دعوی نبوت تھا یا یہ کہ مرزا صاحب بے ایمان دہریے تھے کہ انہوں نے غیر نبی ہو کر اس آیت سے تمسک کیا جو مدعیان نبوت کے متعلق ہے۔

دوسری دلیل مرزا صاحب کے ایک مرید سے پوچھا گیا کہ کیا مرزا جی مدعی رسالت ہیں، اس نے جواب دیا کہ مرزا صاحب کا یہ شعر ہے۔

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب
ہاں ملہم ہستم و ز خداوند منذرم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ واقعہ اس شخص نے مرزا صاحب کے گوش گزار کیا تو مرزا صاحب نے کہا کہ اس کی تشریح کر دینا تھا کہ ایسا رسول ہونے سے انکار کیا گیا ہے جو صاحب کتاب ہو، دیکھو جو امور سماوی ہوتے ہیں ان کے بیان کرنے میں ڈرنا نہیں چاہیے اور کسی قسم کا خوف کرنا اہل حق کا قاعدہ نہیں، صحابہ کرام کے طرز عمل پر نظر کرو وہ بادشاہوں کے درباروں میں گئے اور جو کچھ ان کا عقیدہ تھا وہ صاف صاف کہہ دیا اور حق کہنے سے ذرا نہیں جھجکے، جبھی تو لا یخافون لومة لائم۔ کے مصداق ہوئے، ہمارا دعوی ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں، دراصل یہ نزاع لفظی ہے، خدا تعالی جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے جو بلحاظ کمیت و کیفیت دوسروں سے بہت بڑھ کر ہو اور اس میں پیش گوئیاں بھی کثرت سے ہوں، اسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے پس ہم نبی ہیں (مگر یہ) نبوت تشریعی نہیں جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے اور نئی کتاب لائے ایسے دعوے کو ہم کفر سمجھتے ہیں بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی، صرف خدا کی طرف سے پیش گوئیاں کرتے تھے جن سے موسوی دین کی شوکت وصداقت کا اظہار ہو، وہ نبی کہلائے، یہی حال اس سلسلہ میں ہے بھلا ہم اگر نبی نہ کہلائیں تو اس کے لیے اور کون سا امتیازی لفظ ہے جو دوسرے ملہموں سے ممتاز کرے، آپ کو سمجھانا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ کس قسم کی نبوت کے مدعی ہیں، ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے، یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں کے دین کو جو ہم مردہ کہتے ہیں تو اسی لیے کہ ان میں اب کوئی نبی نہیں ہوتا اگر اسلام کا بھی یہی حال ہوتا تو پھر ہم بھی قصہ گو ٹھہرتے، آخر کوئی امتیاز بھی تو ہونا چاہیے، معمولی ایک دو خوابوں یا الہاموں سے کوئی مدعی رسالت ہو تو وہ جھوٹا ہے، ہم پر کئی سالوں سے وحی نازل ہو رہی ہے، اس لیے ہم نبی ہیں۔ (اخبار بدر قادیان 5 مارچ 1908 صفحہ 2)۔

مولانا عبداللہ معمار فرماتے ہیں کہ ہماری اس تقریر کا مرزائی مناظر نے کوئی جواب نہ دیا۔ صرف یہ نامعقول عذر کیا کہ اخبار بدر والی تحریر مرزا صاحب کی ڈائری ہے جو مستند نہیں ہو سکتی، مرزا جی کا دعوی ظلی، بروزی، مجازی وغیرہ نبوت کا تھا چنانچہ مرزائی مناظر نے اس قسم کی چند تحریرات میں اپنی نبوت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو مجازی وغیرہ کہا ہے تو ہم اس کے جواب دہ نہیں، یہ مرزا سے پوچھیے گا کہ آپ کی تحریرات میں اختلاف کیوں ہے؟ کہیں حضور (مرزا صاحب) دماغی مرض میں تو مبتلا نہ تھے، صاحب من! اگر مرزا جی اپنی نبوت کو محض مجازی بطور استعارہ وغیرہ قرار دیا ہے تو ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ بغیر کسی جدید شریعت اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ 4)

الغرض اس قسم کے بیسوں اختلافات ان کے کلام میں موجود ہیں، جن کے جواب دہ بھی آپ ہیں، ہمارا فرض یہ تھا کہ حسب دعوی خود مرزا جی کے اقوال سے ان کا دعوی نبوت دکھا دیں جو ہم نے دکھا دیا، باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ ڈائری مستند نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ڈائری آپ کے ہاں اس کو کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب مجلس احباب میں جو وقتاً فوقتاً گفتگو کیا کرتے تھے جسے ان کے راسخ مرید جو بقول مرزا صاحب صحابہ رسول اللہ میں داخل تھے (معاذ اللہ! چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک) ملاحظہ ہو خطبہ الہامیہ صفحہ 171 اس وقت قلم بند کر لیتے تھے پھر اخباروں میں شائع کر دیتے۔ پس میں (معمار) بلکہ جملہ اہل علم مومن آپ کے اس عذر کی علت کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ یہ ڈائری کیوں غیر مستند قرار دی گئی ہے، کیا مرزا جی کے مرید کوئی منافق تھے کہ وہ عمداً غلط باتیں مرزا جی کے نام سے منسوب کر کے انہیں شائع کر دیتے تھے، پھر کیا کبھی مرزا جی نے اس ڈائری کے متعلق کوئی اعتراض اٹھایا ہے؟ اگر نہیں تو پھر اس کے مستند ہونے کا انکار کیوں؟

کیا آنحضرت ﷺ کی احادیث جن کو آپ بلکہ جملہ اہل اسلام مستند کلمات نبویہ مانتے ہیں حضور نے خود تحریر کی ہیں، نہیں وہ صحابہ کرام کی روایات سے ہی مسلم و مقبول و معمول بہا ہیں، پس کوئی وجہ نہیں کہ آپ احادیث مرزا کو (جو ما ینطق عن الھوی) کا مدعی تھا (اربعین 3 صفحہ 43) غیر مستند کہیں یہ سب عذر ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مصداق ہیں پھر ہم (معمار) نے مرزا جی کی خود نوشت تحریر جو اربعین سے تھی، ان کا دعوی نبوت ثابت کر دیا ہے جس کا کوئی جواب آپ (لاہور مرزائی مناظر) نے نہیں دیا اور ہم اس قسم کی بیسوں تحریریں پیش کر سکتے ہیں مگر افسوس ہے کہ آپ نے وقت ہی نہیں رکھا، ہاں یہ جو آپ نے کہا کہ مرزا صاحب کی نبوت محض ظلی تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جی نبوت دوطرح کی مانتے تھے، ایک کتاب وشریعت والی جس کا نام ان کی اصطلاح میں حقیقی نبوت اور مستقل نبوت وغیرہ تھا، دوسری بغیر شریعت کے نبوت جو رسول صاحب شریعت کی اتباع سے حاصل ہو، مرزا صاحب دعوی سوائے چند تحریرات کے اسی نبوت کا تھا جسے وہ ظلی کہتے تھے، حاصل یہ ہے کہ ظلی نبوت باصطلاح مرزا یہ ہے کہ جو صاحب شریعت رسول کے فیض سے حاصل ہو۔(ملاحظہ ہو حقیقت الوحی۔ص ۲۸)

اور یہ نبوت کوئی گھٹیا یا ناقص نہیں بلکہ بقول مرزا صاحب یہ نبوت بعینہ ایسی ہے جیسی انبیاء بنی اسرائیل کی جن کے متعلق قرآن کریم میں لکھا ہے (انا انزلنا التوراة فيها هدى و نور يحكم بها النبيون ، الاية) ہم نے تورات اتاری جس میں نور اور ہدایت تھی جس پر نبی حکم کرتے رہے، چنانچہ اخبار الحکم 24 نومبر 1902ء میں مرزا صاحب کا فرمان مسطور ہے حضرت موسی کی اتباع سے ان کی امت میں ہزاروں نبی ہوئے۔

پس (اے لاہوری مرزائیو) تمہارا یہ جواب محض ضد پر مبنی ہے، حصال یہ ہے کہ مرزا صاحب اسی قسم کی نبوت کے مدعی تھے جو بنی اسرائیل کے ہزار ہا انبیاء کو ملی، حالانکہ آنحضرت ﷺ کے بعد مدعی نبوت بموجب حدیث شریف دجال وکذاب ہے۔

مولانا معمار فرماتے ہیں کہ یہ ہیں ہمارے وہ مختصر دلائل جو ہم نے جلسہ مرزائیہ لاہور میں پیش کیے جس کا کوئی تسلی بخش جواب مرزائی مناظر نہ دے سکا اور نہ ہی دے سکتے ہیں۔ولوكان بعضهم لبعض ظهيرا۔

چنانچہ اس کمزوری کو محسوس کر کے صدر جلسہ نے قبل از وقت مناظرہ بند کر دیا، فلله الحمد

حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری مناظرے کی یہ کاروائی اپنے اخبار حدیث 25 جنوری 1935ء میں درج فرما کر لکھتے ہیں کہ

ہم تو اس مناظرے کی کامیابی (مرزائیوں کے رسالے) پیغام کے ایک فقرے سے سمجھ گئے تھے کہ ایک جاہل اہل حدیث مناظرے کو آیا، بالکل سچ ہے جو مرزا جی کو نہ مانے وہ عالم کیسے ہوسکتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔

قارئین! مولانا محمد عبداللہ معمار کی ردمرزائیت سے متعلق ایک سرگرمی کا ذکر حضرت مولانا محمد حنیف یزدانی نے بروایت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف محشی نسائی شریف کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

1935ء کا واقعہ ہے کہ کوٹ کپورہ (ریاست فرید کوٹ) میں ایک مرزائی لڑکی کی شادی تھی، بارات غالباً قادیان سے آئی تھی، ان میں ایک صاحب عبدالغفور مناظر بھی تھے، انہوں نے مرزا صاحب کی نبوت کے ثبوت میں رات کو ایک تقریر کی، مسلمانوں پر اسکا اثر الٹا ہوا، اس زمانے میں مولانا عطاء اللہ حنیف وہیں تشریف رکھتے تھے، وہ امرتسر سے مولانا عبداللہ معمار کو لے کر شام کی ٹرین سے کوٹ کپورہ پہنچ گئے، مولانا عطاء اللہ فرماتے تھے کہ میں جب ان کو لینے کے لیے گیا وہ کسی کا مکان بنا رہے تھے، مرزائیوں کی شرارت کا سنتے ہی فوراً تیار ہو گئے، شہر میں منادی ہوگئی لوگوں کے ہجوم سے عیدگاہ کا میدان بھر گیا، مولانا نے مسلسل دو گھنٹے تقریر کی اور مرزا کی کتابوں کی عبارت زبانی پڑھ پڑھ کر سنائیں۔

(مرزائے قادیان اور علمائے اہل حدیث، مکتبہ نذیریہ چیچہ وطنی صفحہ 89-90)

اس واقعہ کے دو سال بعد ہونے والے مولانا معمار کے ایک مناظرے کا ذکر اخبار اہل حدیث امرتسر 15 مارچ 1940 کے صفحہ 6 پر موجود ہے لکھا ہے:

اپریل 1937ء میں سٹیم رول فلور اینڈ آئل ملز میں مولوی عمر الدین احمدی اور منشی محمد عبداللہ معمار کے درمیان ایک مباحثہ ہوا جس کا موضوع مرزا غلام احمد صاحب کا آخری فیصلہ تھا۔

اور مولانا محمد عبداللہ معمار کے حالات زندگی کا مختصراً ذکر کرتے ہوئے مولانا حنیف یزدانی لکھتے ہیں:

مولانا معمار امرتسر میں پیدا ہوئے، گھر میں غربت تھی، چار جماعت سے آگے سکول کی تعلیم نہ حاصل کر سکے، محنت مزدوری کر کے اپنا پیٹ پالتے اور مولانا ثناء اللہ مرحوم کے جلسوں اور مناظروں میں بحیثیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سامع شریک ہوتے ،ان مجالس کی شرکت کے باعث تحقیق وجستجو اور مطالعے کا شوق پیدا ہوا، کام عمارت سازی کا کرتے اور فارغ اوقات میں مرزا غلام احمد کی تصنیفات کا مطالعہ کرتے ، ذہین تھے، بہت تھوڑی مدت میں مرزائی لٹریچر کے مالہ وماعلیہ پر عبور حاصل کرلیا اور مرزائیوں کے خلاف پبلک جلسوں میں تقریریں کرنا شروع کردیں، مولانا امرتسری کی مجالس میں حاضری نے سونے پر سہاگے کا کام کیا اور فاضل مرزائیات کے لقب سے ملقب ہوئے ،خود مولانا ثناء اللہ مرحوم ان کی حوصلہ افزائی فرماتے اور جلسوں اور مناظروں میں ان کو کھڑا کرتے ،آپ کا انداز بیان اس طرح کا تھا کہ مخالف کے سامنے دلائل و براہین کے انبار لگا دیتے ،کبھی آپے سے باہر نہ ہوتے ،نہایت منکسر المزاج تھے اور مرزا صاحب نے جو جو عجائبات اپنے ترکہ میں چھوڑے ہیں وہ سب ان کے ذہن میں محفوظ تھے۔(مرزائے قادیان اور علمائے اہل حدیث صفحہ 88-87)

قیام پاکستان کے بعد مولانا معمار گوجرانوالہ میں آباد ہوئے اس دوران چنیوٹ میں بھی آپ کا کچھ عرصہ قیام رہا، جہاں آپ رد مرزائیت میں مصروف رہے۔آپ کی وفات 26 اپریل 1950ء کو بعمر 55 سال ہوئی، مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم۔اکتوبر ۱۹۹۹ء۔ص ۲۱۔۲۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بابو حبیب اللہ، کلرک مناظر

(۴۲)

حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کے جس دوسرے شاگرد کا ذکر ایک گزشتہ قسط میں ہوا تھا وہ بابو حبیب اللہ ہیں جو محکمہ نہر میں کلرک تھے۔ رد مرزائیت میں ان کی تصانیف کے فہرست ہم حضرت مخدوم مولانا محمد مستقیم سلفی (بنارس) کی کتاب اہل حدیث کی تصنیفی خدمات (مطبوعہ بنارس 1992ء) میں سے یہاں نقل کرتے ہیں:

عمر مرزا۔ صفحات 22 طبع اول 1924ء اس رسالہ میں بیس دلائل سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا غلام احمد کی عمر 74 سال سے کم ہوئی ہے، حالانکہ وہ متعدد جگہ لکھ چکے تھے کہ بذریعہ وحی اطلاع دی گئی ہے کہ ان کی عمر 74 اور 84 کے درمیان ہوگی۔

مرزائیت کی تردید بطرز جدید، صفحات 108 طبع اول امرتسر 1351ھ اس کتاب میں مرزا کی قرآن فہمی پر بحث کرتے ہوئے نبی ﷺ کے معجزہ شق القمر و دیگر معجزات اور مسمر بزم میں فرق بتایا گیا ہے اور بدلائل مرزا کے معجزات کی تردید کی گئی ہے

نزول المسیح حصہ اول صفحات 42 طبع اول امرتسر 1352ھ اس رسالہ میں آیت وعندہ علم الساعۃ کی تفسیر کرتے ہوئے احادیث رسول اقوال صحابہ و تابعین سے قیامت سے پہلے عیسی کا آسمان سے نازل ہونا ثابت کیا گیا ہے اور مرزا کے دعوی کی تردید کی گئی ہے۔

مرزا قادیانی نبی نہ تھے مع رسالہ غذائے مرزا، صفحات 22 طبع اول، امرتسر 1352ھ اس کتاب میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرزا غلام احمد کے دعوی نبوت ورسالت کی تردید ہے اور ساتھ ہی غذائے مرزا مصنفہ بہاء اللہ امرتسری کو بھی شامل کر دیا گیا ہے، جس میں مرزا کے دعوی بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمد میر آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں کی تردید ہے۔

بشارت احمدی، صفحات 86 طبع اول امرتسر 1352ھ، اس کتاب میں پہلے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ کی جانب سے بشارت (من بعدی اسمه احمد) کے حقیقی مصداق محمد ﷺ ہی ہیں۔ اس کے بعد قادیانی مذہب اور میاں محمود کی کتاب انوار خلافت والقول الفیصل کی تردید کی گئی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی قرآن دانی مع رسالہ واقعات نادرہ صفحات 28 امرتسر طبع اول 1352 اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا غلام احمد نے اپنی کتابوں میں اکاون آیات غلط لکھی ہیں اور جو شخص آیات قرآن صحیح نہ لکھ سکے وہ نبی، مسیح یا مہدی کیوں کر ہو سکتا ہے۔

سنت کے معنی مع واقعات نادرہ 16 صفحات امرتسر طبع ثانی 1934ء مرزائیوں نے مسلمانوں کے بعض عقائد پر اعتراض کرتے ہوئے یہ کہا کہ یہ عقائد سنت اللہ اور قانون قدرت کے خلاف ہیں، اس رسالہ میں اس طرح کے تمام اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔

معجزہ مسمریزم میں فرق۔ 28 صفحات امرتسر طبع اول 1353ھ اس رسالہ میں قرآن مجید کی آیات سے حضرت عیسی کے حالات زندگی لکھے گئے ہیں اور آپ کے معجزات کا ذکر کرتے ہوئے معجزہ اور مسمریزم کا فرق واضح کیا گیا ہے، اس کے بعد مرزا کے عقائد کی تردید کی گئی ہے۔

حلیہ مسیح مع رسالہ ایک غلطی کا ازالہ۔ صفحات 24 امرتسر طبع اول 1353ھ اس رسالہ میں قرآن و حدیث سے عیسی کے رفع ونزول کا ثبوت دیا گیا ہے اور آپ کے حلیہ مبارک پر مفصل بحث کرتے ہوئے بہاؤں اور مرزائیوں کی تردید کی گئی ہے۔

عیسی کا حج کرنا اور مرزا قادیانی کا حج کے بغیر مرنا، صفحات 18 طبع اول امرتسر 1353ھ اس رسالہ میں بتایا گیا ہے کہ حضرت عیسی آسمان سے اترنے کے بعد حج کرنے گئے، مرزا غلام احمد کو حج کی توفیق نہیں ہوئی،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس لیے یہ عیسی موعود نہیں ہے۔

حضرت عیسی کا رفع اور آمد ثانی حافظ ابن تیمیہ حرانی کی زبانی، صفحات 16 امرتسر طبع اول 1353ھ مرزا غلام احمد اور اس کے مریدوں نے علامہ ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن عربی، ابن حزم وغیرھم کا نام لے کر لکھا ہے کہ یہ حضرات وفات مسیح کے قائل ہیں، اس رسالہ میں اس کا جواب دیا گیا ہے۔

مرزا قادیانی مثیل مسیح نہیں، صفحات 16 طبع اول امرتسر 1353ھ

اس رسالہ میں چوبیس دلیلوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا قادیانی مثیل ابن مریم نہیں ہے، نیز عیسی کی جائے نزول کے متعلق بحث کرتے ہوئے مرزائیوں کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔

حضرت مسیح کی قبر کشمیر میں نہیں ہے۔ صفحات 64 طبع اول امرتسر 1351ھ اس کتاب میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سری نگر کشمیر میں جو شہزادہ یوز آسف کی قبر ہے وہ حضرت عیسی کی نہیں ہے اور مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کے خیالات غلط ہیں نیز شہزادہ کے حالات لکھے ہیں۔

مرزا قادیانی کی کہانی، مرزا اور مرزائیوں کی زبانی۔ صفحات 26 طبع اول امرتسر 1354ھ،

اس رسالہ میں مرزا قادیانی کا خاندان، شجرہ نسب، پیدائش، بچپن، جوانی اور امراض (ہسٹیریا، مراق کثرت بول وغیرہ) مرزا صاحب اور اس کے مولویوں کی کتابوں سے نقل کیے گئے ہیں اور بدلائل ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا مسیح موعود یا نبی نہیں ہے۔

عون المعبود تردید اوہام مرزا محمود، یہ کتاب مرزا محمود کی کتاب القول الفیصل کے جواب میں لکھی گئی۔

قارئین! ان تحریری خدمات کے علاوہ بابو حبیب اللہ صاحب نے تقریری اور مناظروں کے میدان میں بھی تحریک ختم نبوت میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں اور ان کے چند مناظروں کا ذکر تاریخ احمدیت مرتبہ دوست محمد شاہد میں موجود ہے،

لکھا ہے کہ 1925ء میں ماسٹر محمد علی اشرف مرزائی کے ساتھ نادون میں بابو حبیب اللہ صاحب کا مناظرہ ہوا (تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 561)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور 21 جولائی 1931ء کو مولوی یار محمد عارف مرزائی کے ساتھ حیاۃ ووفاۃ مسیح اور صداقت مرزا پر مسلمانوں سے مناظرہ ہوا، مسلمانوں کی طرف سے مولوی احمد دین گھکھڑوی، مولوی نور حسین گرجاکھی اور حافظ حبیب اللہ امرتسری مناظر تھے۔ (تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 279۔)

اسی طرح ان کی ایک تقریر دربار قادیانیت کا ذکر حافظ عنایت اللہ صاحب اثر کی الجسر البلیغ کے صفحہ 3-82 پر ملتا ہے، ان کی مزید تقریری اور مناظرانہ سرگرمیوں کا ریکارڈ ہمیں کبھی مل گیا تو ہم انشاء اللہ نذر قارئین کریں گے تاہم آج کی بقیہ نشست میں چند ایسے مناظرات کا ذکر کرتے ہیں جو ان اہل حدیث علماء نے مرزائیوں کے ساتھ وقتاً فوقتاً کیے ہیں جن کا ذکر تحریک کے عمومی تذکروں میں نامور کارکنوں کے طور پر نہیں کیا جاتا، ان مناظرانہ سرگرمیوں سے آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ بظاہر کم معروف علماء بھی درحقیقت بہت قدآور علماء سے آگے ہیں۔

1920ء میں عالم پور کوٹلہ میں مولوی جلال دین شمس کے ساتھ مولوی محمد امین صاحب واعظ اہل حدیث کا ایک مناظرہ ہوا، (تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 273)

انہی مولوی جلال دین صاحب سے 1924ء میں خاریاں میں مولوی محمد حسین صاحب کولوتارڈوی (جو مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کے داماد بتائے جاتے ہیں) کا مناظرہ ہوا (تاریخ احمدیت جلد ۵ صفحہ ۴۷۴)

... 1925ء میں شیخوپورہ میں مولوی غلام احمد بدوملہوی مرزائی کے ساتھ اہل حدیثوں کا ایک مناظرہ ہوا اور اسی سال دہلی میں مولوی جلال دین شمس سے مولوی عبدالرحمٰن اہل حدیث کا مناظرہ ہوا، اسی سال گجرات اور دلاور چیمہ ضلع گوجرانوالہ میں مولوی جلال دین شمس سے مولانا محمد حسین کولوتارڑوی کے دو مناظرے ہوئے (تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 534)

.. 1926ء میں پٹی ضلع لاہور میں مولوی ابوالعطا جالندھری مرزائی سے مولانا عبدالرحیم صاحب مکھو والے اہلحدیث کا مناظرہ ہوا، (تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 561)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

...اور 1928ء میں شیخوپورہ میں مولوی صاحب یار محمد عارف مرزائی کے ساتھ مولانا نور حسین گرجاکھی کا مناظرہ ہوا، (تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 134)

...7 نومبر 1928ء کو ماڑی بچیاں ضلع گورداسپور میں مولوی ابوالعطا جالندھری مرزائی سے مولوی محمد امین صاحب واعظ اہل حدیث کا مناظرہ ہوا

(،تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 6-135)

...1928ء میں ہی مولانا نور حسین گرجاکھی نے باغ مہاں سنگھ گوجرانوالہ میں مولوی ابو العطا جالندھری سے مناظرہ کیا، (تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 136)

22 اگست 1929ء کو موضع میانوالی ضلع سیالکوٹ میں مولوی غلام احمد بدوملہوی مرزائی کے ساتھ مولوی عبدالرحیم شاہ صاحب کا مناظرہ ہوا،(تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 196)

...3 اکتوبر 1929ء کو لالہ موسیٰ ضلع گجرات میں ملک عبدالرحمٰن خادم مرزائی سے اہل حدیث عالم حافظ فضل الرحمٰن نے مناظرہ کیا(تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 195)

ستمبر 1930ء میں نارووال میں مولوی عبداللہ مرزائی اور مولوی خیر دین مرزائی سے اہل حدیث عالم مولوی عبدالرحیم اور مولوی غلام رسول نے حیاۃ وناۃ مسیح اور صداقت مرزا پر مناظرہ کیا جو تین دن جاری رہا، (تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 280/6۔)

آڑہ ضلع گجرات میں 31 دسمبر 1930 اور یکم جنوری 1931 کو مولوی محمد حسین صاحب کولوتارڑوی نے ملک عبدالرحمٰن مرزائی سے صداقت مرزا اور حیاۃ و وفاۃ مسیح پر مناظرہ کیا۔(تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 280-1/16)

... 31 دسمبر 1930 اریکم جنوری 1931ء کو کرولیاں ضلع گورداسپور میں مولوی ابو العطا جالندھری مرزائی مولوی یار محمد عارف اور مولوی عبدالغفور مرزائی کے ساتھ مولانا نور حسین گرجاکھی اور مولوی محمد امین اور مولوی عبدالرحیم صاحب نے ختم نبوت، حیاۃ و وفاۃ مسیح اور صداقت مرزا پر مناظرہ کیا۔(تاریخ احمدیت 281-6)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

3-4 جنوری 1931ء کو دھرگ ضلع سیالکوٹ میں مولوی اللہ دیا اور محمد یار مرزائی کے ساتھ مولوی عبدالرحیم شاہ واعظ اہل حدیث کانفرنس اور مولوی محمد امین امرتسری کا مناظرہ ہوا، مسلمان کامیاب رہے۔
(اہل حدیث امرتسر 16 جنوری 1931ء صفحہ 14)

بروائت تاریخ احمدیت دھرگ میانہ تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ کا یہ مناظرہ مولوی ابوالعطا، مولوی ظہور حسین، مولوی محمد یار صاحب عارف نے مولوی محمد امین صاحب اور مولوی عبدالرحیم صاحب سے کیا تھا اور موضوع حیات ووفاۃ اور صدق وکذب مرزا تھا، (تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 350)

29 مارچ 1931ء کو لیسراواں متصل قادیان پروفیسر مبارک احمد مرزائی کے ساتھ الہامات مسیح موعود کے عنوان پر مولوی محمد حسین صاحب کولوتارڑوی نے مناظرہ کیا۔ (تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 351)۔
29-30 جون 1931ء کو مولوی محمد عارف مرزائی مولوی یوسف امرتسری مرزائی اور ابو العطاء جالندھری سے مولانا احمد دین گکھڑوی نے گلاب خان قاضیاں تحصیل بٹالہ میں حیاۃ ووفاۃ مسیح اور صداقت مرزا پر مناظرہ ہوا، (تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 351)
9-10 جولائی 1931ء کو ڈگری (سندھ) میں بابو اللہ داد احمدی کے ساتھ مولانا عبدالعزیز ملتانی کا حیاۃ وفاۃ مسیح پر مناظرہ ہوا۔ (تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 351/6)
موضع مہاوی ناتو متصل پل دریا راوی نزد ڈیرہ بابا نانک میں بتاریخ 2 اگست 1931ء مرزائیوں سے اہل حدیثوں کا مباحثہ ہوا جس میں خدا نے اہل حدیثوں کو فتح یاب کیا، (اخبار اہل حدیث 14 اگست 1931)
7 اگست 1931ء کو بمقام پکھو کے معماراں مولوی محمد شفیع صاحب محمدی کا مولوی محمد سلیم مرزائی سے مباحثہ ہوا، جس میں حق کو فتح حاصل ہوئی، (اخبار اہل حدیث امرتسر 28 اگست 1931ء)
30 اپریل 1932ء کو ثمن برج وزیر آباد میں مرزائیوں سے اہل حدیث کا ایک کامیاب مناظرہ ہوا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہل حدیثوں کی طرف سے مولوی احمد دین صاحب (گکھڑوی) مناظر تھے، اس مناظرہ میں ایک مرزائی تائب بھی ہوا، (الجسر البلیغ صفحہ 86)۔

مولانا محمد ابراہیم کمیر پوری (ف 1990ء) بھی اپنی کتاب میں دو مناظروں کا ذکر کرتے ہیں، فرماتے ہیں 33-1932ء: میں جب یہ عاجز اپنے گاؤں کے مدرسہ حفظ القرآن اور پرائمری سکول میں زیر تعلیم تھا، ہمارے ایک قریبی گاؤں کے مولوی محمد حسین مرزائی ہوگئے، اس واقعہ سے علاقہ بھر میں اضطراب پھیل گیا، مناظرہ کے لیے چیلنج بازی اور اجنالہ کی مرزائی جماعت سے طویل خط وکتاب کے بعد اجنالہ ہی میں مناظرہ ہوا، اہل اسلام کی طرف سے برادر محترم حافظ عبدالقادر روپڑی اور مولانا احمد دین صاحب مرحوم مناظر تھے، میری عمر اس وقت گیارہ بارہ سال تھی، مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ سامعین مولانا گکھڑوی اور حافظ صاحب روپڑی کی تقریر پر دل کھول کر داد دیتے اور مرزائی مناظرین بڑے پریشان نظر آتے۔ (فسانہ قادیان 1991ء ملتان صفحہ 32)

اور بٹالہ میں مناظرہ کے عنوان سے مولانا کمیر پوری لکھتے ہیں قیام پاکستان سے ایک دو سال پہلے کی بات ہے کہ بٹالہ میں اہل حدیث تبلیغی کانفرنس میں مرزائیوں کے ساتھ حیاۃ مسیح کے موضوع پر بھرپور مناظرہ ہوا، اسلامیان بٹالہ کی طرف سے مرحوم مولانا محمد یوسف دینا نگری اور مرزائیوں کی جانب سے غالباً جلال الدین شمس میں معرکہ آرائی تھی، جلال الدین صاحب کا قادیانی مناظرین میں صف اول کے دو تین اصحاب میں شمار ہوتا تھا، خاصے منجھے ہوئے اپنے معتقدات میں دعوی و دلائل اور دفاع میں پوری مہارت رکھتے اور مناظرہ بقائمی ہوش حواس کیا کرتے تھے، مولانا یوسف دینا نگری اپنے دور کی عظیم علمی شخصیت تھے۔ علوم عالیہ اور آلیہ پر یکساں عبور تھا، امرتسر کے علمی وتدریسی حلقوں میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے، شکل وصورت کے لحاظ سے پرشکوہ ہی نہیں جاذب نظر بھی تھے، مناظرانہ سرگرمیوں اور علمی نکتہ آفرینیوں میں ید طولی رکھتے تھے، حقیقت یہ ہے کہ اس دور میں مولانا ثناء اللہ کے بعد وہی اس میدان کے غازی سمجھے جاتے تھے، مرحوم 6-1935ء میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امرتسر سے کلکتہ چلے گئے، وہاں انہوں نے تبلیغ اسلام کے لیے ایک انجمن بنائی اور بنگالی کے وسیع وعریض صوبہ میں آریہ سماج کے خلاف معرکہ آراء رہے، پھر ان پر کاروباری مصروفیات غالب آگئیں اور قادیانی لٹریچر میں استحضار میں پہلے جیسی مہارت نہ رہی، مناظرہ بٹالہ میں آیت متوفيك و رافعك کے ضمن میں بحث اس مقام پر آگئی کہ واؤ عاطفہ میں ترتیب ضروری ہے یا نہیں؟ دونوں مناظر اپنے اپنے مفید مطلب آیات سے استدلال کررہے تھے کہ میں (ابراہیم کمیر پوری) نے مولانا دینا نگری ثم کلکتوی کو نحو کی مشہور کتاب رضی شرح کافیہ کی یہ عبارت لکھ کر ان کے ہاتھ میں تھمادی۔

لو كانت الواو للترتيب لناقض قوله تعالى و ادخلو الباب سجدا و قولوا حطة مع توله تعالى قولو حطة و ادخلو الباب سجدا ذا القصة واحدة۔

مولانا کلکتوی مرحوم نے اس عبارت کو پورے جاہ وجلال سے پڑھا اور زوردار الفاظ میں اپنے موقف پر استدلال کیا، شمس مرزائی لاجواب ہوگیا اور مناظرہ بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔ (فسانہ قادیان صفحہ 39-41)

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم نومبر دسمبر ۱۹۹۹ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا ثناء اللہ امرتسری کی خدمات (۱)

(۴۳)

آپ جون 1868ء میں امرتسر کے اندر پیدا ہوئے، آبائی وطن کشمیر کے ضلع اسلام آباد (اننت ناگ) کا علاقہ ڈور تھا، آپ ے والد کا نام محمد خضر یا خضر جو تھا، وہ پشمینہ کے تاجر تھے اور غالباً 1860ء سے امرتسر متوطن ہو گئے تھے، آپ کا خاندان کشمیری النسل برہمنوں کی شاخ منٹو سے تعلق رکھتا تھا اور یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ کے آباء میں سے کون سب سے پہلے مسلمان ہوا، نو سال کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور گھر میں غربت نے ڈیرہ ڈال دیا، آپ نے رفو گری کا فن سیکھا اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی کوشش میں مصروف ہو گئے، چودہ سال کی عمر تھی کہ والدہ کا سایہ بھی سر اٹھ گیا، اور یہی عمر تھی جب آپ نے رفو گری کے ساتھ ساتھ حصول علم کا سلسلہ شروع کیا، ابتدائی تعلیم مولانا احمد اللہ امرتسری سے حاصل کی، پھر استاد پنجاب مولانا حافظ عبدالمنا محدث کے پاس وزیر آباد چلے گئے اور ان سے 1889ء میں سند فراغ حاصل کی، وہاں سے دہلی گئے اور حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین محدث کے سامنے زانوائے تلمذ طے کیا، پھر چند روز سہارنپور قیام کر کے دیوبند چلے گئے، جہاں مولانا محمود الحسن کے شاگرد ہوئے، وہاں سے مدرسہ فیض عام کانپور گئے اور مولانا احمد حسن سے کسب فیض کر کے 1892ء میں دستار فضیلت حاصل کی، درس نظامی کے علاوہ آپ نے علم طب بھی حاصل کیا اور اس فن میں آپ کے استاد حکیم فضل اللہ کانپوری تھے۔

تعلیم سے فارغ ہو کر آپ نے اسلامی علوم کی ترویج اور اسلام اور مسلمانوں کے دفاع کا کام پورے وروشور سے شروع کر دیا، اس سلسلے میں انہوں نے آریہ عیسائی اور قادیانیوں کے خلاف معرکے سرانجام دیے یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سرگزشت بہت طویل ہے اور ہمارا یہ مضمون چونکہ تحریک ختم نبوت پر ہے اس لیے ہم صرف اسی میدان میں آپ کی خدمات کا ذکر کرتے ہیں اور اپنی گزارشات کا آغاز مرزا غلام احمد کے ایک خط سے کرتے ہیں جس میں انہوں نے ایک مرید منشی رستم علی کو لکھا:

> بات یہ ہے کہ جب یہ عاجز (مرزا) امرتسر گیا اور جاتے ہی عاجز نے ایک خط رجسٹری کرا کر عبدالحق (غزنوی) کو مباہلہ کے لیے بھیجا کہ تم اس وقت مجھ سے مباہلہ کرلو۔۔۔۔تاریخ مقرر پر عبدالحق مباہلہ پر آ گیا اور امرتسر میں جو بیرون دروازہ رام باغ عیدگاہ متصل مسجد ہے اس میں مباہلہ ہوا اور کئی سو آدمی جمع ہوئے، یہاں تک کہ بعض انگریز پادری بھی آئے اور ہماری جماعت کے احباب شاید چالیس کے قریب تھے، اب جب تک پہلے مباہلہ کا فیصلہ نہ ہو دوسرا مباہلہ کیوں کر ہو..غلام احمد 19 اگست 1893ء ۔(مکتوبات احمدیہ جلد 5 صفحہ 121-122)

قارئین! اس خط کا پس منظر یہ ہے کہ مرزا غلام احمد نے جون 1893ء میں مولانا عبدالحق غزنوی سے مباہلہ کیا تھا، چونکہ ابھی تک کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا تھا اور لوگ نئے مباہلے کی بات چلانے کی کوشش کر رہے تھے، اس لیے مرزا صاحب نے کہا کہ پہلے مباہلے کے نتیجے کا انتظار کیا جائے۔

تاہم یہ بات قابل غور ہے کہ اگر ایک مباہلے کا فیصلہ ہو جائے تو دوبارہ مباہلے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ خدا تعالی سے کہا جائے کہ اے خدا تو اپنے فیصلہ پر نظر ثانی فرما، خدا کا فیصلہ غلط تو ہو نہیں سکتا کہ اس کی بارگاہ میں دوبارہ مقدمہ دائر کرنے یا نظر ثانی کی درخواست دینے کی ضرورت ہو؟ گویا مرزا صاحب کا اپنے مرید کو دوسرے مباہلے کی بات لکھنا ہی غیر مناسب تھا، تاہم اس خط سے یہ بات ہر حال ثابت ہو جاتی ہے کہ 19 اگست 1893ء تک اس قادیانی اور غزنوی مباہلے کا فیصلہ نہیں ہوا تھا اور اس خط سے مرزا صاحب کا یہ موقف بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ جب تک پہلے مباہلے کا فیصلہ نہ ہو دوسرا مباہلہ بلا ضرورت ہے اور مباہلے کا فیصلہ خود ان کے مطابق اسی صورت میں ہونا تھا کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے ایک مر جائے اور مرنے والا جھوٹا اور زندہ رہنے والا سچا قرار دیا جائے۔

قارئین کو معلوم ہے کہ مرزا صاحب 1908ء میں فوت ہوئے اور مولوی عبدالحق صاحب 1917ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں فوت ہوئے یعنی 1896ء تک بھی اس مباہلے کا فیصلہ نہیں ہوا تھا اس لیے جب تک پہلے مباہلہ کا فیصلہ نہ ہو دوسرا مباہلہ کیوں کر ہو، والا معاملہ تھا، لیکن دوسری طرف مرزا صاحب کی دوکان پھیکی پڑتی جا رہی تھی اور اس کی رونق بڑھانے کے لیے اشتہار بازی کی ضرورت تھی، اس لیے مرزا صاحب نے اپنے سابقہ موقف کی نفی کرتے ہوئے (اشتہاری شہرت حاصل کرنے کے لیے) بڑے بڑے علماء اور مشائخ کو مخاطب کر کے 1892ء میں مباہلے کا نیا چیلنج شائع کر دیا جس میں مولانا ثناء اللہ صاحب کو بھی مخاطب کیا جن کی عمر اس وقت صرف 28 سال تھی اور تعلیم سے فراغت حاصل کیے ابھی 4 سال ہی ہوئے تھے، ان کا نام ایک سو سے زائد علماء و مشائخ کی فہرست مدعوین میں گیارہوں نمبر پر اور بڑے بڑے معروف بزرگوں کے ناموں سے پہلے درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنی چھوٹی عمر میں ہی وہ تحریک ختم نبوت کے حلقوں میں اپنی خدمات کے باعث ایک ممتاز مقام حاصل کر چکے تھے۔

مولانا امرتسری نے جب مباہلے کے چیلنج کو قبول کرنے کا اعلان فرمایا تو مرزا صاحب نے بات بدل دی اور فرمایا میں نے سنا ہے بلکہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کی دستخطی میں نے دیکھی ہے جس میں وہ یہ درخواست کرتا ہے کہ میں اس طور کے فیصلہ کے لیے بدل خواہشمند ہوں کہ فریقین یعنی میں اور وہ یہ دعا کریں کہ جو شخص ہم سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہی مر جائے۔

(روحانی خزائن جلد 19 ضمیمہ نزول المسیح المعروف اعجاز احمدی صفحہ 121)۔

اور پھر مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں:

ہم موت کے مباہلہ میں اپنی طرف سے کوئی چیلنج نہیں کر سکتے کیونکہ حکومت کا معاہدہ ایسے چیلنج سے ہمیں مانع ہے، ہاں مولوی ثناء اللہ صاحب اور دوسرے مخالفوں کو منع نہیں کرتے کہ ایسے چیلنج سے ہمیں جواب دینے کے لیے مجبور کریں، اور چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنی تحریر کی رو سے ایسے چیلنج کے لیے تیار بیٹھے معلوم ہوتے ہیں پس ہمیں اس سے کوئی انکار نہیں کہ وہ ایسا چیلنج دیں مگر شرط یہ ہوگی کہ کوئی موت قتل کی رو سے واقع نہ ہو بلکہ محض بیماری کے ذریعے سے ہو، مثلاً طاعون سے یا ہیضہ سے یا کسی اور بیماری سے.. پس اگر مولوی ثناء اللہ صاحب ایسے چیلنج کے لیے مستعد ہوں تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صرف تحریری خط کافی نہ ہوگا بلکہ ان کو چاہیے کہ ایک چھپا ہوا اشتہار اس مضمون کا شائع کریں کہ اس شخص کو میں کذاب اور دجال اور کافر سمجھتا ہوں اور جو کچھ یہ شخص مسیح موعود ہونے اور صاحب الہام اور وحی ہونے کا دعوی کرتا ہے اس دعوی کا میں جھوٹا ہونا یقین رکھتا ہوں، اگر یہ شخص فی الواقع مسیح موعود ہے اور فی الواقع عیسی فوت ہو گئے ہیں تو مجھے اس شخص سے پہلے موت دے اور اگر میں اس عقیدہ میں صادق ہوں اور یہ شخص درحقیقت دجال اور بے ایمان کافر مرتد ہے اور حضرت عیسی آسمان پر زندہ موجود ہیں جو کسی نامعلوم وقت میں پھر آئیں گے تو اس شخص کو ہلاک کر... یہ چیلنج جو درحقیقت ایک مباہلہ کا مضمون ہے اس کو لفظ بلفظ نمونہ مذکورہ کے مطابق لکھنا ہوگا جو اوپر میں نے لکھ دیا ہے، ایک لفظ کم یا زیادہ نہ کرنا ہوگا... پھر ایسے اشتہار مباہلہ پر کم سے کم پچاس معزز آدمیوں کے دستخط ہونے چاہئیں اور کم سے کم اس مضمون کا سات سو اشتہار ملک میں شائع ہونا چاہیے اور بیس اشتہار بذریعہ رجسٹری مجھے بھی بھیج دیں... مجھے کچھ ضرورت نہیں کہ میں انہیں مباہلہ کے لیے چیلنج کروں یا ان کے بالمقابل مباہلہ کرو۔ (روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 121-123)

قارئین! مباہلہ دو فریقوں کے درمیان ہوتا ہے جب وہ ایک دوسرے کے لیے بددعا کرتے ہیں، مرزا صاحب نے چیلنج تو دے دیا تھا لیکن جب مولانا نے اس کے قبول کرنے کا اعلان کیا تو وہ سرے سے مکر گئے اور حکومتی معاہدے کی آڑ لے کر میدان سے بھاگ گئے۔

قارئین! مباہلے کی بات کرنے کے بعد ہم آپ کو ایک چیلنج کا حال بتاتے ہیں جو مولانا امرتسری، پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور بہت سے علماء عصر کو 1900ء میں مرزا صاحب نے اپنے مقابلے میں تفسیر لکھنے کے لیے دیا تھا، مرزائیوں کا کہنا ہے کہ کوئی مسلمان مقابلے میں نہیں آیا، جیسا کہ مولوی نسیم سیفی قادیانی نے لکھا ہے:

No body accepted the invitation (Books of Promised Messiah P85)

اس سے پہلے دیگر مرزائی بھی یہ پروپیگنڈہ کرتے رہے ہیں، جیسا کہ مولانا امرتسری کی زندگی میں ایک مرزائی نے پیغام صلح لاہور 12 دسمبر 1940ء کے شمارے میں لکھا کہ علماء اسلام مقالے میں آنے سے کتراتے رہے ہیں، اس پر مولانا امرتسری نے اس مرزائی سے پوچھا کہ آپ نے یہ نہیں بتایا کہ جن علماء کو مرزا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صاحب نے اپنے بالمقابل تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا انہوں نے اس کا کیا جواب دیا، کیا وہ مرزا صاحب سے ڈر کر ہندوستان سے باہر چلے گئے تھے کیا وہ صم بکم ہو کر بیٹھے رہے؟ ایسا ہرگز نہیں ہوا، کیونکہ ان خاطبوں میں میرا نام بھی تھا اور پیر مہر علی صاحب گولڑہ والے بھی مخاطب تھے، میں نے مرزا صاحب کے اشتہار مورخہ 20 جولائی 1900 جو جواب میں 26 جولائی 1900ء کو اپنی آمادگی کا اشتہار دیا، پیر صاحب نے تو یہاں تک آمادگی ظاہر کی کہ آپ حسب اعلان گولڑہ سے چل کر لاہور پہنچ گئے.. پیر صاحب گولڑہ کی تشریف آوری کی تقریب پر علماء اسلام بھی لاہور میں جمع ہو گئے تھے، مولانا عبدالجبار غزنوی، مولوی محمد علی بھوپڑوی، قاضی عبدالاحد خانپوری، پیر جماعت علی شاہ علی پوری اور یہ خاکسار اور دوسرے علماء بکثرت شریک مجلس ہوئے جب لوگ مرزا صاحب کا انتظار کرتے کرتے تھک گئے تو انہوں نے جامع مسجد لاہور میں ایک جلسہ منعقد کیا..(یعنی) مرزا صاحب کے چیلنج کو باقاعدہ قبول کیا گیا تھا مگر مرزا صاحب ہی مقابلے میں نہ آئے کیونہ آئے۔

زاہد نہ داشت تاب جمال پری رخاں
کنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

(ہفت روزہ اھل حدیث امرتسر 27 دسمبر 1940ء صفحہ 6-7)

تفسیر نویسی کے لیے مرزا صاحب کی لاہور آمد سے مایوسی کے بعد باشاہی مسجد لاہور میں مسلمانوں کا ایک جلسہ عام منعقد ہوا، جس میں 10 علماء نے تقاریر فرمائیں تھیں، پہلی تقریر حضرت امام عبدالجبار غزنوی کی تھی اور ساتویں تقریر مولانا امرتسری نے فرمائی، مہر منیر میں لکھا ہے کہ مولانا نے مرزا صاحب کی تمام پیشگوئیوں کے غلط ہونے کی نسبت زبردست دلائل بیان فرمائے اور یہ بھی فرمایا کہ ایسے شخص کو مخاطب کرنا یا اس کی کسی تحریر کا جواب دینا بھی گویا علماء کرام کی ہتک اور ان کی شان سے بعید ہے۔

(مہر منیر از مولوی فیض احمد صفحہ 236)

بادشاہی مسجد لاہور میں ہونے والے اس جلسے کے بعد ایک قرارداد بھی پاس ہوئی، جس میں کہا گیا کہ مرزا غلام احمد شرمناک دروغ گوئی سے اپنی دکان چلانا چاہتا ہے، اس نے شرفاء کی پگڑیاں اتارنے اور بازاری و عامیانہ حرکات سے اپنی روزی کمانے کا پاکھنڈ بنا رکھا ہے، اس کے عقائد وغیرہ بالکل خلاف اسلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں اس قرار دار پر انسٹھ علماء ومشائخ کے دستخط ہیں اوران میں نانویں نمبر پر مولانا امرتسری کا اسم گرامی ہے۔(مہر منیر صفحہ 237-238)

قارئین! تفسیر نویسی اور مباہلے کے چیلنج قبول کرنے کے ساتھ مولانا امرتسری نے مرزا غلام احمد کے خلاف تحریر کے محاذ پر بھی اپنی علمی عمر کے ابتدائی دور میں ہی کام شروع کر دیا تھا اور آپ نے 1901ء میں دو رسالے شائع کیے، ایک کا نام

ہفوات مرزا ہے جو دس صفحات پر مشتمل تھا، اس میں مرزا غلام احمد کے کچھ عقائد اور تناقضات بیان کیے اور دلائل کے ساتھ بتایا کہ اس قسم کے اختلافات کا رونما ہونا ایک الہامی نبی کے ہاتھوں ممکن نہیں۔

(اہل حدیث کی تصنیفی خدمات طبع بنارس صفحہ 722)

دوسرے رسالے کا نام آپ نے الہامات مرزا رکھا اور بعد میں اس کے کئی ایڈیشن اضافات کے ساتھ شائع ہوئے۔ 1904ء میں اس کا جو تیسرا ایڈیشن شائع ہوا تھا اس کے متعلق مولانا محمد مستقیم بتاتے ہیں کہ وہ 132 صفحات پر مشتمل تھا، اس کتاب میں آپ نے مرزا قادیانی کے الہامات اور پیشگوئیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ وہ بناوٹی ہیں اور مرزا قادیانی اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔

(اھل حدیث کی تصنیفی خدمات صفحہ 715)

مولانا صفی الرحمٰن اعظمی نے فتنہ قادیانیت (صفحہ 76) میں لکھا ہے کہ الہامات مرزا کے پہلے ایڈیشن میں مرزا صاحب کو چیلنج دیا گیا تا کہ وہ اس کا جواب لکھیں تو پانچ سو روپیہ انعام پائیں، دوسرے ایڈیشن میں یہ رقم ایک ہزار اور تیسرے میں دو ہزار کر دی گئی لیکن مرزا صاحب کا قلم مرتے دم تک حرکت میں نہ آ سکا۔

ان تصنیفات کے بعد ایک اہم واقعہ رونما ہوا جو تحریک ختم نبوت میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے، یہ واقعہ 1902ء میں مدنامی موضع میں مولانا امرتسری کا مرزائیوں سے ایک مناظرہ ہے اس کی جو تفصیلات ہمیں میسر آ سکیں ہیں ہم اپنے قارئین کے سامنے رکھتے ہیں۔

مرزائیوں کی تاریخ احمدیت میں اس کا قادیانی مرتب مولوی دوست محمد شاہد لکھتا ہے کہ مدضلع امرتسر میں ایک گاؤں ہے، یہاں رہنے والے میاں محمد یوسف محمد احسن اور میاں محمد یعقوب نامی تین بھائیوں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

1901ء میں مرزا غلام احمد کی بیعت کی، اس پر گاؤں کی فضا کشیدہ ہوگئی، بعدازاں مسلمانوں اور مرزائیوں کی رضامندی سے فیصلہ ہوا کہ متنازعہ مسائل کے تصفیہ کے لیے علماء کا مناظرہ ہو، جب مناظرہ کی بات پختہ ہوگئی تو میاں یوسف صاحب قادیان گئے اور مرزا غلام احمد صاحب کی خدمت میں واقعات پیش کر کے علماء بھجوانے کی درخواست کی یہ 24 اکتوبر 1902ء کی بات ہے۔ مرزا صاحب نے (بروایت مولوی دوست محمد) فرمایا کہ ایسے مباحث سے فائدہ نہیں ہوتا مگر منشی یوسف صاحب کا اصرار دیکھا تو سید سرور شاہ قادیانی کو مدعی بھیجنے کا ارشاد فرمایا کہ وہاں تبلیغ امدیت کریں اور اگر ضرورت پڑے تو مباحثہ کریں، مولوی سرور شاہ کے ساتھ مولوی عبداللہ کشمیری کو بھی روانگی کا حکم دیا اور یہ دونوں یکہ پر قادیان سے امرتسر اور وہاں سے اجنالہ کے رستہ سے مد پہنچے، فیصلہ کے مطابق مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری بھی آ گئے، مباحثہ کے لیے منادی کر دی گئی، لوگ گاؤں کے غربی حصہ میں ایک درخت کے نیچے جمع ہوئے، حاضرین کی تعداد چھ سات سو تک پہنچ گئی، مباحثہ کی شرائط کا رحلہ پیش آیا تو فریقین میں متنازعہ مسائل کے متعلق تحریری مباحثہ ہونا قرار پایا، پھر مولوی ثناء اللہ صاحب اڑ گئے کہ پرچہ کے لیے صرف بیس بیس منٹ کی باری ہو، مولوی سرور شاہ نے زور دیا کہ پرچہ کے لیے کم از کم ایک گھنٹہ ہونا چاہیے، اس بحث وتکرار میں (بقول مولوی دوست محمد) مولوی ثناء اللہ اور ان کے ساتھیوں کی ہنگامہ آرائی سے مجمع بے قابو ہو رہا تھا، اس لیے احمدی بامر مجبوری بیس منٹ کے وقت پر راضی ہو گئے، مباحثہ شروع ہوا، ہر فریق بیس منٹ تک لکھتا اور سنا دیتا، پھر ایک دوسرے کا دونوں جواب لکھتے، اس طرح مباحثہ دو دن یعنی 29 اور 30 اکتوبر جاری رہا۔ (مولوی دوست محمد مزید لکھتے ہیں) کہ سامعین عموماً دیہاتی لوگ تھے، اس لیے وہ باریک علمی بحث تو پوری طرح نہ سمجھ کے ہاں مولوی ثناء اللہ کی گالیوں اور بھبتیوں سے انہوں نے خوب لطف اٹھایا۔ (تاہم مولوی دوست محمد لکھتے ہیں) مولوی سرور شاہ صاحب مباحثہ میں کامیاب وکامران ہو کر یکم نومبر 1902ء کو قادیان پہنچے اور مرزا غلام احمد کے سامنے مناظرہ کی تفصیل عرض کی اور ان کی مجالس میں کئی روز تک اس مناظرہ کا چرچا رہا، نیز انہوں نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ پرچہ لکھنے کیلئے صرف بیس بیس منٹ وقت مقرر کیا گیا اور یہ کہ مرزائی علماء کو عوام الناس کے سامنے ہمیشہ موٹی موٹی باتیں رکھنی چاہئیں، اس کے بعد مولوی دوست محمد صاحب لکھتے ہیں کہ اس مباحثہ کے تحریری پرچے شیخ یعقوب علی تراب (مرزائی) نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لے لیے تھے تاکہ ان کو شائع کریں لیکن افسوس ہے کہ وہ گم ہو گئے اور یہ قیمتی مواد شائع نہ ہو سکا۔

(تاریخ احمدیت ادارۃ المصنفین ربوہ جلد سوم صفحہ 234--237۔)

خود مرزا غلام احمد قادیانی مباحثہ مد کے نتیجہ کے بارے میں فرماتے ہیں درحقیقت تو ہم نے فتح پالی ہے، صرف اتنی بات ہے کہ وہ دیہات کے لوگ تھے، ان کو باریک باتوں کی سمجھ نہیں آئی، مجھے خوشبو آتی ہے کہ آخرت کا رفتح ہماری ہے۔ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 162)

اور ایک دوسرے موقع پر مرزا صاحب نے فرمایا اس دن ہم نے مناسب سمجھا تھا کہ مباحثہ (مد) کی کاروائی الحکم (قادیانی اخبار) وغیرہ میں نہ چھپے مگر خدا کو یہ منظور نہ تھا۔ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 163)۔

روحانی خزائن جلد 19 کے پیش لفظ میں اس کا مرزائی مرتب لکھتا ہے کہ مباحثہ مد کے دو دن بعد مولوی سید سرور شاہ صاحب مع اپنے دوستوں کے 2 نومبر 1902ء کو واپس قادیان پہنچ گئے اور مباحثہ کی مکمل روئیداد مرزا صاحب کو سنادی، مولوی ثناء اللہ صاحب نے دوران مباحثہ ایک یہ اعتراض کیا تھا کہ مرزا صاحب کی سب پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں، دوسرے یہ کہا تھا کہ مرزا صاحب سے مباہلے کے لیے تیار ہوں، اس پر مرزا صاحب نے اعجاز احمدی نامی کتاب تالیف فرمائی۔

اعجاز احمدی میں مرزا غلام احمد نے مولانا امرتسری کو خوب جلی کٹی سنائیں اور مختلف چیلنج دیے، اس کے علاوہ اس میں انہوں نے عربی میں شاعری بھی فرمائی جسے انہوں نے اعجازی قرار دیا، اس شاعری میں بھی انہوں نے مولانا کو خوب کوسا۔

قارئین کی ضیافت طبع کی خاطر آئندہ نشست میں ہم اس میں سے چند اشعار نقل کریں گے کیونکہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مد میں مولانا امرتسری نے مرزائیوں کا کس بری طرح ناطقہ بند کر کے انہیں عبرتناک شکست سے دوچار کیا تھا اور جس کے نتیجہ میں مرزائیت کا بانی اپنے ہوش وحواس کم کر کے بدزبانی پر اتر آیا تھا۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم جنوری ۲۰۰۰ء ص ۱۶۔۱۸ اور ۳۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا ثناء اللہ امرتسری (۲)

(۴۴)

قارئین! گزشتہ نشست میں ہم نے مرزا غلام احمد صاحب کے اعجازی قصیدے کا ذکر کیا تھا، آج ہم آپ کو اس میں سے چند اشعار مع اردو ترجمہ (جو خود انہی کا ہے) سناتے ہیں، سنیے اور سر دھنیے، فرماتے ہیں:

ایـــــا ارض مـــد قـــد دفـــاك مـــدمـــر

و ارداك ضـــلیـــل و اغـــراك مـــوغـــر

اے مدکی زمین ایک ہلاک شدہ نے تیری خستگی کی حالت میں تجھے ہلاک کیا اور سخت گمراہ کرنے والے نے تجھے مارا اور ایک غصہ دلانے والے نے تجھے برانگیختہ کیا۔

دعـــوت کـــذوبـــا مـــفســـدا صیـــدی الـــذی

کـــحـــوت غـــریـــد اخـــذہ لا یـــعـــزر

تو نے ایک جھوٹے مفسد، میرے شکار کو بلا لیا جس کا پکڑنا ڈھاب کی مچھلی کی طرح بڑا کام نہیں۔

فـــظـــل اســـاریـــکـــم اســـاری تـــعـــصـــب

یـــریـــدون مـــن یـــعـــوی کـــذئـــب و یـــختـــر

پس تم میں سے جو لوگ تعصب کے قیدی تھے انہوں نے چاہا کہ ایسا شخص تلاش کریں جو بھیڑیئے کی طرح چیخے اور فریب کرے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فجاء وا بذنب بعد جهد ازابهم

و نعنی ثناء اللہ منہ و نظهر

پھر بہت کوشش کے بعد ایک بھیڑیئے کو لائے اور مراد ہماری اس سے ثناء اللہ ہے اور ہم ظاہر کرتے ہیں۔

تکلم کاجلاف من غیر فطنة

ویاتیك الاخبار من کان ینظر

اس نے کمینوں کی طرح بغیر دانائی کے کلام کیا اور دیکھنے والوں سے تو خود سن لے گا۔

فلما التقی الجمعان للبحث والوغا

ونودی بین الناس والخلق احضروا

پس جب دونوں فریق بحث کے لیے جمع ہو گئے اور لوگوں میں منادی کرائی گئی اور لوگ حاضر ہو گئے

و اوجس خیفة شرہ بعض رفقتی

لما عرفوا من خبث قوم تنمروا

اور پوشیدہ طور پر میرے بعض رفیقوں کے دلوں میں خوف ہوا کیونکہ قوم کی درندگی انہوں نے معلوم کر لی تھی۔

فکان ثناء اللہ مقبول قومہ

ومنا تصدی للتخاصم سرور

اور ثناء اللہ اس کی قوم کی طرف سے مقبول تھا اور ہماری طرف سے مولوی سید محمد سرور شاہ پیش ہوئے۔

کان مقام البحث کان کاجمة

بہ الذئب یعوی و الغضنفر یزء ر

گویا مقام بحث ایک ایسے بن کی طرح تھا جس میں ایک طرف بھیڑیا چیختا تھا اور ایک طرف شیر غراتا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وقـــام ثـــنـــاء الـــلـــه يـــغـــوى جـــنـــوده

ويـــغـــرى عـــلـــى صـــحـــبـــى لـــئـــامـــا و يهـــذر

اور کھڑا ہوا ثناء اللہ اپنی جماعت کو اغوا کر رہا تھا اور میرے دوستوں پر برانگیختہ کرتا تھا۔

دفـــاهـــم عـــمـــايـــات الانـــاس و حـــمـــقهـــم

رئـــوا مـــد قـــوم والـــمـــدى قـــد شهـــروا

قوم کی جہالتوں نے ان کو خستہ کر دیا، موضع مد کو انہوں نے ایسی صورت میں دیکھا جو چھرئیں نکالی ہوئی ہیں۔

فـــمـــاروا بـــمـــد لـــلـــرمـــاح درية

و يـــعـــلـــمهـــا احـــمـــد عـــلـــى الـــمـــدبـــر

پس میرے دوست مد میں نیزوں کے نشانے بن گئے اور اس بات کو احمد علی جو میر مجلس تھا خوب جانتا تھا۔

وكـــان ثـــنـــاء الـــلـــه فـــى كـــل ســـاعة

يـــاحـــج نيـــران الـــفســـاد و يســـعـــر

اور ثناء اللہ ہر ایک گھڑی فساد کی آگ بھڑکا رہا تھا۔

اری مـــنـــطـــقـــا مـــا يـــنـــبـــح الـــكـــلـــب مثـــلـــه

و فـــى قـــلـــبـــه كـــان الهـــوى يتـــزخـــر

ایسی باتیں کیں کہ ایک کتا اس طرح آواز نہیں نکالے گا اور اس کے دل میں ہوا و ہوس جوش مار رہی تھی۔

و لـــمـــا اعتـــدى الامـــر تســـرى بـــمـــكـــائـــد

و اغـــرى عـــلـــى صـــحـــبـــى لـــئـــامـــا وكـــفـــروا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور جب ثناء اللہ اپنے فریبوں سے حد سے گزر گیا اور لوگوں کو میرے دوستوں پر برانگیختہ کیا۔

و قام ثناء اللہ فی القوم واعظا

فصاروا بوعظ الغول قوما تنمروا

اور ثناء اللہ نے قوم میں وعظ کیا پس ایک غول کے وعظ سے وہ ایک پلنگ کی طرح ہو گئے۔

فطائفة قد کفرونی بوعظ

و طائفة قالوا کذوب یزور

پس ایک گروہ نے اس کے وعظ پر مجھے کافر ٹھہرایا اور ایک گروہ نے کہا کہ یہ شخص جھوٹ بیان کر رہا ہے۔

فافردت افراد الحسین بکربلا

وفی الحی صرنا مثل من کان یقبر

پس اس جگہ میں اکیلا رہ گیا جیسا کہ حسین کربلا میں اور اس قوم میں ہم ایسے ہو گئے جیسا کہ مردہ دفن کیا جاتا ہے۔

تصدی لانکاری و انکار آیتی

و کان لحقد کالعقاب یابر

میرے انکار اور میرے نشانوں کے انکار کیلیے پیش آیا اور وہ کینہ سے کثر دم کی طرح نیش زنی کرتا تھا

سمئنا تکالیف التظاول من عدا

تمادت لیالی الجور یابی انصر

ہم نے ظلم کی تکلیفیں دشمنوں سے اٹھائیں اور ظلم کی رات لمبی ہو گئی، اے خدا مدد کر۔

الا رب خصم قد رئیت جدالہ

وما ان رئینا مثلہ من یزور

خبردار ہو میں نے بہت سے بحث کرنے والے دیکھے ہیں مگر اس (ثناء اللہ) جیسا فریبی میں نے نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیکھا۔

ء ارضعت من غول الفلایا ابا الوفا

فما لك لا یخش و لا تتفکر

کیا تجھے جھوٹ کا دودھ پلایا گیا اے ثناء اللہ پس تجھے کیا ہو گیا کہ نہ ڈرتا ہے نہ فکر کرتا ہے۔

عقرت بمد صحبتی یا ابو الوفا

بسب وتوهین فیبی سیقهر

اے ثناء اللہ تو نے مد میں ہمارے دوستوں کو رنج پہنچایا، گالی سے اور توہین سے، پس میرا خدا عنقریب غالب ہو جائے گا۔

فلا تجعلوا کذبا علیکم عقوبة

ودع یا ثناء الله قولا تزور

پس تم جھوٹ کو اپنے لیے وبال کا ذریعہ مت ٹھہراؤ اور اسے ثناء اللہ تو جھوٹ بولنا چھوڑ دے۔

ترکت طریق کرام قوم و خلقهم

حجرت بمد عامدا لتحقر

تو نے شریفوں کے خلق اور طریق کو چھوڑ دیا اور تو نے موضع مد میں قصداً ہماری ہجو کی تا تو تحقیر کرے۔

ترکنا حتی قیل لا یعرف القلی

فجئت خصیما ایها المستکبر

ہم نے تو تجھے چھوڑ دیا تھا یہاں تک کہ تم لوگ کہتے تھے کہ اب کیوں نہیں لکھتے پس تو خود مقابلہ کے لیے آیا ہے، اے متکبر۔

فاوصیك یا ردف الحسین ابا الوفا

انب واتق الله المحاسب و احذر

پس میں تجھے نصیحت کرتا ہوں اے محمد حسین (بٹالوی) کے پیچھے پیچھے چلنے والے ابوالوفا، خدا کی طرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جھک اور حساب لینے والے اللہ سے خوف کھا اور ڈر۔

(روحانی خزائن جلد 19 ضمیمہ نزول المسیح اعجاز احمدی صفحہ 150-194)۔

قارئین! جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے کہ مناظرہ مد کے پرچے مرزائیوں نے غائب کر دیے، اب جو جی چاہتا ہے کہتے پھرتے ہیں لیکن مرزا صاحب کے الفاظ کہ درحقیقت فتح ہماری ہوئی اور یہ کہ وہاں کے لوگوں کو سمجھ نہیں آئی، اور ان کے درج بالا اشعار اس بات کا اعلان ہیں کہ مد میں برسر زمین قصہ مرزائیوں کی شکست سے ہی نمٹا تھا۔

مرزا صاحب نے اس قصیدے کو اعجازی کہا اور اعجاز احمدی کے نام سے شائع کیا، اس کے ساتھ یہ اشتہار بھی شائع کیا کہ اگر مولوی ثناء اللہ اتنی یہ ضخامت کا رسالہ اردو اور عربی نظم میں جیسا کہ میں نے بنایا ہے پانچ روز میں بنا دے تو میں دس ہزار روپیہ انعام دوں گا۔

دیکھیے تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 239 نیز پیش لفظ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 8-9 ضمیمہ نزول المسیح صفحہ 42 مندرجہ روحانی خزائن جلد 19۔

اعجاز احمدی میں مرزا غلام احمد صاحب نے مولانا ثناء اللہ صاحب کو ایک اور چیلنج بھی کیا تھا جو یوں تھا:

اور مولوی ثناء اللہ نے موضع مد میں بحث کے وقت یہی کہا تھا کہ سب پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں، اس لیے ہم ان کو مدعو کرتے ہیں اور خدا کی قسم دیتے ہیں کہ وہ اس تحقیق کے لیے قادیان میں آویں اور تمام پیش گوئیوں کی پڑتال کریں اور ہم قسم کھا کر وعدہ کرتے ہیں کہ ہر ایک پیشگوئی کی نسبت جو منہاج نبوت کی رو سے جھوٹی ثابت ہو ایک ایک سو روپیہ ان کی نذر کریں گے، اور ہم آمد و رفت کا خرچہ بھی دیں گے اور کل پیش گوئیوں کی پڑتال کرنی ہوگی تا کہ آئندہ کوئی جھگڑا باقی نہ رہ جائے اور اسی شرط سے روپیہ ملے گا اور ثبوت ہمارے ذمہ ہوگا، یاد رہے کہ رسالہ نزول المسیح (جو دراصل مرزا صاحب نے شائع نہیں کیا تھا اور ایک لحاظ سے چھپائے پھر رہے تھے) میں ڈیڑھ سو پیش گوئی میں نے لکھی ہے تو گویا جھوٹ ہونے کی حالت میں پندرہ ہزار روپیہ مولوی ثناء اللہ صاحب لے جائیں گے اور در بدر کی گدائی کرنے سے نجات ہوگی بلکہ ہم اور پیش گوئیاں بھی مع ثبوت ان کے سامنے پیش کر دیں گے اور اسی وعدہ کے موافق فی پیشگوئی سو روپیہ دیتے جائیں۔، اس وقت ایک لاکھ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زیادہ میری جماعت ہے، پس اگر میں مولوی صاحب موصوف کے لیے ایک ایک روپیہ بھی اپنے مریدوں سے لوں گا تب بھی ایک لاکھ روپیہ ہو جائے گا وہ سب ان کی نذر ہوگا۔، جس حالت میں دو دو آنہ کے لیے وہ در بدر خراب ہوتے پھرتے ہیں اور خدا کا قہر نازل ہے اور مردوں کے کفن یا وعظ کے پیسوں پر گزارا ہے ایک لاکھ روپیہ حاصل ہو جانا ان کے لیے ایک بہشت ہے۔

(ضمیمہ نزول المسیح صفحہ 131-132)

اور واضح رہے کہ مولوی ثناء اللہ کے ذریعے سے عنقریب تین نشان میرے ظاہر ہوں گے۔

۱۔ وہ قادیان میں تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کے لیے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے اور سچی پیش گوئیوں کی اپنے قلم سے تصدیق کرنا ان کے لیے موت ہوگی۔

۲۔ اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب صاحب سے پہلے مر جائے تو ضرور وہ پہلے مریں گے۔

۳۔ اور سب سے پہلے اس اردو مضمون اور عربی قصیدہ کے مقابلہ سے عاجز رہ کر جلد تر ان کی روسیاہی ثابت ہو جائیگی۔ (روحانی خزائن جلد 19 ضمیمہ نزول المسیح صفحہ 148)

اور اسی کتاب ضمیمہ نزول المسیح میں مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

یہی باتیں مولوی ثناء اللہ نے مقام مد کے مباحثہ میں پیش کی تھیں، ان باتوں سے ہر ایک خدا ترس سمجھ سکتا ہے کہ کہاں تک ان مولوی صاحبوں کی نوبت پہنچ چکی ہے۔، وہ جوش تعصب سے منہاج نبوت کو اور اس معیار کو جو نبیوں کی شناخت کے لیے مقرر ہے پیش نظر نہیں رکھتے اور ہر ایک اعتراض ان کا سراسر جھوٹ اور شیطانی منصوبہ ہوتا ہے۔، اگر یہ سچے ہیں تو قادیان آ کر کسی پیش گوئی کو جھوٹی تو ثابت کریں اور ہر ایک پیش گوئی کے لیے ایک ایک سو روپیہ انعام دیا جائے گا۔ (صفحہ 117-118 روحانی خزائن جلد 19)

اور جس قدر مولوی ثناء اللہ صاحب نے خلاف واقع اعتراضات اور جھوٹی قسموں سے موضع مد میں میری توہین کی ہے وہ تمام میرے شکوے خدا تعالی کے سامنے ہیں۔ (روحانی خزائن جلد 19 ضمیمہ نزول المسیح صفحہ 125)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قارئین! ایک طرف تو دریا دلی اور استغنا کا یہ حال تھا کہ دس ہزار روپے کے انعام کا اعلان ہو رہا ہے اور دوسری طرف حالت یہ تھی کہ نزول المسیح نامی کتاب (جو اسی زمانے کی تصنیف ہے) کو شائع کروانے کے لیے پیسے موجود نہیں تھے۔، تاریخ احمدیت میں ایک قادیانی سید ناصر شاہ کے حالات میں لکھا ہے کہ

ایک دفعہ جب کہ آپ (ناصر شاہ) کشمیر میں ایس ڈی او کے طور پر تعینات تھے، آپ کو عالم رویا میں خبر دی گئی کہ حضرت مسیح موعود کو آپ کی ضرورت ہے۔، قادیان پہنچے تو معلوم ہوا کہ کتاب نزول المسیح کی اشاعت روپیہ نہ ہونے کے باعث معرض التواء میں ہے۔، چنانچہ آپ نے اسی وقت ڈیڑھ ہزار کی رقم جو حج بیت اللہ کے لیے جمع کر رکھی تھی حضور کی خدمت میں پیش کر دی، نیز وعدہ کیا کہ طباعت کے بقیہ اخراجات کشمیر جا کر ارسال کروں گا۔ (تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 19)۔

اسی موضوع پر پنڈت آتما نند کا ایک مضمون اخبار اہل حدیث امرتسر کے 29 دسمبر 1939ء کے ایڈیشن میں صفحہ 6 پر شائع ہوا جس میں لکھا تھا کہ مرزا غلام احمد نے بے مالی کی حیثیت میں دس ہزار روپے کا انعام شائع کیا تھا، اس بات کے ثبوت میں پنڈت صاحب نے مسیح موعود کے کارنامے، نامی کتاب کے صفحہ 22 پر سے مرزا محمود خلیفہ قادیان کی یہ تحریر نقل کی تھی جس میں وہ کہتا ہے میں (مرزا محمود) جلسہ کے موقع پر ایک کتاب دیکھ رہا تھا جس میں مسیح موعود نے لکھا ہے کہ سراج منیر ایک کتاب ہم شائع کریں گے مگر اس کی اشاعت میں تعویق ہوگئی ہے کیونکہ اس کے لیے روپیہ کی ضرورت ہے، گویا وہ کتاب ایک سو روپے کے لیے اس وقت رکی رہی، پنڈت صاحب لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مرزا صاحب کے پاس اس وقت ایک سو روپیہ بھی نہیں تھا۔

قارئین! اوپر ذکر کردہ ناصر شاہ قادیانی کے گراں قدر عطیے کے باوجود معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی مالی حالت ان دنوں بہت ہی کمزور تھی، کیونکہ وہ پیسے بھی ہضم کر گئے اور کتاب جس کے لیے مرید نے پیسے دیے گئے تھے اسے زندگی بھر شائع بھی نہ کر سکے جیسا کہ اس کتاب (نزول المسیح) کے متعلق نسیم سیفی قادیانی نے لکھا ہے!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

The Book was written in July/August 1902 but its final stages of printing and availability to the readers was, for one reason or the other, delayed unitl 25th August 1909 (almost a year after the passing away of Hazrat Ahmed. (The book of Promised Messiah Rabwah P92.)

جہاں تک اس قصیدہ کے اعجازی ہونے اور اس کے مقابلے میں قصیدہ لکھنے کے چیلنج کا عاملہ ہے تو مولانا امرتسری فرماتے ہیں میں نے 21 نومبر کو ایک اشتہار دیا جس کا خلاصہ 29 نومبر 1902ء کے پیسہ اخبار لاہور میں چھپا تھا کہ آپ (مرزا جی) پہلے ایک مجلس میں اس قصیدہ اعجازیہ کو ان غلطیوں سے جو میں پیش کروں گا صاف کر دیں (یعنی پہلے اس کو اعجازی ثابت کر دیں) تو پھر میں آپ کے زانو بزانو بیٹھ کر عربی نویسی کروں گا یہ کیا بات ہے کہ آگ گھر سے تمام زور لگا کر ایک مضمون اچھی خاصی مدت میں لکھیں اور مخاطب کو جسے آپ کی مہلت کا کوئی علم نہیں محدود وقت کا پابند کریں اگر واقعی آپ خدا کی طرف سے ہیں اور جدھر آپ کا منہ ہے ادھر خدا کا منہ ہے (جیسا کہ آپ کا دعوی ہے) تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ میدان میں طبع آزمائی نہ کریں بلکہ بقول حکیم سلطان محمود ساکن راولپنڈی:

بنائی آڑ کیوں دیوار گھر کی۔ نکل دیکھیں تری ہم شعر خوانی

حرم سراء سے گولہ باری کریں۔

(الہامات مرزا صفحہ 99 منقول از فتنہ قادیانیت صفحہ 79-80)

مرزا غلام احمد میدان میں نہ آئے تو جیسا کہ مولانا امرتسری نے اپنے اشتہار میں لکھا تھا کہ اگر آپ مجلس میں اغلاط نہ سنیں گے تو میں اپنے رسالہ میں ان کا ذکر کروں گا، چنانچہ آپ نے الہامات مرزا کی اگلی اشاعتوں میں دکھلایا ہے کہ وہ قصیدہ جسے مرزا صاحب معجزہ قرار دے رہے تھے اس کے کم از کم پچاس اشعار فصاحت بلاغت تو درکنار صحت کے درجہ سے بھی گرے ہوئے ہیں اور شدید ترین فنی عیوب اور قباحتوں کا مرقع ہیں۔، باقی رہا عربی زبان وادب کا معاملہ، تو اس لحاظ سے تو پورا کا پورا قصیدہ ہی لچر پوچ ہے۔ وعظ کے پیسوں اور کفن سے آمدنی پر گزار کرنے والے بیان کو چیلنج کرتے ہوئے مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مرزا صاحب کو للکارا اور مطالبہ کیا کہ اس بات کا ثبوت پیش کیا جائے کہ مولوی ثناء اللہ ان ذرائع سے آمدنی حاصل کر کے اس پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گزارہ کرتا ہے، اس پر مرزا صاحب قادیانی کو لینے کے دینے پڑ گئے اور انہیں تحریری طور پر اپنے بیان کی تردید کرنا پڑی اور لکھا۔

اصلاح حسب منشا کھلی چٹھی مولوی ثناء اللہ صاحب

چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ کفن وغیرہ کی آمدنی جو اس ملک میں اکثر ملاؤں کو ہوا کرتی ہے کبھی ان کو اس سے تعلق نہیں ہوا اور وہ اپنی تجارت سے گزارہ کرتے ہیں، اس لیے ہمیں ان کی ان ذاتیات سے بحث نہیں اور ہم قبول کرتے ہیں کہ ایسا ہی ہوگا، یہ قول محض اس بنا پر تھا کہ ہمارے ملک میں اکثر ملا ایسے پائے جاتے ہیں کہ مسجدوں سے تعلق رکھتے اور پیشہ غسل اموات و جنازہ رکھتے ہیں اور اس کی آمدنی لیتے ہیں اب جب کہ وہ ظاہر کرتے ہیں کہ میں ان میں سے نہیں ہوں سو ہم اپنی اس قدر تحریر کے اس اشتہار سے اصلاح کر دیتے ہیں اور درحقیقت ہماری غرض اول سے الزام نہیں ہے کیونکہ صدہا ملا اس ملک میں ایسے پائے جاتے ہیں کہ یہ خدمت غسل اموات و جنازہ اپنے ذمہ لے لیتے ہیں، ان کو بھی ہم برا نہیں کہتے کہ قدیم سے یہ کام چلا آتا ہے، کوئی ان کو برا نہیں کہہ سکتا، سب اپنی اپنی جگہ پر عزت رکھتے ہیں۔

المشتہر مرزا غلام احمد از قادیان 20 دسمبر 1902۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 482)۔

اس تحریر سے گویا مرزا صاحب نے تسلیم کر لیا کہ انہوں نے مولانا ثناء اللہ امرتسری پر الزام تراشی کرتے ہوئے جھوٹ بولا تھا اسی طرح مرزا صاحب نے اوپر کی تحریر میں یہ دعوی بھی کیا تھا کہ ان کے مریدوں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے، یہ بات بھی غلط تھی، کیونکہ 1931ء کی مردم شماری میں سارے پنجاب میں مرزائیوں کی تعداد 56 ہزار نکلی تھی۔ (الفضل 5 اگست 1934۔)

اور بقول مرزا محمود احمد دوسرے صوبہ جات ہند میں 25 ہزار مرزائی تھے۔

(الفضل 21 جون 1934 منقول از فسانہ قادیان، مولانا ابراہیم کمیر پوری صفحہ 232)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس طرح 1931ء کے ہندوستان میں مرزائیوں کی کل تعداد 81 ہزار بنتی ہے اور مرزا صاحب 1902ء میں کہہ رہے تھے کہ ان کے مریدوں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔

قارئین! مرزا صاحب کے مختلف کذابات کا معاملہ یہیں چھوڑ کر ہم آگے بڑھتے ہیں اور اعجاز احمدی والی تحریر سے جنم لینے والے ایک اور واقعہ کی طرف چلتے ہیں۔ تاریخ احمدیت کا مرتب اس تحریر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

حضور (مرزا غلام احمد) نے یہ پیشگوئی فرمائی کہ وہ (ثناء اللہ) قادیان میں تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کے لیے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے، چنانچہ وہی کچھ ہوا جس کی خبر آپ نے قبل از وقت دے دی تھی، اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری 10 جنوری 1903ء کو حضور کو اطلاع دیے بغیر بٹالہ سے دو تین سپاہیوں کی معیت میں قادیان آئے اور آریہ سماج کے مندر میں ٹھہرے، حضرت اقدس کو یہ سن کر بہت صدمہ ہوا کہ وہ براہ راست آپ کے پاس آنے کے بجائے آریہ سماج کے مندر میں کیوں مقیم ہو گئے۔ چنانچہ حضور نے ایک دوسرے موقع پر اس درد کا اظہار فرمایا کہ میں نے ثناء اللہ کو ہرگز نہیں کہا کہ میرے مکان پر نہ آؤ، بلکہ وہ خود ان آریہ سماج والوں کے مکان پر اترا، وہ میرے دروازے پر نہیں آیا تاکہ میں اس کی خاطر داری کرتا بلکہ دشمنان نبی کریم کے دروازہ پر گیا۔ (تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 282)

اور ملفوظات جلد 4 میں 10 جنوری 1903ء کی ڈیٹ لائن کے ساتھ زیر عنوان مولوی ثناء اللہ صاحب کا قادیان آنا لکھا ہے

عصر کے وقت خدا تعالی کے برگزیدہ حضرت مسیح موعود کو یہ خبر ہوئی کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری قادیان آئے ہوئے ہیں مگر آپ نے اس کے متعلق یہی فرمایا کہ ہزاروں لوگ راہرو آتے ہیں ہمیں اس سے کیا؟ مغرب کی نماز باجماعت ادا کر کے جب حضرت اقدس دولت سرا کو تشریف لے چلے تو ایک شخص نے ہاتھ میں قلم دوات لیے ہوئے حضرت اقدس کی خدمت میں کچھ کاغذات پیش کیے، اس قلم دوات سے اس کی غرض یہ تھی کہ حضرت سے رقعہ کی رسید لے مگر حضرت نے توجہ نہ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوراس کے وہ کاغذات لے کرتشریف لے لئے اور جب عشاء کی نماز کے واسطے تشریف لائے تو فرمایا کہ ایک ہی مضمون کے دو رقعے مولوی ثناء اللہ صاحب کی طرف سے پہنچے ہیں، نہ معلوم دو رقعوں کی کیا غرض تھی اس وقت یہ عقدہ حل ہوا کہ غالباً دوسرا رقعہ دستخط یعنی رسید رقعہ لینے کی غرض سے تھا مگر قاصد کو رسید مانگنے کی جرات نہ ہوئے اور وہ رقعہ اس وقت سید سرور شاہ صاحب کے حوالہ کیا گیا کہ وہ اسے پڑھ کر اہل مجلس کو سنا دیوں، اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا ہم تیار ہیں، وہ ہفتہ عشرہ آرام سے باتیں سنے اور اگر اس کا منشا مباحثہ کا ہو تو یہ اس کی غلطی ہے کیونکہ اب مدت ہوئی ہم مباحثات کو بند کر چکے ہیں۔ اگر اس کو طلب حق کی ضرورت ہے تو وہ رفق اور آہستگی سے اپنی غلطی دور کروائے، طالب حق کے لیے ہمارا دروازہ کھلا ہوا ہے، ہاں جو شخص ایک منٹ رہ کر چلا جانا چاہتا ہے اور اسے فتح اور شکست اور ہار جیت کا خیال ہے وہ مستفید نہیں ہوسکتا، بجز ایسے شخص کے جو نیک بن کر آوے، ہم تو دوسرے کے ساتھ کلام کرنا بھی تصنیع اوقات خیال کرتے ہیں، ہمیں تعجب ہے کہ وہ کیوں گھمار کے ہاں جا کر اترے، چاہیے تھا کہ مستفیدوں کی طرح آتا اور ہمارے مہمان خانے میں اترتا، پھر فرمایا ہم اس واقعہ کا صبح کو جواب دیں گے، اس کے بعد حضرت اقدس نماز سے فارغ ہو کر تشریف لے چلے تو ثناء اللہ صاحب کے قاصد نے آواز دی کہ حضرت جی مولوی ثناء اللہ صاحب کے رقعہ کا کیا جواب ہے، حضرت نے فرمایا کہ صبح کو دیا جائے گا، قاصد نے کہا کہ میں آ کر جواب لے جاؤں یا آپ بذریعہ ڈاک روانہ کریں گے، حضرت اقدس نے فرمایا خواہ تم آ کر لے جاؤ خواہ ثناء اللہ آ کر لے جاوے، پھر آپ نے قاصد کا نام پوچھا تو اس نے کہا محمد صدیق۔ (البدر ج 1 نمبر 12 مورخہ 16 جنوری 1903ء منقول از ملفوظات جلد 4 صفحہ 404-405۔)

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم فروری مارچ ۲۰۰۰ء ص ۲۰۔۲۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا گنگوہی اور فتوی تکفیر

(۴۵)

بریلوی احباب کے جناب عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے ایک جگہ لکھ دیا کہ مولانا رشید احمد گنگوہی کے فتاوی رشیدیہ یا لدھیانویوں کی کتاب فتاوی قادریہ میں کوئی ایسا فتوی نہیں ملتا جس میں مولانا گنگوہی نے مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر قرار دیا ہو،، یہ تحریر پڑھ کر دیوبندی احناف کے جناب مولوی عبدالحق بشیر ابن مولوی سرفراز صاحب (گوجرانوالہ) نے قلم اٹھایا اور: فتوی امام ربانی بر مرزا غلام احمد قادیانی، کے نام سے ایک کتاب تحریر فرمائی جو ۸۷ صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۹۸۴ء میں شائع ہوئی۔، ہم اس کی زیارت سے محروم رہے حتی کہ ۲۰۰۰ء میں برمنگھم کے ایک محترم دوست نے پڑھنے کے لئے ارسال فرمائی۔، اس کتاب کا نام سن رکھا تھا، اس لئے اسے دلچسپی سے پڑھا۔، اس کی وجہ تصنیف تو جناب شرف قادری صاحب کی مذکورہ بالا تحریر ہے، لیکن مولوی بشیر صاحب نے اس میں اپنے ہم فقہ بریلوی حضرات کے ساتھ ساتھ اہل حدیثوں کو بھی خوب رگیدا ہے اور مثبت انداز میں مولانا گنگوہی کی خدمات کا ذکر کرنے کے بجائے انہوں نے اس مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، سید نذیر حسین محدث اور دیگر اہل حدیث علماء پر کیچڑ اچھالا ہے۔، ہم ان دنوں مولانا ثناء اللہ امرتسری کی خدمات کا ذکر کر رہے ہیں اور ہمارا ارادہ تھا کہ آئندہ کی چند نشستوں میں ان کی خدمات کا کسی حد تک احاطہ کر لیا جائے لیکن جناب مولوی بشیر صاحب کی کتاب دیکھ کر ہم نے مناسب سمجھا کہ اس میں کئے گئے اعتراضات کا جواب آگے بڑھنے سے پہلے دے دیا جائے، اس لئے آج کی نشست ہم مولوی عبدالحق بشیر صاحب کی نذر کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولوی بشیر صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۷۲ سے ۷۶ تک چھ فتوؤں کا ذکر کیا ہے بقول مولوی بشیر صاحب مختلف مواقع پر مرزا قادیانی کے بارے میں مولانا گنگوہی نے دیئے ہیں اور لکھا ہے:

حضرت مولانا گنگوہی صاحب کا فتوی نہ صرف ہندوستان بلکہ عالم اسلام کے علمی حلقوں میں حرف آخر کی حیثیت رکھتا تھا، اس لئے وہ فتوی کے معاملہ میں انتہائی محتاط تھے، مولانا (گنگوہی) نے اسی لئے ابتداء مرزا قادیانی پر فتوی کفر دینے سے گریز کیا اور بعد میں بھی یک لخت کفر کا فتوی نہیں دے دیا۔

اور اس کے بعد مولوی عبدالحق بشیر صاحب نے یکے بعد دیگرے پانچ فتوے درج کر کے بتایا ہے کہ کس طرح مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کے فتوے تدریجی مراحل سے گزرتے رہے، (جن میں کسی ایک میں بھی اسے کافر نہیں کہا) تاہم چھٹے فتوے کے تعارف میں بشیر صاحب لکھتے ہیں:

جب مرزا قادیانی کھل کر سامنے آ گیا تو مولانا گنگوہی نے بھی اس پر صریح فتوی کفر جاری کر دیا...اور بٹالوی صاحب کے (تیار کردہ) فتوی کفر پر مولانا گنگوہی کے دستخط بھی موجود ہیں، جیسا کہ خود مولانا گنگوہی نے بھی اس طرف اشارہ فرمایا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں، اس (مرزا قادیانی) کے باب میں مولوی محمد حسین لاہوری (بٹالوی) نے فتوی طبع کیا ہے کہ عنقریب شائع ہونے والا ہے۔

یعنی یہ ہے مولانا رشید احمد گنگوہی کے فتوی کفر کی حقیقت، وہ مرزا قادیانی کو مختلف القابات سے نوازتے رہے، مرد صالح سے آغاز ہوا، لفظ گمراہ تک پہنچے، اسے اہل ہوا میں بھی شمار کیا، لیکن ان کی وہ پہلی تحریر جو قادیانی کے کفر کے بارے میں سامنے آئی وہ وہی تحریر ہے جو انہوں نے مولانا محمد حسین بٹالوی کے استفتا کے جواب میں سید نذیر حسین محدث کے فتوی پر: یہ جواب صحیح ہے،، کے الفاظ لکھ کر تائیدی دستخطوں سے جاری کی ہے۔ یعنی نہ مولانا محمد حسین بٹالوی، حضرت سید نذیر حسین محدث کا فتوی مولانا رشید احمد گنگوہی کے سامنے رکھتے اور نہ: یہ جواب صحیح ہے ، والی تحریر لکھی جاتی۔

یہ مولانا محمد حسین بٹالوی کا دیوبندی بزرگوں پر احسان ہے کہ انہوں نے سید نذیر حسین صاحب والا فتوی مولانا رشید احمد گنگوہی کے سامنے پیش کر کے ان سے تائیدی تحریر اور دستخط لے لئے، ورنہ شائد دیوبندیوں کے پاس مستقل بالذات کوئی ایسی تحریر نہ ہوتی جسے مولانا رشید احمد گنگوہی کی جانب سے مرزا غلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احمد پر فتوی تکفیر کہا جا سکتا اور اسی لئے مرزا غلام احمد کہا کرتا تھا کہ اس کی تکفیر کا تمام تر بوجھ سید نذیر حسین پر ہے، باقی لوگ تو اس کے اغواء سے یا اس کے حق استادی کا لحاظ کرتے ہوئے فتوی تکفیر پر دستخط کرنے کے جرم کے مرتکب ہوئے ہیں۔ (دیکھئے انجام آتھم وغیرہ کتب مرزا)

اور قارئین کے لئے یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ مولوی بشیر صاحب نے کتاب تو لکھی ہے جناب شرف قادری صاحب کی اس تحریر کے جواب میں کہ فتاوی رشیدیہ میں کوئی ایسا فتوی نہیں ملتا جس میں مولانا گنگوہی نے مرزا کو واضح طور پر کافر قرار دیا ہو، لیکن مولوی بشیر صاحب نے اپنی ۸۷ صفحات کی کتاب میں کسی جگہ یہ نہیں بتایا کہ فتاوی رشیدیہ میں فلاں صفحہ پر وہ فتوی موجود ہے جس میں مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر قرار دیا گیا ہو۔

قرآن کریم کے خصائص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اپنے سے پہلے منزل من اللہ کتب کی تصدیق کرتا ہے، اگر قرآن ایسا نہ کرتا تو یہود و نصاری کے لئے ان کا منزل من اللہ ثابت کرنا کسی حد تک مشکل ہوتا۔ مولانا محمد حسین بٹالوی کے استفتاء کے جواب میں لکھے ہوئے سید نذیر حسین محدث کے فتوی تکفیر مرزا کی خصوصیات یہ بھی ہے کہ وہ اس بات کی تصدیق کرتا اور ثبوت مہیا کرتا ہے کہ مولانا رشید احمد گنگوہی نے اپنے ۱۹۸۴ء والے موقف (کہ مرزا مرد صالح ہے) ۱۸۹۱ء میں رجوع کر لیا تھا اور اسے سید نذیر حسین محدث کی اقتداء میں کافر قرار دے دیا تھا۔

مولوی عبدالحق بشیر نے ایک بات یہ رقم فرمائی ہے کہ مرزا غلام احمد کا نکاح (ثانی) محرم ۱۲۰۲ھ میں سید نذیر حسین نے پڑھایا تھا اور اس وقت لدھیانہ کے علماء مرزا کو کافر قرار دے چکے تھے، اور اس فتوی کفر کی ملک میں شہرت ہو چکی تھی، اس پس منظر میں سید صاحب نے مرزا غلام احمد کا نکاح پڑھایا تو گویا ایک کافر کا نکاح پڑھایا ہے،۔

ہم اس موضوع پر اس مضمون کی قسط نمبر ۱۹ میں گزارشات پیش کر چکے ہیں، تاہم مولوی عبدالحق بشیر صاحب کی اطلاع کے لئے یہاں یہ عرض کرنا ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ جس فتوی تکفیر کی وہ بات کر رہے ہیں اسے تو خود ان کے علماء دیوبند ہی نہیں تسلیم کرتے تھے، اور دیوبند کے امام ربانی قطب الارشاد مولانا رشید احمد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گنگوہی (جن کی زبان سے بقول خود، حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا تھا)۔۵۔۱۸۸۴ء کے مرزا قادیانی کو مرد صالح قرار دیتے تھے۔اور سید نذیر حسین مرحوم نے مولانا گنگوہی کے مرد صالح کا نکاح پڑھایا تھا۔،اگر غلط کیا تھا تو مولانا گنگوہی صاحب سے پوچھا جائے۔،شیشے کے محل میں بیٹھ کر دوسروں پر کنکر اندازی سے اجتناب کرنا چاہیئے

اور ہاں لدھیانوی علماء کے جس فتوی تکفیر کی بات کی جاتی ہے ہم کئی مرتبہ پوچھ چکے ہیں کہ وہ فتوی کہاں ہے۔ حال ہی میں ہفت روزہ الاعتصام لاہور کی ۲۸ جنوری ۲۰۰۰ء کی اشاعت میں بھی ہم نے یہ درخواست کی تھی کہ بہت انتظار کروالیا گیا ہے،امام غائب کی طرح چھپائے ہوئے فتوی کو خدارا اب باہر لے آیئے۔

مولوی عبدالحق بشیر صاحب نے تاریخ احمدیت کے حوالے سے بطور اعتراض یہ بھی لکھا ہے کہ مولوی ثناءاللہ امرتسری مرحوم ۱۷۔۱۸ سال کی عمر میں ۱۸۸۵ء میں مرزا صاحب کے دیدار کے لئے پاپیادہ قادیان گئے تھے۔اس واقعے کو تاریخ احمدیت کے حوالے سے ذکر کرنے کی ضرورت تب تھی اگر مولانا ثناءاللہ امرتسری یا ہمیں اس واقعہ سے انکار ہوتا۔،مولانا امرتسری نے تو بذات خود اس واقعے کا ذکر کیا ہے اور ہمیں بھی اس کا اقرار ہے،آیئے ہم سے وضاحتی گزارشات سن لیجئے:

مولانا ثناءاللہ امرتسری نے ۱۴ سال کی عمر میں علوم دینیہ کی تحصیل کا آغاز کیا۔۱۷۔۱۸۔سال کی عمر میں وہ کوئی عالم دین اور کسی مدرسے کے فارغ التحصیل نہ تھے بلکہ ابتدائی جماعتوں کے طالب بھی نہ تھے۔،گھر میں اس وقت غربت تھی،اس لئے جزوی طور پر طالب علم اور جزوی طور پر رفوگری کرتے تھے،یعنی ان کی علمی استعداد مدرسے کے تیسرے سال کے باقاعدہ طالب علم سے بھی کم تھی۔،ان دنوں انہوں نے لدھیانہ اور دیوبند کے علماء کی باہمی بحث کے سلسلے میں سنا کہ دیوبند کے امام ربانی اور قطب الارشاد قادیان میں رہنے والے ایک شخص کو مرد صالح قرار دیتے ہیں۔،اتنے بڑے آدمی کی طرف سے کسی کو مرد صالح کہہ دیا جانا کوئی معمولی بات نہ تھی۔،یہی بات ایک نوآموز طالب علم کے دل میں شوق پیدا کرنے کا باعث ہوئی اور وہ اسے دیکھنے کے لئے پاپیادہ قادیان پہنچ گئے کہ جیب میں (غربت کے باعث) ٹرانسپورٹ کے کرائے کے پیسے نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے۔

یہ سفر قادیان کسی معروف ومستند عالم دین کا سفر نہ تھا جسے اہل حدیث جماعت پر بطور اعتراض پیش کیا جائے۔، یہ سفر ایک مبتدی طالب علم کا سفر تھا اور یہ سفر ایک مرد صالح کو دیکھنے کے لئے تھا۔ اور اگر غلط تھا تو اس سفر کا باعث وہ شخص ہوا ہے جو مرزا صاحب کو مرد صالح قرار دیتا تھا، اور جس کے بارے میں فتاوی قادریہ میں لدھیانوی علماء نے کہا تھا کہ اس نے مرزا غلام احمد کو صالح مسلمان قرار دے کر نادانستہ عوام کو گمراہی میں ڈالا ہے۔ (رئیس قادیان۔ جلد۲ص ۵)

یہ سفر ایک طالب علم کا سفر تھا، یہ طالب علم اس سفر کے کئی سال بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلہ کے لئے گیا اور پھر وہاں مولانا محمود حسن سے پڑھتا رہا۔، اس وقت دیوبند میں مولانا محمد قاسم نانوتوی کے صاحبزادے مولانا محمد احمد بھی موجود تھے اور مدرسے کی سرپرستی مولانا رشید احمد گنگوہی فرما رہے تھے۔ اگر مولانا ثناء اللہ امرتسری قادیان جا کر ۱۸۸۵ء میں کوئی جرم کر چکے تھے تو ان بزرگوں نے انہیں دیوبند میں داخلہ دے کر فضلائے دارالعلوم میں شامل ہونے کی سعادت کیوں بخشی۔، یاد رہے کہ طلبائے دارالعلوم دیوبند میں شمار ہو جانا اکابرین دیوبند کے نزدیک کوئی معمولی بات نہیں ہے۔، مولوی رفیع الدین مہتمم ثانی دیوبند کہتے ہیں کہ انہیں خواب میں دکھا دیا گیا تھا کہ احاطہ مولسری دارالعلوم کا کنواں دودھ سے بھرا ہوا ہے اور اس کی من پر حضور نبی اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں اور دودھ تقسیم فرما رہے ہیں۔، خواب کے بعد میں نے مراقبہ کیا تو مجھ پر منکشف ہوا کہ کنواں دارالعلوم ہے اور دودھ لے جانے والے طلباء ہیں اور آنحضرت ﷺ تقسیم فرما رہے ہیں۔،

اس کے بعد رفیع الدین صاحب فرماتے ہیں کہ مدرسہ دیوبند میں جب داخلہ ہوتا ہے تو میں ہر ایک کو پہچان لیتا ہوں کہ یہ طالب علم بھی اس مجمع میں تھا۔،

قادری طیب صاحب کہتے ہیں کہ اس سے اندازہ ہوا کہ اس مدرسے کے لئے طلباء کا انتخاب بھی من جانب اللہ ہی ہوتا ہے۔، (الرشید دیوبند نمبر ص ۱۳۹۔۱۴۰)

یعنی دیوبندیوی اکابرین کے بقول مولوی ثناء اللہ صاحب ان خوش نصیبوں میں شامل ہیں جنہیں رسول اکرم ﷺ نے دودھ عنایت فرمایا، اور جن کا دیوبند میں داخلے کے لئے انتخاب بھی اللہ تعالی کی جانب سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوا۔صدافسوس کہ مولوی بشیر صاحب ان مولوی ثناءاللہ پر طعنہ زن ہیں۔

اور ہاں مولوی ثناءاللہ صاحب تو اس وقت مرزا غلام احمد کو دیکھنے گئے تھے، جب وہ خود ایک مبتدی طالب علم تھے اور مرزا صاحب آپ کے امام ربانی کے نزدیک مرد صالح تھا، مولانا عبیداللہ سندھی اور شاہی مسجد لاہور کے سابق امام مولوی شہاب الدین صاحب کے بارے میں کیا خیال ہے جو مرزا قادیانی کی وفات کے بعد اس کے جانشین اول حکیم نوردین سے ملاقات کرنے (افادات وملفوظات مولانا عبیداللہ سندھی مرتبہ محمد سرور، طبع لاہور، ص ۳۴ اور ۱۲۷) اس سے علوم قرآن پڑھنے کے لئے قادیان گئے اور وہاں ایک عرصہ تک مقیم رہے۔اور یہ اس وقت کی بات ہے جب مرزا قادیانی اور مرزائی تمام مکاتیب فکر کی جانب سے کافر قرار دے چکے تھے۔،خود مولانا گنگوہی صاحب اپنی سابقہ رائے (کہ مرزا مرد صالح ہے) سے رجوع کر کے اسے کافر قرار دے چکے تھے۔ چہ خواہی گفت قربانت شوم۔

مولوی عبدالحق بشیر نے یہ مسئلہ بھی اٹھایا ہے کہ مولانا ثناءاللہ امرتسری نے مرزائی عورت سے مسلمان مرد کے نکاح کو کیوں جائز قرار دیا تھا۔،ہم نے اس موضوع پر اس مضمون کی قسط نمبر ۲۸ میں گزارشات پیش کی ہیں، وہاں ملاحظہ فرمالی جائیں۔

مولوی عبدالحق بشیر صاحب نے اپنی کتاب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مولانا محمد حسین بٹالوی نے تکفیر قادیانی سے رجوع کر لیا تھا۔،ہم نے اس موضوع پر اپنے اس مضمون میں متعدد مقامات پر گزارشات پیش کی ہیں، قارئین نے یقیناً پڑھی ہوں گی، اگر کسی دوست نے فرمائش کی تو ان کو اکٹھا کر کے ایک جگہ کر دیا جائے گا، بطور نمونہ قسط نمبر ۱۴ کا آخر اور قسط ۱۷ ملاحظہ فرمالی جائیں۔

مولوی عبدالحق بشیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرزا غلام احمد اور اس کے اہل خانہ کی دعوت فرمائی تھی اور یہ واقعہ بشیر صاحب نے تاریخ احمدیت کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ۱۸۸۷ء کا ہے۔

،ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیوں کے قطب الارشاد نے ۱۸۸۴ء میں مرزا غلام احمد کو مرد صالح قرار دیا تھا اور اپنی اس رائے کے خلاف پہلی بار ان کا موقف ۱۸۹۱ء میں سامنے آیا، جب انہوں نے مولانا محمد حسین بٹالوی کے استفتا کے جواب میں سید نذیر حسین محدث کے فتوی کی تائید کر کے مرزا کے کفر کا اعلان کیا تھا۔یعنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۸۸۴ء سے لے کر ۱۸۹۱ء تک مرزا غلام احمد جناب مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کے نزدیک مرد صالح تھا، اور گنگوہی صاحب اپنے وقت میں دیوبندیوں کے امام تھے، ان کے سامنے نہ کسی کا چراغ جل سکتا تھا اور نہ ان کی رائے کے خلاف کسی دوسرے کی رائے کو زیادہ وقیع سمجھا جاتا تھا۔ مولانا محمد حسین بٹالوی نے ۱۸۸۷ء میں مولانا گنگوہی صاحب (اور ان کے اتباع میں دیوبندیوں) کے مرد صالح کی دعوت کی تھی، کسی کافر کی نہیں۔ دیوبندی اس قدر افزائی پر شکر گزار ہونے کے بجائے سیخ پا ہو رہے ہیں۔ اعتراض کرنا ہے تو مولانا گنگوہی پر کیجئے، گھر کی بات گھر میں رکھئے، اپنے پیٹ پر سے کپڑا اٹھا کر اپنا ننگ ظاہر مت کیجئے۔

اہل حدیث حضرات پر حجتیں قائم کرنے کے لئے مولوی عبدالحق بشیر صاحب نے مرزائیوں کی کتاب تاریخ احمدیت سے بہت سے حوالے دیئے ہیں، آئینہ دکھانے کی غرض سے ہم بھی تاریخ احمدیت سے ایک اقتباس پیش کئے دیتے ہیں۔

لکھا ہے کہ قادیانیوں کے مرزا محمود احمد بن مرزا غلام احمد ایک قادیانی وفد کے ساتھ: ۲۵ اپریل ۱۹۱۲ء کو دارالعلوم دیوبند دیکھنے کے لئے گئے، جمیعۃ الانصار کے سیکرٹری مولوی عبیداللہ صاحب سندھی کے ذریعہ سے دیوبند کے مہتمم مولوی محمود الحسن صاحب، مولوی بشیر احمد صاحب اور دوسرے بزرگ علماء سے ملاقات ہوئی اور مدرسہ کا معائنہ کرنے اور مدرسہ کے متعلق تمام ضروری معلومات حاصل کرنے کا موقعہ ملا، ناظم مدرسہ (مولوی محمد احمد صاحب، خلاف الرشید حضرت مولانا محمد قاسم صاحب) بے حد اخلاق و مروت سے پیش آئے، اس طرح مولوی بشیر احمد صاحب بھی... دیوبند کی عظیم اسلامی درسگاہ دیکھنے کے بعد اپنے ساتھیوں سمیت سہارنپور تشریف لے گئے اور مشہور مدرسہ مظہر العلوم کا معائنہ کیا، مولوی عنائت علی صاحب مہتمم مدرسہ جو ایک خوش اخلاق بزرگ تھے، آخر تک ساتھ رہے۔ (تاریخ احمدیت جلد ۴ ص ۴۲۱۔۴۲۲)۔

قارئین! مولوی محمد حسین بٹالوی نے مرزا صاحب کو اپنے گھر میں اس وقت خوش آمدید کہا جب وہ بقول مولانا رشید احمد گنگوہی مرد صالح تھا، مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا محمود احمد اور اس کے مرزائی وفد کو دیوبند میں اس وقت خوش آمدید کہا گیا اور شیخ الہند نے امام انقلاب کے کہنے پر اس وقت اسے شرف بازیابی بخشا اور مولانا قاسم نانوتوی کے فرزند ارجمند مولانا محمد احمد نے اس کے ساتھ اس وقت اخلاق و مروت کا سلوک کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب مرزا، مرزائیوں اور مرزا کے صاحبزادے کا کفر طشت از بام ہو چکا تھا، خود گنگوہی صاحب بھی ان کے کفر کا فتوی دے چکے تھے اور دیگر علماء دیوبند بھی مرزا کے کفر پر عمومی اتفاق کر چکے تھے۔ اگر ۱۸۸۷ء کے مرد صالح کو گھر میں خوش آمدید کہنا جرم ہے تو ۱۹۱۲ء کے ثابت شدہ کافروں کو اپنی مرکزی درس گاہ، جسے قاری طیب صاحب الہامی مدرسہ کہتے ہیں، الرشید دیوبند نمبر ص) میں خوش آمدید کہنا، معائنہ کرانا اور وہاں باریابی عطا کرنا کیسا ہے؟

مولوی عبدالحق بشیر صاحب نے ایک اعتراض یہ کیا ہے کہ مولوی عنائت اللہ اثری نے جامع مسجد اقصی ربوہ میں ۱۹۵۰ء کی دہائی میں نماز تراویح پڑھانے کی پیش کش کی تھی اور اس ضمن میں مولانا اثری کی کتاب الجسر البلیغ کا حوالہ دیا ہے، ہم نے بزرگوں سے سنا تھا کہ آدھا علم سوال میں ہوتا ہے، یعنی آدھا علم نہ ہو تو سوال بے ڈھب ہو کر رہ جاتا ہے۔ مولوی عبدالحق بشیر صاحب نے یہ اعتراض آدھے علم کے بغیر ہی کر دیا ہے کیونکہ مولوی عنائت اللہ صاحب نے تراویح پڑھانے کی پیش کش ربوہ میں نہیں بلکہ قادیان میں کی تھی، قیام پاکستان کے بعد نہیں بلکہ اس سے بہت عرصہ پہلے ۱۹۱۴ء میں کی تھی جب کہ وہ ایک مبتدی طالب علم تھے، کوئی معروف اہل علم نہیں تھے اور جب انہیں مرزا محمود احمد نے بتایا کہ وہ انہیں کافر سمجھتے ہیں تو انہوں نے فوراً اپنی غلطی کو تسلیم کر کے آئندہ ایسی بات نہ کرنے کا عہد کر لیا۔ بہر صورت یہ ایک نوخیز مبتدی طالب علم کا کام تھا جو کسی جماعت پر حجت نہیں ہو سکتا اور ہم اس موضوع پر تفصیلی گزارشات اپنے اس مضمون کی قسط نمبر ۲۶ میں کر چکے ہیں۔

اور مولوی بشیر صاحب کتاب کے صفحہ ۳۷ سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے، لکھتے ہیں:

مرزا قادیانی کی ابتدائی سرگرمیاں عیسائیت اور آریہ سماج کے خلاف تھیں، جن کی وجہ سے اسے مسلمانوں میں کافی شہرت حاصل ہوگئی، دیگر علماء امت حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی... وغیرہ علماء حق نے عیسائیت و آریہ سماج کا قلع قمع کر کے اسلام کی حقانیت کا ڈنکا بجایا، علماء حق اس جدوجہد میں مرزا غلام احمد قادیانی بھی شریک ہوگئے، دیگر علماء امت کے علاوہ مرزا قادیانی کی مناظرانہ جدوجہد کو بھی اسلامی اور علمی حلقوں میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عیسائیت کی اس بیخ کنی کو دیکھ کر فرنگی سامراج نے ان علماء حق کے ایمان اور ضمیر کا سودا کرنا چاہا، تاکہ عیسائیت کے خلاف ان کی قلمی ولسانی جدوجہد اور کوشش کو روک کر عیسائی مشنری کے لئے تبلیغ کا راستہ ہموار کیا جاسکے، لیکن انگریزی اقتدار ان علماء حق کے ایمان وضمیر کو خریدنے میں کامیاب نہ ہوسکا، بلکہ اسے بری طرح ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور یہ علماء حق اپنی تبلیغی کوششوں کے ساتھ ۱۸۵۷ء کی جدوجہد آزادی میں بھی عملی طور پر کود پڑے۔

یہ تحریر بتارہی ہے کہ ء سے قبل مولانا قاسم نانوتوی وغیرہ علماء عیسائیت اور آریہ سماج کے خلاف تحریر و تقریر اور مناظروں مباحثوں کی صورت میں مصروف کار تھے اور ان کے ساتھ مرزا غلام احمد صاحب بھی انہی سرگرمیوں میں شریک ہوگئے جس کی وجہ سے اسے مسلمانوں میں قدر ومنزلت حاصل ہوگئی اور ان علماء کی سرگرمیاں اتنی موثر تھیں کہ عیسائیت وآریہ سماج کا قلع قمع ہوگیا جس سے پریشان ہوکر انگریزوں نے علماء کو خریدنے کی کوشش کی جس کے جواب میں یہ علماء الثاء ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی میں شامل ہوگئے۔

ہم مولوی عبدالحق بشیر صاحب سے عرض کرتے ہیں کہ وہ مولانا محمد قاسم نانوتوی کے کسی ایک مناظرے یا مباحثے کی نشاندہی کردیں جو انہوں نے ۱۸۵۷ء سے قبل عیسائیت اور آریہ سماج سے کیا ہو، یا مولانا قاسم کی کسی ایک تحریر کا پتہ بتادیں جو انہوں نے ۱۸۵۷ء سے قبل آریہ اور عیسائیوں کے خلاف لکھی ہو۔ ہم ممنون ہوں گے۔

جہاں تک ہمیں معلوم ہوسکا ہے مولانا محمد قاسم نانوتوی یا مرزا غلام احمد کی عیسائیوں اور آریہ کے خلاف کوئی سرگرمی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے پہلے کی نہیں ہے، انہوں نے اس میدان میں جو کچھ کیا ہے وہ اس کے بعد کا ہے۔ جو واقعات ۱۸۵۷ء کے بعد کے ہیں وہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے پہلے کے عرصہ میں ڈال دینا کم نگاہی اور تاریخ کے شعور سے تہی دامنی کا ثبوت ہیں۔ اور ہمیں افسوس ہے کہ علماء دیوبند میں تحقیق و تصنیف کی سطح اس قدر گر چکی ہے کہ تحریک ختم نبوت کی تاریخ سے متعلقہ عنوانات پر لکھنے کے لئے میدان میں ایسے لوگوں کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے جنہیں تاریخ کا شعور ہی نہیں ہے، جنہیں یہ تک معلوم نہیں کہ جن سرگرمیوں کے باعث مولانا قاسم وغیرہ علماء کو خریدنے کی کوشش ہوئی ہوگی اور جس کوشش کے نتیجے میں وہ بقول مولوی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بشیر صاحب ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شامل ہوئے وہ سرگرمیاں تو ۱۸۵۷ء تک هل اتی علی الانسان حین من الدهر لم یکن شیئا مذکورا کے زمرے میں تھیں۔

مولوی عبدالحق بشیر صاحب نے اپنی کتاب کا ایک حصہ (۱۲ صفحات) اس بات کو ثابت کرنے کے لئے صرف کر دیا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی دعوی نبوت سے قبل حنفی المسلک نہیں بلکہ غیر مقلد تھے، ہم اس موضوع پر اپنے اس مضمون کی قسط ۷ اور ۲۴ میں گزارشات کر چکے تھے۔ وہاں ملاحظہ فرمالی جائیں۔

مولوی عبدالحق بشیر صاحب نے کچھ غیر متعلقہ باتیں بھی چھیڑی ہیں اور اپنے اکابرین کو استعمار دشمن اور اہل حدیث جماعت کو انگریزوں کی ایجنٹ قرار دیا ہے جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

> علماء دیوبند کا عظیم کارنامہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے ایمان کو ان فرنگی لٹیروں اور اس کے حاشیہ برداروں (غیر مقلدوں) سے بچانے کے لئے باقاعدہ علمی جدوجہد کی۔ تمام جید علماء ہند اور علماء حجاز کی طرف سے یہ فتوی مشترکہ طور پر جاری ہوا کہ مساجد کے اندر فساد کرنے والے ان فسادی لوگوں (غیر مقلدین) کا داخلہ اہل سنت والجماعت کی مساجد میں بند کر دیا جائے، کیونکہ یہ انگریز ایجنٹ ہیں، علماء ہند اور علماء حجاز کا یہ فتوی پہلے انتظام المساجد کے نام سے اور دوسری بار جامع الشواہد کے نام سے شائع ہوا۔ (ص ۱۳)

یاد رہے کہ فتوی ۱۸۸۳ء میں دیا گیا اور لدھیانہ کے مولوی محمد صاحب نے پٹنہ جا کر شائع کیا تھا۔ اور یہ وہ دور ہے جب صادقپور پٹنہ کے وہابی اور مولانا جعفر تھانیسری عمر قید (۱۸ سال) کی سزا کاٹ کر کالا پانی سے پیرول پر رہا ہو کر آئے تھے، ان لوگوں پر معاشرے میں عرصہ حیات تنگ کرنے کے لئے جن لوگوں نے ومن اظلم ممن منع مساجدالله ان یذکر فیها اسمه کا مصداق بنتے ہوئے فتوے دیئے تھے غور کرنے کے قابل بات یہ ہے کہ انگریزوں کے ایجنٹ وہ تھے، یا انگریزی جیلوں سے قید کاٹ کر پیرول پر رہا ہو کر آنے والے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوئی ہمیں بتائے کہ کیا کوئی حکومت اپنے ایجنٹوں کو پھانسیاں دیا کرتی ہے؟

کیا کوئی حکومت اپنے ایجنٹوں کو عمر قید کی سزائیں دیا کرتی ہے؟

کیا کوئی حکومت اپنے ایجنٹوں پر بغاوت کے مقدمات قائم کیا کرتی ہے؟

کیا کوئی حکومت اپنے ہی ایجنٹوں کو تشدد اور تھانوں میں مار پیٹ کا نشانہ بنایا کرتی ہے؟

کیا کوئی حکومت اپنے ایجنٹوں کے گھروں کی بنیادوں میں ہل چلا کر ان کے بیوی بچوں کو در بدر کیا کرتی ہے؟

یہ سارے کام انگریزوں نے ان لوگوں کے خلاف کئے تھے جنہیں مولوی عبدالحق بشیر صاحب انگریزوں کا ایجنٹ قرار دے رہے ہیں۔، اگر واقعتاً اہل حدیث انگریزوں کے ایجنٹ اور دیوبندیوں کے اکابرین انگریزوں کے خلاف مصروف عمل تھے تو بتایا جائے اگر ۱۸۶۷ء سے انیسویں صدی کے آخری سال تک کسی دیوبندی عالم نے کالا پانی کی سزا کاٹی ہو، کسی کی جائیداد ضبط ہوئی ہو، کسی نے میدان جہاد میں جا کر اس سارے عرصہ میں قتال بالسیف کیا ہو۔،

چلیں اتنا ہی بتا دیں کہ ۱۸۶۷ء سے ۱۹۰۰ء کے عرصہ میں کسی ایک دیوبندی عالم نے انگریزوں کے خلاف کسی بھی قسم کی تحریک یا سرگرمی میں حصہ لیا ہو۔، ہم نے ۱۸۶۷ء کی بات اس لئے کی ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا قیام اس سال عمل میں آیا تھا اور دیوبندی اس کے بعد ہی وجود میں آئے تھے، اسلئے کہ ماں سے پہلے بیٹے کا وجود تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔، ہاں اگر بانیان دارالعلوم دیوبند کو بھی دیوبندیوں میں شامل کرنا چاہیں تو ہم پوچھیں گے کہ چلو مولانا قاسم نانا توی، مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد یعقوب نانا توی کی کوئی ایسی سیاسی یا جہادی سرگرمی بتا دی جائے جو انہوں نے اس عرصہ (۱۸۶۷ء سے ۱۹۰۰ء) میں دکھائی ہو۔، ہمیں جناب قمر احمد عثمانی دیوبندی کی یہ تحریر قارئین کے سامنے رکھ کر اس بات کو ختم کرنا ہے کہ

> حضرت نانوتوی (قاسم) اس واقعہ ۱۸۵۷ء کے بعد تقریباً ۲۴ سال تک بقید حیات رہے اور حضرت مولانا رشید احمد تو اس ہنگامہ کے پچاس سال بعد تک بقید حیات رہے مگر ان دونوں حضرات کی کسی ملکی اور سیاسی تحریک میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرکت کرنا ثابت نہیں ہوتا ۔ (تذکرۃ الظفر ۱۹۷۷ء ، کمالیہ ص ۳۴۱)

مولوی عبدالحق بشیر صاحب کے متعلق بتایا گیا ہے کہ انہیں برصغیر کی تاریخ پر عبور حاصل ہے، ہم ان سے درخواست کرتے ہیں کہ ۱۸۶۷ء سے ۱۹۰۰ء کے ۳۳ برسوں میں دیوبندیوں کی ان سرگرمیوں کا پتہ بتائیں جو فرنگی سامراج کے خلاف تھیں، ان مقدمات کا بتائیں جو اس عرصہ میں کسی دیوبندی پر بغاوت کے الزام میں قائم کئے گئے ۔ وہ ان زخموں کی نشان دہی فرمائیں جو راہ حق میں چلنے پر کسی دیوبندی مجاہد آزادی کو اس عرصہ میں لگے، وہ ان جائیدادوں کی نشان دہی فرمائیں جو ۱۸۶۷ء سے ۱۹۰۰ء کے عرصہ میں انگریزوں نے بجرم بغاوت یا دیگر ناپسندیدہ سرگرمیوں کے باعث دیوبندیوں سے ضبط کیں، وہ ان دیوبندی شہداء آزادی کے نام بتائیں جو اس عرصہ میں انگریزوں کے خلاف لڑتے ہوئے درجہ شہادت پر فائز ہوئے،

یاددہانی کے لئے عرض ہے کہ اس طرح کے سوالات کئی سال قبل آپ سے حکیم محمود صاحب بن مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم (گوجرانوالہ) نے کئے تھے، ہماری نظر سے ان کے جوابات نہیں گزرے، اگر آپ نے جوابات دے دیئے ہیں تو اس کی بھی وضاحت فرما دیجئے ۔

ہاں اگر تحریک آزادی میں ان لوگوں کی سرگرمیاں کا ایک ہلکا سا عکس دیکھنا ہو جنہیں مولوی بشیر صاحب نے اپنی کتاب میں انگریزوں کے ایجنٹ کہا ہے تو ہمارے اس مضمون کی قسط نمبر ۳۷ ملاحظہ فرمالیں اور اپنی صحیح تصویر دیکھنا مقصود ہو تو قسط نمبر ۳۳ کا مطالعہ فائدہ مند ہوگا ۔

ہماری جوابی گزارشات میں مولوی عبدالحق بشیر کو کچھ تلخی محسوس ہو تو ہم یہ کہتے ہوئے ان سے معذرت چاہیں گے:

یہ جو ہلکا ہلکا سرور ہے، یہ تیری نظر کا قصور ہے

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرزا قادیانی کا سال ولادت

(۴۶)

ایک اہل علم دوست (شیر خان جمیل احمد) کی نوازش سے بدر قادیان کا وہ شمارہ دیکھنے کو ملا جو مسیح موعود نمبر کے طور پر دسمبر ۱۹۹۵ء میں شائع ہوا تھا۔ یہ شمارہ سرورق کے علاوہ ۱۳۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں مرزا غلام احمد کے عقائد ونظریات پر بہت سے معلوماتی مضامین ہیں۔ سرورق پر مرزا غلام احمد قادیانی کی تصویر ہے اور اس کے نیچے ان کا سال ولادت ۱۸۳۵ء اور سال وفات ۱۹۰۸ء درج ہے۔ اسے دیکھ کر ہم نے سوچا کہ آج کی نشست میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے سال ولادت اور ان کی عمر کی بحث ہو جائے تا کہ بدر کے مدیروں پر واضح ہو جائے کہ انہوں نے جو مواد اس شمارے میں شائع کیا ہے اس کی علمی حیثیت کیا ہے۔

سال ولادت کے سلسلہ میں مرزا صاحب اور مرزائی باہم دست بگریبان ہیں، مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں کہ وہ ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے اور آج کے مرزائی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب غلطی پر ہیں کیونکہ وہ ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوئے تھے، جیسا کہ ہفت روزہ بدر قادیان کے علاوہ عزیز احمد چوہدری کی انگریزی کتاب مسیح موعود اور مہدی مطبوعہ ۱۹۹۶ء ٹلفورڈ سرے کے صفحہ ۱۱ پر بھی مرزا صاحب کا سال ولادت ۱۸۳۵ء درج کیا گیا ہے۔ سال ولادت کے اس تنازعے کے دونوں فریق سچے نہیں ہو سکتے کہ یہ ممکن نہیں کہ مرزا صاحب ایک مرتبہ ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوئے ہوں اور ایک مرتبہ ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں۔ اس تنازعے، میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا، اس کا فیصلہ مرزائی حضرات خود ہی کر لیں۔ اگر وہ خود کو سچا قرار دے لیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مرزا غلام احمد جھوٹے ہیں اور اگر کسی غلط فہمی کے باعث مرزا صاحب نے اپنا سال ولادت غلط لکھ دیا تھا تو یہ اس بات کی شہادت ہے کہ مرزا صاحب کو وحی الٰہی کی رہنمائی حاصل نہیں تھی، ورنہ غلطی کی اصلاح کروا دی جاتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر مرزا صاحب اپنا سال ولادت بتانے میں سچے ہیں تو اس کی زد ان پیش گوئیوں پر پڑتی ہے جو انہوں نے اپنی عمر کے بارے میں کی ہوئی تھیں کہ ان کی عمر ۷۴ سال سے اوپر ہوگی۔ کیونکہ ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ان کی ولادت اور ۱۹۰۸ء میں وفات ہونے پر ان کی کل عمر ۶۸ یا ۶۹ سال بنتی ہے یعنی مرزا صاحب کا کذب ثابت ہو جاتا ہے۔ اگر سال ولادت کے تنازعے میں مرزائیوں کی بات کو درست سمجھ لیا جائے تو مرزا صاحب کی بد قسمتی کا ماتم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا کہ خود ان کی امت کے لوگ انہیں سامنے بٹھا کر (یعنی بدر قادیان کے سرورق پر ان کی تصویر کے نیچے لکھ کر) کہتے ہیں کہ قبلہ آپ جھوٹ فرما رہے ہیں، ہم نے آپ کے کذب کا سراغ لگا لیا ہے۔ آپ تو کہتے ہیں کہ ۱۸۳۶ء اور ۱۸۳۷ء میں آپ مادر شکم میں بھی نہیں تھے، جبکہ ہم نے آپ کو ان سالوں میں بجسد عنصری اپنی والدہ کا دودھ پیتے ہوئے اور اپنے والد کی انگلی پکڑ کر چلنے کی مشق کرتے ہوئے دیکھا ہوا ہے۔

ان تمہیدی گزارشات کے بعد سنیئے وہ پیش گوئیاں جن میں مرزا صاحب نے اپنی عمر کا ذکر کیا ہے، مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتے ہیں:

> حضرت مسیح موعود کو الہام الٰہی میں یہ بتایا گیا تھا کہ آپ کی عمر اسّی (۸۰) برس یا اس سے پانچ چار کم یا پانچ چار زیادہ ہوگی۔
>
> (حقیقۃ الوحی ص ۹۶، سیرت المہدی جلد ۳ ص ۷۶)

اور مرزا غلام احمد صاحب اپنی کتاب ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم میں صفحہ ۹۷ پر یوں رقم طراز ہیں:

> اور جو ظاہر الفاظ وحی کے وعدے کے متعلق ہیں وہ تو چوہتر اور چھیاسی کے اندر اندر عمر کی تعین کرتے ہیں۔
>
> (منقول از محمدیہ پاکٹ بک ص ۱۰۷ طبع ششم لاہور)۔

مواہب الرحمان میں مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

> وموت ما خواستند و در آن پیش گوئی کردند پس خدائے ما ما را بشارت ہشتاد سال داد بلکہ شائد ازیں زیادہ (منقول از محمدیہ پاکٹ بک، طبع ششم لاہور ص ۱۰۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ خدا نے مجھے بشارت دی کہ میری عمر ۸۰ سال بلکہ شائد اس سے بھی زیادہ ہوگی۔

ایک دوسری جگہ مرزا صاحب قادیانی رقم طراز ہیں:

یہ عاجز اپنی عمر کے چالیسویں برس میں دعوت حق کے لئے بالہام خاص مامور کیا گیا اور بشارت دی گئی کہ ۸۰ برس یا اس کے قریب تیری عمر ہے، سو اس الہام سے چالیس برس کامل گذر بھی گئے۔

(شہادۃ الملھمین طبع ۲ صفحہ ۱، منقول از محمدیہ پاکٹ بک ص۔۱۰۴)

یہ تحریر ماہ جون ۱۸۹۲ء کی ہے، جیسا کہ اس رسالہ شہادۃ الملھمین کے سرورق کے صفحہ اندرونی پر تحریر ثبت ہے، اب ۱۸۹۲ء میں تیس جمع کریں تو ۱۹۲۲ بنتے ہیں، یعنی انہیں ۱۹۲۲ء تک زندہ رہنا چاہیئے تھا۔

ایک دوسری جگہ مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

چھتیسویں پیش گوئی یہ ہے جیسا کہ میں ازالہ اوہام میں لکھ چکا ہوں، خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی کہ تیری عمر ۸۰ برس یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ ہوگی اور یہ الہام تقریباً بیس یا بائیس برس کے عرصہ کا ہے، جس سے بہت لوگوں کو اطلاع دی گئی اور ازالہ اوہام میں درج ہو کر شائع ہو گیا۔

(سراج منیر۔ص ۷۹ روحانی خزائن جلد ۱۲ ص ۸۱)

یاد رہے کہ سراج منیر ۱۸۹۷ء کی تصنیف ہے۔

تریاق القوب کے صفحہ ۱۳ کے حاشیے پر مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں

خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ میری پیش گوئی سے صرف اس زمانہ کے لوگ ہی فائدہ نہ اٹھائیں بلکہ بعض پیش گوئیاں ایسی ہوں کہ آئندہ زمانہ کے لوگوں کے لئے عظیم الشان نشان ہوں، جیسا کہ براہین احمدیہ وغیرہ میں یہ پیش گوئیاں کہ میں ۸۰ برس یا چند سال زیادہ یا اس سے کچھ کم عمر دوں گا۔

تحفہ ندوہ میں مرزا صاحب قادیانی نے لکھا ہے۔

میرے لئے بھی ۸۰ برس کی زندگی کی پیش گوئی ہے

(رسالہ تحفہ ندوہ ص ۲ مشمولہ روحانی خزائن جلد ۱۹ بر صفحہ ۹۳)

اور یہ تحریر ۲۔اکتوبر ۱۹۰۲ء کی تحریر ہے۔(دیکھئے تحفہ ندوہ ص ۱)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنی کتاب اربعین نمبر۴ میں جو۱۹۰۰ کی تحریر ہے مرزا صاحب فرماتے ہیں:

میری اسّی (۸۰) برس کی عمر ہوگی (روحانی خزائن جلد۱۷ص۴۷۱)

ایک دوسری جگہ مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں :

خدا نے مجھے وعدہ دیا کہ میں اسی (۸۰) برس یا دو تین برس کم یا زیادہ تیری عمر دوں گا تا کہ لوگ کمی عمر سے کاذب ہونے کا نتیجہ نہ نکال سکیں۔

(روحانی خزائن جلد۱۷(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ)ص۴۴)

ایک جگہ مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

مجھے رؤیا ہوئی کہ میں ایک قبر پر بیٹھا ہوں، صاحب قبر میرے سامنے بیٹھا ہے، میرے دل میں آیا کہ آج بہت سی دعائیں مانگ لوں اور یہ شخص آمین کہتا جاوے۔، میں نے دعا مانگنی شروع کیں اور ہر ایک دعا پر وہ شخص بڑی شرح صدر سے آمین کہتا تھا۔، خیال آیا یہ بھی دعا مانگ لوں کہ میری عمر پچانوے سال ہو جاوے۔، میں نے دعا کی، اس نے آمین نہ کہی۔، میں نے وجہ پوچھی وہ خاموش رہا۔، پھر میں نے اس سے سخت تکرار اور اصرار شروع کیا، یہاں تک کہ اس سے ہاتھا پائی کرتا تھا۔، بہت عرصہ کے بعد اس نے کہا اچھا دعا کرو میں آمین کہوں گا۔، چنانچہ میں نے دعا کی کہ الٰہی میری عمر۔۔۔ برس کی ہو جاوے۔، اس نے آمین کہی۔، میں نے اس سے کہا کہ ہر ایک دعا پر تو شرح صدر سے آمین کہتا تھا، اس دعا پر کیا ہو گیا۔، اس نے ایک دفتر عذروں کا بیان کیا۔، مفہوم بعض کا یہ تھا کہ جب ہم کسی امر کی نسبت آمین کہتے ہیں تو ہماری ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے۔

(مکاشفات مرتبہ منظور الٰہی قادیانی، ص۳۴ ،منقول از محمدیہ پاکٹ بک، طبع ششم، لاہور ص۹۳)

اور مرزا صاحب کا خود اپنے متعلق دعویٰ ہے کہ خدا نے ان کی دعائیں قبول کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے، جیسا کہ وہ اپنا الہام یوں بیان کرتے ہیں:

اجیب کل دعائك الا فی شر کائك یعنی (اے مرزا) تیری سب دعائیں قبول کروں گا مگر شرکاء کے بارہ میں نہیں۔ (روحانی خزائن ص۲۵۴ جلد۲۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوراس رؤیا میں نہ صرف مرزا صاحب دعا فرما رہے ہیں بلکہ ایک ایسا شخص اس پر آمین کہہ رہا ہے جو آمین کہہ دینے کے بعد دعا کی قبولیت کی ذمہ داری بھی اٹھاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دعا لازماً قبول ہوئی ہوگی اور مرزا صاحب کی عمر ۹۵ سال ہونا چاہیے۔

اس کے بعد پانچ سال کا اور اضافہ کرلیا جائے۔ یہ پانچ سال ایک مرید نے انہیں دیئے تھے۔ جیسا کہ ازالہ اوہام صفحہ ۳۸۹ طبع دوم پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اس جگہ اخویم مولوی مروان علی بھی ذکر کے لائق ہیں، مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے سچے دل سے پانچ برس اپنی عمر سے آپ کے نام لگا دیئے، خدا ایثار کی جزا ان کو یہ بخشے کہ ان کی عمر دراز کرے۔

درج بالا حوالہ جات کی رو سے مرزا صاحب کے درج ذیل دعاوی سامنے آتے ہیں: ان کی عمر اور سال کے اندر ہوگی۔ عمر ۸۰ سال ہوگی۔ عمر ۸۰ سال یا اس سے زائد ہوگی۔ عمر ۹۵ سال ہوگی۔ کسی کے ایثار کے پانچ سالوں کا اضافہ کر کے عمر ۱۰۰ سال بن جائے گی۔

اب سنیئے مرزا صاحب کے امتی ان کی عمر کے بارے میں کیا کہتے ہیں:

مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے کہ اس کے والد مرزا غلام احمد کی تاریخ پیدائش اور عمر بوقت وفات کا سوال ایک عرصہ سے زیر غور چلا آتا ہے... بعض اندازوں کے لحاظ سے آپ کی پیدائش کا سال ۱۸۴۰ بنتا ہے اور بعض کے لحاظ سے ۱۸۳۱ء تک پہنچتا ہے اور اسی لئے یہ سوال ابھی تک زیر بحث چلا آیا ہے کہ صحیح تاریخ پیدائش کیا ہے۔، میں نے اس معاملہ میں کئی جہت سے غور کیا ہے.. اب بعض حوالے اور بعض روایات ایسی ملی ہیں جن سے معین تاریخ کا پتہ لگ گیا ہے جو بروز جمعہ ۱۴ شوال ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء ہے۔ (سیرۃ المھدی جلد ۳ ص ۷۴ منقول از ثبوت حاضر ہیں۔ محمد متین خالد ص ۵۵۳ طبع نومبر ۱۹۹۷ء ملتان)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی مرزا بشیر احمد کی تحقیق کے مطابق ان کے والد کی عمر ۷۳ سال دو ماہ تیرہ دن بنتی ہے اور لگتا ہے کہ اس تحقیق کو اختیار کر کے دوست محمد شاہد مورخ احمدیت لکھتا ہے:

وفات کے وقت حضور کی عمر سوا تہتر سال تھی، دن منگل کا تھا اور شمسی تاریخ مئی ۲۶ء تھی۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم ص ۵۴۹)

قارئین ! آپ کو خود ہی پتہ چل رہا ہوگا کہ نہ ۷۴ سے ۸۶ سال عمر والی پیش گوئی پوری ہوئی، نہ ۸۰ سال والی، نہ ۹۵ سال والی اور نہ ہی ۹۵ سال میں ۵ سال کے ایثار کے شامل کر کے ۱۰۰ سال والی پیش گوئی پوری ہوئی۔

حضرت یوسفؑ کی بریت کے لئے اللہ تعالی نے مدعیہ کے گھر سے یوسفؑ کی بے گناہی ثابت کرنے والا گواہ پیدا کر دیا تھا، ادھر مرزا صاحب کی تکذیب کے لئے اللہ نے خود اس کے اپنے بیٹے کو کھڑا کر دیا اور بیٹا بھی کسی مخالف کیمپ کا نہیں بلکہ اپنا فرمانبردار اور دعاوی کا ماننے والا، وہ کہتا ہے کہ ابا حضور آپ کی عمر سو سال نہیں، ۷۶ سال بھی نہیں بلکہ ۷۵ سال بھی نہیں ہوئی، ۷۴ سال بھی نہیں ہوئی، ساڑھے تہتر سال بھی نہیں ہوئی کہ کوئی مرزائی نصف سال کو راونڈ فیگر بنا کر ۷۴ سال نہ بنا لے اور یہ کہہ دے کہ پیش گوئی پوری ہوگئی۔ اللہ نے ایسا انتظام فرمایا کہ سوا تہتر بھی پورے نہ ہونے دیئے اور اس شخص کو آنا فانا ختم کر دیا جو موت سے چند گھنٹے قبل اچھا بھلا تھا شام کو سیر کے لئے گیا، مریدوں کے سامنے تقریر کی اور چل بسا، اگر وہ چند مہینے اور زندہ رہ جاتا تو پھر اگلے ۲۶ سال تک (سو سال کی عمر تک) میدان کھلا تھا، جب بھی مرتا، کوئی نہ کوئی پیش گوئی پوری ہو جاتی۔ ،اللہ جل شانہ نے ایسا انتظام کیا کہ خود بیٹا مان رہا ہے کہ عمر کے بارے میں پیش گوئی پوری نہیں ہوئی، سب جھوٹی نکلیں، یعنی یہ تمام پیش گوئیاں پکار اٹھی ہیں کہ مرزا صاحب دروغ گو ہیں اور اس کا فیصلہ خود اس کے بیٹے نے کر دیا ہے۔ ہمارے سامنے بدر قادیان کا جو مسیح موعود نمبر ہے اس کے آخری سرورق پر مرزا طاہر احمد صاحب کی ایک تصویر اور ان کا ایک چیلنج شائع ہوا ہے کہ مسیح کو اس صدی (بیسویں) کے اختتام سے پہلے آسمان سے اتار کر فی مولوی ایک کروڑ روپیہ انعام حاصل کرے اور فرماتے ہیں کہ آنے والا تو آ چکا ہے۔ ہم مرزا طاہر احمد صاحب سے التماس کرتے ہیں کہ وہ ذرا اس بات پر روشنی ڈالیں کہ ان کے دادے نے اپنی عمر کے بارے میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو الہامی پیش گوئیاں کی تھیں اور جو دعا کی تھی وہ پوری ہوئیں؟ مرزا غلام احمد مسیح موعود تھے یا نہیں؟ یہ باتیں بعد کی ہیں، پہلے انہیں ایک سچا انسان ثابت کرنا ضروری ہے کیونکہ ایک دروغ گو جو اللہ تعالی پر جھوٹ باندھتا ہے اسے مرتبہ مسیحیت پر فائز کیا جانا تو دور کی بات ہے اس مرتبے کے لئے وہ شارٹ لسٹ بھی نہیں ہوسکتا۔

مرزا طاہر احمد صاحب ایک امیر آدمی ہیں، ایک ایک کروڑ روپے کی تھیلیوں کی پیش کش کرتے ہیں، ہم اتنی استطاعت نہیں رکھتے، ہاں یہ وعدہ کرتے ہیں کہ ۸۰ سے پانچ چار کم یا پانچ چار زیادہ روپے صراط مستقیم کی طرف سے بطور انعام ان کی نذر کردیں گے اگر وہ ۷۴ سے ۸۶ کے اندر عمر والی پیش گوئی کا سچا ہونا ثابت کر دیں اور ہم ۹۵ روپے نذر کردیں گے اگر وہ یہ ثابت کردیں کہ ۹۵ سال عمر کے متعلق مرزا غلام احمد کی دعا قبول ہوگئی تھی۔

انہیں یہ بھی بتانا ہوگا کہ اگر ۹۵ سال والی دعا منظور نہیں ہوئی تو مرزا صاحب کے الہام، اجیب کل دعائك الا فی شرکائك کی کیا حیثیت ہے، یہ واقعتاً الہام تھا یا مرزا صاحب نے اللہ پر جھوٹ باندھا تھا۔، اگر واقعی الہام تھا تو مرزا صاحب کی یہ دعا قبول ہوکر ان کی عمر ۹۵ سال کیوں نہ ہوئی۔، اگر الہام نہیں تھا تو کیا خدا پر جھوٹ باندھنے والا شخص راست باز کہلا سکتا ہے؟ مسیح موعود ہونا تو بہت دور کی بات ہے۔

ہمارا یہ مودبانہ خطاب جناب مرزا طاہر احمد صاحب سے ہے، وہ چاہیں تو بنفس نفیس اور چاہیں تو اپنے نمائندے کے ذریعے جوب دے سکتے ہیں، لیکن جواب ان کی طرف سے ہونا چاہیے، کسی خود ساختہ نمائندے کی بات قابل توجہ نہ ہوسکے گی اور ہم چاہیں گے کہ مرزا طاہر احمد صاحب جب ان پیش گوئیوں کے سلسلے میں کوئی تحقیقاتی بورڈ قائم فرمائیں تو اس بورڈ کے سامنے ہماری درج ذیل گزارشات بھی رکھ دیں تاکہ ان کی روشنی میں جواب مرتب ہوکر سامنے آجائے، ہماری گزارشات یہ ہیں:

مرزا غلام احمد کے جانشین مولوی حکیم نورالدین صاحب نے مرزا صاحب کی پیدائش ۱۸۴۰ء بتائی ہے (رسالہ نورالدین ص ۱۷۱۔۱۷۱۔ منقول از شہادات مرزا مولانا ثناء اللہ امرتسری طبع ۱۹۲۳ء امرتسر ص ۱۵) ۔اس حساب سے وفات (۱۹۰۸ء) کے وقت مرزا غلام احمد صاحب کی عمر ۶۸ سال بنتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خود مرزا غلام احمد لکھتے ہیں:

اب میرے ذاتی سوانح یہ ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی ہے اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس کا یا سترہویں برس میں تھا اور ابھی ریش و برودت کا آغاز نہیں ہوا تھا۔

(کتاب البریۃ (حاشیہ) مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۱۱۷)

اس حساب سے مرزا صاحب قادیانی کی کل عمر ۶۸ یا ۶۹ سال ہوتی ہے۔

سیرۃ المھدی کے اس نسخہ کے صفحہ ۲۵۶ پر مرزا صاحب کا فرمان درج ہے جو مولانا عبداللہ معمار کے سامنے تھا کہ جب سلطان احمد (مرزا صاحب کا بڑا بیٹا) پیدا ہوا، اس وقت ہماری عمر صرف سولہ سال تھی۔ (محمد یہ پاکٹ طبع ششم لاہور ص ۱۰۶)

اور سیرۃ المھدی حصہ دوم ص ۱۵۰ (یہ نسخہ ہمارے سامنے ہے) پر مرزا بشیر لکھتے ہیں کہ سلطان احمد کی ولادت غالباً ۱۸۵۵ء یا ۱۸۵۶ء میں ہوئی،

اس لحاظ سے مرزا غلام احمد کی عمر بوقت وفات ۶۸ یا ۶۹ سال بنتی ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب ایک انگریز لیفٹیننٹ گورنر کے نام لکھی جانے والی درخواست میں رقم طراز ہیں:

میں ابتدائی عمر سے اس وقت جو تقریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں، اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں تا کہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہم دردی کی طرف پھیر دوں

(تبلیغ رسالت جلد ہفتم، مولفہ میر قاسم علی ص ۱۰۔ منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ۔ ناشر اہل حدیث اکیڈمی لاہور۔ ص ۵۳۲)

نیز یہ درخواست مجموعہ اشتہارات جلد سوم میں بھی موجود ہے۔ یہ درخواست ۲۴ فروری ۱۸۹۸ء کو لکھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گئی تھی اور اس کے مطابق مرزا صاحب کی عمر اس وقت ۶۰ سال قریباً تھی، مرزا غلام احمد صاحب اس کے دس سال بعد فوت ہوئے جس سے ان کی عمر بوقت وفات قریباً ۷۰ سال بنتی ہے۔

ایک اور جگہ مرزا غلام احمد لکھتے ہیں:

میں سچ کہتا ہوں کہ جب سلسلہ الہامات کا شروع ہوا تو اس زمانہ میں جوان تھا، اور ستر سال کے قریب عمر پہنچ گئی۔

(تتمہ حقیقت الوحی (روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۴۶۱)

اور تتمہ حقیقتہ الوحی پر تاریخ تصنیف ۷ اپریل ۱۹۰۷ء درج ہے،

(دیکھئے ص ۵۱۶ روحانی خزائن جلد ۲۲)۔

مرزا صاحب اس کتاب کے ایک سال بعد فوت ہوئے، گویا ان کی عمر بوقت وفات ۷۰ سال سے چند ماہ کم وبیش بنتی ہے اور اکہتر سال سے زائد قطعاً نہیں بنتی۔

مرزا بشیر احمد ایم اے قادیانی لکھتے ہیں کہ کتاب

پنجاب چیفس یعنی تذکرہ رؤساء پنجاب میں جسے اولاً گریفن نے زیر ہدایت پنجاب گورنمنٹ تالیف کرنا شروع کیا، اس میں ہمارے خاندان کے متعلق درج ذیل نوٹ ہے: اس جگہ یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ مرزا غلام احمد جو مرزا غلام مرتضی کا چھوٹا بیٹا تھا، ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوا تھا۔ (سیرۃ المھدی حصہ اول ص ۱۱۰۔۱۱۷۔ منقول از قومی ڈائجسٹ طبع جولائی ۱۹۸۸ء ص ۱۱۹)۔

اس روایت کی رو سے مرزا صاحب کی کل عمر ۶۹ سال بنتی ہے۔

ایک اور جگہ مرزا غلام احمد نے لکھا ہے:

میری عمر قریباً چونتیس یا پینتیس برس کی ہوگی جب حضرت والد صاحب کا انتقال ہوا، مجھے ایک خواب میں بتلایا گیا تھا کہ اب ان کے انتقال کا وقت قریب ہے، میں اس وقت لاہور میں تھا جب مجھے یہ خواب آیا تھا، تب میں جلدی سے قادیان پہنچا اور ان کو مرض زحیر میں مبتلا پایا لیکن یہ امید ہرگز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ تھی کہ وہ دوسرے دن میرے آنے سے فوت ہو جائیں گے، کیونکہ مرض کی شدت کم ہو گئی تھی اور وہ بڑے استقلال سے بیٹھے رہتے تھے۔، دوسرے دن شدت دوپہر کے وقت ہم سب عزیزان کی خدمت میں حاضر تھے کہ مرزا صاحب نے مہربانی سے مجھے فرمایا کہ اس وقت تم ذرہ آرام کرلو کیونکہ جون کا مہینہ تھا اور گرمی سخت پڑتی تھی، تھوڑی سی غنودگی ہو کر مجھے الہام ہوا والسماء و الطارق ،یعنی قسم ہے آسمان کی جو قضا وقدر کا مبداء ہے اور قسم ہے اس حادثہ کی جو آج آفتاب کے غروب کے بعد نازل ہوگا اور مجھے سمجھایا گیا کہ یہ الہام بطور عزا پرسی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور حادثہ یہ ہے کہ آج ہی تمہارا والد آفتاب کے غروب کے بعد فوت ہو جائے گا، سبحان اللہ، کیا شان خداوند عظیم ہے کہ ایک شخص جو اپنی عمر ضائع ہونے پر حسرت کرتا ہوا فوت ہوا ہے کہ اس کی وفات کو عزا پرسی کے طور بیاں فرماتا ہے۔ (روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۱۹۲)

ایک دوسری جگہ مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

میرے والد مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم کی وفات کا وقت جب قریب آیا اور صرف چند پہر باقی رہ گئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کی وفات سے بدترین الفاظ خبر دی، والسماء والطارق یعنی قسم ہے آسمان کی اور اس حادثہ کی جو آفتاب کے غروب کے بعد ظہور میں آوے گا، سو یہ پیش گوئی اس طرح پوری ہوئی کہ بعد غروب آفتاب میرے والد صاحب مرحوم نے وفات پائی۔ (نزول المسیح ص ۲۱۹ ،روحانی خزائن جلد ۱۸ ص ۵۸۵) ۔

اس کتاب میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ پیش گوئی ۲۰۔اگست ۱۸۷۵ء کو پوری ہوئی۔،اس روائت کو اوپر والی روائت سے ملا کر پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ والد کی وفات کے وقت یعنی ۱۸۷۵ء میں مرزا غلام احمد کی عمر ۳۴ یا ۳۵ برس تھی، اس کے بعد مرزا صاحب ۳۳ سال زندہ رہے اور اس طرح کل عمر ۶۷ یا ۶۸ سال بنتی ہے اور ان کا سال ولادت ۱۸۴۰ء یا ۱۸۴۱ء بنتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرزا بشیر احمد نے سیرۃ المھدی میں اپنے دادے کی تاریخ وفات ۱۸۷۶ء لکھی ہے۔،(دیکھو سیرۃ المھدی جلد۲ص ۱۵۰)۔،اوراس کا مطلب یہ ہوگا کہ ۱۸۷۶ء میں مرزا غلام احمد کی عمر ۳۴ یا ۳۵ سال تھی،اس حساب سے ان کا سال ولادت ۱۸۴۱ء یا ۱۸۴۲ء بنتا ہے اور بوقت وفات ان کی عمر ۶۶ یا ۶۷ سال بنتی ہے۔

ناظرین،کسی کے سال ولادت میں اختلاف ہونا زندگی موت کا مسئلہ نہیں ہے، بہت سی تاریخی شخصیات کے ساتھ یہ معاملہ ہے اور اسے محض علمی بحث سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں دیتا،لیکن مرزا غلام احمد صاحب کے سال ولادت کا تنازعہ چیزے دیگر ہے کیونکہ اس کے ساتھ ان کی صداقت کا ایک نشان وابستہ ہے،انہوں نے بقول خود وحی الٰہی کی رہنمائی کے تحت اپنی عمر کے متعلق پیش گوئیاں کی تھیں۔اب اگر ان کی عمر ان کے مطابق نہ ہو تو وہ جھوٹے شمار ہوتے ہیں۔،مرزا صاحب کو قدرت کے اس وار سے بچانے کے لئے مرزائیوں نے ان کی نئی تاریخ ولادت ایجاد کی تاکہ مرنے کے وقت ان کی عمر اتنی بن جائے کہ کوئی پیش گوئی درست قرار دی جاسکے۔،فطرت کی تعزیریں بہر حال بہت سخت ہوتی ہیں اور قدرت سے لڑنا کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔مرزائی حضرات اپنے ایک درد کا علاج کرتے ہوئے دوسرے درد کا شکار ہو گئے ہیں،خود اپنی زبان سے مرزا صاحب کو جھوٹا کہہ رہے ہیں اور شائد مرزا صاحب دنیا کی واحد شخصیت ہیں جن کے کذب پر ہر فرد بشر متفق ہو چکا ہے،یعنی مرزائیوں کے علاوہ دیگر مذاہب وادیان کے لوگ تو پہلے ہی مرزا صاحب کے جھوٹا کہتے تھے اب ان کے ماننے والے مرزائی بھی ان کے منہ پر ان کو جھوٹا کہہ رہے ہیں۔

ہفت روزہ بدر قادیان مسیح موعود نمبر کے ایک مضمون میں مرزا صاحب کی زندگی کے ایک حصے کے بارے میں چیلنج کرتے ہوئے لکھا ہے:

> احمدی،حضرت بانی جماعت احمدیہ کی صداقت اور سیرۃ طیبہ پر بات کرنے سے کبھی پیچھے نہیں ہٹتے مگر اس اصول پر کہ آپ کے دعویٰ سے پہلے کی زندگی پر بات ہوگی۔۱۸۳۵ء سے ۱۸۸۲ء تک کی ۴۷ سالہ زندگی میں اگر کوئی عیب ہو تو نکال دکھاؤ۔
>
> دعویٰ کے بعد تو دعویٰ کی مخالفت کے نتیجہ میں تمہاری آنکھیں پھر گئیں،تمہارے دیکھنے کا انداز بدل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گیا،اس لئے انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اگر سیرت کے موضوع پر بحث کرنا ہو تو دعوی سے قبل کی زندگی پر بات کیجئے

(از منیر احمد خادم، منقول از بدر قادیان ص ۵۸۔،۲۱۔۲۸ دسمبر ۱۹۹۵ء)

ہم منیر احمد صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ جس حصہ زندگی کی تم بات کرتے ہو پہلے اسے ثابت کرو، اسے سامنے تو لاؤ، میدان میں پیش کرو، مرزا صاحب تو کہتے ہیں کہ وہ ۱۸۳۵ء، ۱۸۳۶ء، ۱۸۳۷ء، ۱۸۳۸ء میں لم یکن شیئا مذکورا تھے، آپ اس لم یکن شیئا مذکورا کو سکروٹنی کے لئے پیش کرتے ہیں جس چیز کا وجود ہی نہیں اسے عرصہ امتحان میں کیسے پیش کیا جا سکتا ہے۔

اور آخر میں ہم منیر احمد صاحب سے پوچھتے ہیں کہ ۱۸۶۸ء میں مرزا غلام احمد نے مولانا محمد حسین بٹالوی سے کن مسائل پر مناظرہ کیا تھا؟ آپ کی یاد دہانی کے لئے ہم مرزا بشیر احمد کی تحریر پیش کئے دیتے ہیں، لکھا ہے:

ایک دفعہ قبل دعویٰ مسیحیت لوگوں نے حضرت مسیح موعود کو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے مقابلہ میں بعض حنفی اور وہابی مسائل کی بحث کے لئے بلایا اور ایک بڑا مجمع لوگوں کا اس کے سننے کے لئے جمع ہو گیا اور مولوی محمد حسین نے ایک تقریر کر کے لوگوں کے دلوں میں ایک جوش کی حالت پیدا کر دی اور وہ حضرت صاحب کا جواب سننے کے لئے ہمہ تن انتظار ہو گئے، مگر حضرت صاحب نے سامنے آنے پر صرف اس قدر کہا کہ اس وقت کی تقریر میں جو کچھ مولوی صاحب نے بیان کیا ہے اس میں مجھے کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی کہ جو قابل اعتراض ہو، اس لئے میں اس کے جواب میں کچھ نہیں کہنا چاہتا کیونکہ میرا مقصد خواہ مخواہ بحث کرنا نہیں بلکہ تحقیق حق کرنا ہے۔

(سیرۃ المھدی حصہ دوم۔ص ۹۱ طبع قادیان ۱۹۳۵ء)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مناظرہ حنفی وہابی مسائل پر تھا اور مولانا بٹالوی کی تقریر سن کر مرزا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صاحب کو معلوم ہو گیا کہ حق مولانا محمد حسین بٹالوی کے ساتھ ہے، ہم منیر صاحب سے پوچھتے ہیں کہ کیا تحقیق حق کے بعد مرزا صاحب نے ان مسائل میں مولانا بٹالوی کے عمل کے مطابق عمل شروع کر دیا تھا؟

اگر جوابات اثبات میں ہے تو بتایا جائے کہ وہ کون سے مسائل تھے جن میں مرزا صاحب نے اس مناظرے کے بعد تبدیلی کی؟ اور کیا آپ کو تسلیم ہے کہ ۱۸۶۸ء تک مرزا صاحب ان مسائل میں غلطی پر کاربند رہے؟ اگر جواب نفی میں ہے تو ایسے شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو جاننے کے باوجود حق پر عمل نہیں کرتا؟

مرزا غلام احمد نے تحفہ گولڑویہ میں لکھا تھا:

ایمان دار کے لئے صرف ایک آیت فلمّا توفیتنی اس بات پر کافی دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے۔ (روحانی خزائن جلد ۱۷ ص ۹۰)

منیر صاحب اور دیگر قادیانی بتائیں کہ ۱۸۹۰ء تک مرزا صاحب کا حضرت عیسیٰ کی حیات و مماۃ کے بارے میں کیا عقیدہ تھا؟ وہ خود ایک جگہ لکھتے ہیں کہ مسیحؑ دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ (براہین احمدیہ ص ۴۸۰۔۴۸۹)

اور انہوں نے خود کہا کہ وہ مسیح کو زندہ مانتے رہے ہیں۔، ایک شخص جو پیدائش سے ۱۸۹۰ء تک باقرار خود بے ایمان رہا (یعنی اس آئت کی موجودگی میں مسیح کو زندہ مانتا رہا) تم اس کی زندگی کے بارے میں چیلنج کرتے ہو؟

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم مئی جون ۲۰۰۰ء ص ۱۷۔۲۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرزا قادیانی کی عمر

(۴۷)

قارئین! گزشتہ شمارے میں ہم نے مرزا غلام احمد صاحب کی اس دعا کا ذکر کیا تھا جو انہوں نے ۹۵ سال عمر کے لئے کی تھی اور بتایا تھا کہ یہ دعا قبول نہیں ہوئی، چند روز قبل ہم مرزائیوں کے تذکرہ کا مطالعہ کر رہے تھے جو مرزا صاحب کے الہامات، دعاؤں اور پیش گوئیوں کا مجموعہ ہے، اس میں بھی ۹۵ سال والی دعا کا ذکر موجود ہے، جس کی وضاحت کرتے ہوئے کتاب کے مرزائی مرتب نے لکھا ہے:

> حضرت مسیح موعود کی عمر اگرچہ ظاہری رنگ میں ۹۵ سال کی نہ ہوئی مگر حضور کا یہ کشف ایک دوسرے رنگ میں اس طرح پورا ہوا کہ حضرت مصلح موعود (مرزا بشیر الدین محمود) جو حسن واحسان میں آپ کے نظیر تھے، انہوں نے ایک دفعہ فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کا زمانہ میرے زمانہ تک ممتد ہے۔ حضرت مسیح موعود کی بعثت ۱۲۹۰ھ میں ہوئی، چنانچہ حضور فرماتے ہیں: ٹھیک بارہ سو نوے ہجری میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ مخاطبہ پا چکا تھا
>
> (حقیقۃ الوحی ص، ۱۹۹۔۲۰۰)

اور حضرت مصلح موعود کی وفات ۱۳۸۵ھ میں ہوئی، اس طرح پورے پچانوے سال حضرت مسیح موعود کے ظہور سے مصلح موعود کی وفات تک ہوتے ہیں۔ یہ وہی عمر ہے جس کے لئے اتنے اصرار کے بعد بزرگ مذکور سے آمین کہلوائی گئی، مرتب (تذکرہ ص، حاشیہ) یعنی اس بات کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں رہا کہ مرزا صاحب کی دعا قبول نہیں ہوئی اور ان کی عمر ۹۵ سال نہیں ہو سکی، لیکن مرزا صاحب کو کذاب کہنا مرزائیوں کے لئے ممکن نہیں ہے، اس لئے دور از کار تاویلات کی جاتی ہیں جن کی کمزوری ان تاویلات کے اندر ہی موجود

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، مثلاً سب کو معلوم ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قمری نہیں بلکہ شمسی حساب کیا کرتے تھے اور ۱۲۹۰ھ سے ۱۳۸۵ھ تک ۹۵ سال قمری بنتے ہیں، شمسی حساب سے یہ ۹۲ سال بنتے ہیں اور یہ ۹۲ سال بھی کسی کی عمر نہیں ہے، نہ مرزا غلام احمد کی، نہ ان کے بیٹے کی، نہ دونوں کی مشترکہ۔ اور اگر اس دعا کو مرزا صاحب کے زمانہ مسیحیت پر لاگو کرنا ہے، اور ۹۵ سال پورے کرنے کے لئے مرزا محمود کے زمانے کو مرزا غلام احمد کے ساتھ شامل کرنا ہے تو بعد کے خلیفوں میں کیا خرابی ہے؟، مرزا ناصر سے مرزا غلام احمد کو کیا ناراضگی ہے اور مرزا طاہر صاحب سے انہیں کیا دشمنی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ دعا کی عمر کے بارے میں ہے زمانہ مسیحیت کے بارے میں نہیں، اور عمر بھی دوسروں کی نہیں بلکہ خود اپنی، جو ظاہر ہے کہ نہ تو شمسی حساب سے سال ہوئی اور نہ قمری حساب سے، اور جب مرتب تذکرہ خود اس دعائیہ واقعہ کو مرزا صاحب کا کشف قرار دے چکا ہے، تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ یہ کشف غلط تھا اور اگر کوئی دعا ہوئی ہے تو وہ قبول نہیں ہوئی۔

قارئین! اس وضاحت میں مرزائیوں نے کہا ہے کہ مرزا صاحب کی بعثت ۱۲۹۰ھ میں ہوئی۔، اس بعثت سے اگر ان کا مطلب مرزا صاحب کا دعویٰ مسیحیت ہے تو وہ تو انہوں نے ۱۸۹۱ء۔۱۳۰۸ھ میں کیا تھا اور ۱۳۰۸ھ سے ۱۳۸۵ھ یعنی مرزا محمود کی وفات تک ۷۷ سال قمری اور ۷۵ سال شمسی بنتے ہیں نہ کہ ۹۵ سال، اس لئے یہ وضاحت تسلیم نہیں ہو سکتی۔، اگر بعثت مرزا سے مرزائیوں کی مراد مرزا صاحب پر (بقول ان کے) الہام کی ابتداء ہونا ہے، تو پھر مرزا صاحب کی درج ذیل عبارت بتاتی ہے کہ ان پر الہام کی ابتداء ۱۸۶۵ء میں ہو چکی تھی۔

> چونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ دشمن میری موت کی تمنا کریں گے تا یہ نتیجہ نکالیں کہ جھوٹا تھا تبھی جلدی مر گیا، اس لئے پہلے ہی سے اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ثمانین حولا او قریبا من ذالک اور تزید علیہ سنینا، وتری نسلا بعیدا، یعنی تیری عمر اسی برس کی ہوگی یا دو چار کم یا چند سال زیادہ اور تو اس قدر عمر پائے گا کہ ایک دور کی نسل کو دیکھ لے گا۔، اور یہ الہام قریباً برس سے ہو چکا ہے۔
>
> (تذکرہ، بحوالہ اربعین نمبر ۳ مطبوعہ ۱۹۰۰ء و ضمیمہ تحفہ گولڑیہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قارئین ! جس اربعین سے یہ حوالہ ہے وہ ۱۹۰۰ء میں شائع ہوئی، اس سے ۳۵ سال پہلے ۱۸۶۵ء تھا جو ۱۲۸۳ھ بنتا ہے، اور جب مرزا صاحب بقول خود ۱۲۸۳ھ سے صاحب الہام ہو چکے تھے تو ۱۲۸۳ھ سے ۱۳۸۵ھ تک قمری حساب سے ۱۰۲ سال بنتے ہیں اور شمسی حساب سے ۹۹ سال، ۹۵ سال کسی بھی حساب سے نہیں بنتے۔

ناظرین ! مرزا صاحب کی عمر کے بارے میں ہمیں چند اور تحریریں دست یاب ہوئی ہیں اور ہم مرزا طاہر صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ جب وہ اپنے دادا صاحب کی عمر کے تعین کے لئے کوئی بورڈ بنائیں تو یہ تحریریں بھی اس کے سامنے رکھیں تا کہ کسی فیصلے پر پہنچنے سے قبل بورڈ ان کا جائزہ بھی لے لے۔

مرزا صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:

لیکھرام کی عمر اس وقت شاید زیادہ سے زیادہ تیس برس کی ہوگی..اور اس عاجز کی عمر اس وقت پچاس برس سے کچھ زیادہ ہے۔

(روحانی خزائن جلد ۱۵ ص ۳۹۰ (تریاق القلوب)

یہ تحریر پہلی مرتبہ مرزا صاحب کی کتاب برکات الدعا کے ٹائٹل پیج پر چھپی، جو ۱۸۹۳ء میں شائع ہوئی اور تحریر ۲۵ مارچ ۱۸۹۳ء سے اپریل ۲۔ اپریل ۱۸۹۳ء تک کی ہے،۔

دیکھئے (تریاق القلوب) روحانی خزائن جلد ۱۵ ص ۳۹۰۔ اور ۳۹۴)

یعنی اپریل ۱۸۹۳ء میں مرزا صاحب بقول خود پچاس برس سے کچھ زائد عمر کے تھے، یعنی اکاون یا باون یا برس کے، سال بعد ان کی وفات ہوئی تو اس حساب سے وہ برس کے لگ بھگ تھے۔

ایک اور جگہ مرزا غلام احمد یوں رقم طراز ہیں:

اب دائم المرض اور پیرانہ سالی کے کنارے پر پہنچ گیا ہوں اور ساٹھ سال کے قریب ہوں

(روحانی خزائن جلد ۱۴ (کشف الغطاء) ص ۱۸۶)

کشف الغطاء کے ٹائٹل پر لکھا ہے:

یہ رسالہ تالیف ہو کر ۲۷ دسمبر ۱۸۹۸ء کو مطبوع ہوا اور تالیف ۲۹ مئی ۱۸۹۸ء کے بعد کی ہے جیسا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرزا غلام صاحب اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں:

میں اپنی تعلیم کو قریبا انیس برس سے شائع کر رہا ہوں اور پھر خلاصہ کے طور پر اشتہار ۲۹ مئی ۱۸۹۸ء اور نیز ۲۷ فروری ۱۸۹۵ء کے اشتہار میں ان تعلیموں کو شائع کیا ہے۔

(روحانی خزائن جلد ۱۴ ص ۱۸۷)۔

اس تحریر کے مطابق مرزا صاحب بقول خود ۱۸۹۸ء میں ۶۰ برس کے تھے، ان کی موت اس کے دس سال بعد ۱۹۰۸ء میں ہوئی تو اس وقت وہ ستر برس کے قریب ہوں گے، ۷۰ سے زائد ہرگز نہیں ہو سکتے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ بھی لکھا ہے:

ہزار ششم میں زمین پر ایک انقلاب عظیم آیا ہے، بالخصوص اس ساٹھ برس کی مدت میں کہ جو تخمیناً میری عمر کا اندازہ ہے، اس قدر صریح تغیر صفحہ ہستی پر ظہور پذیر ہے کہ گویا وہ دنیا ہی نہیں رہی۔

(تحفہ گولڑیہ ص ۲۰۰۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ ص ۲۸۶)

اور تحفہ گولڑویہ جہاں سے یہ عبارت لی گئی ہے کے بارے میں مولوی جلال دین شمس کہتے ہیں

میرے نزدیک تحفہ گولڑویہ ۱۹۰۰ء میں تالیف ہوا، گو اس کی طباعت و اشاعت میں تاخیر ہو گئی...اور ۱۹۰۲ء میں شائع کی گئی۔ (جلال الدین شمس دیباچہ روحانی خزائن جلد ۱۷ ص ۲۳۔۲۴)۔

یعنی اس تحریر کے مطابق مرزا صاحب ۱۹۰۰ء میں تخمیناً ساٹھ برس کے تھے، آٹھ سال بعد یعنی ۱۹۰۸ء میں ان کی عمر تخمیناً ۶۸ سال بنتی ہے۔

اور یہ بھی مرزا صاحب ہی کی تحریر ہے:

عمر کا اصل اندازہ تو خدا تعالیٰ کو معلوم ہے، مگر جہاں تک مجھے معلوم ہے اب اس وقت تک جو سن ۱۳۲۳ھ ہے، میری عمر ستر برس کے قریب ہے۔

(ص ۳۶۵ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد ۲۱)

اور مرزا صاحب کی وفات ۱۳۲۵ھ میں ہوئی یعنی دو سال بعد مرزا صاحب کی عمر ۷۲ برس کے قریب ہوگی یعنی پورے ۷۲ بھی نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک جگہ مرزا غلام احمد صاحب رقمطراز ہیں:

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جب سلسلہ الہامات کا شروع ہوا تو اس زمانہ میں میں جوان تھا اور اب میں بوڑھا ہوا اور ستر سال کے قریب عمر پہنچ گئی۔ (حقیقت الوحی ص ۴۶۱، روحانی خزائن جلد ۲۲)۔

یہ تحریر ۸ فروری ۱۹۰۷ء کے بعد کی ہے، جیسا کہ اس کتاب کے صفحہ ۴۵۸ سے ظاہر ہوتا ہے اور اس تحریر کے مطابق ۱۹۰۷ء میں مرزا صاحب بقول خود ستر برس کے قریب عمر کے تھے، ایک سال بعد جب ان کی وفات ہوئی تو وہ ۷۰ برس کے ہوں گے یا زیادہ سے زیادہ ساڑھے ستر یا اکہتر برس کے۔

قارئین! آپ نے مرزا غلام احمد صاحب کی تحریریں ملاحظہ کیں جو عمر کے بارے میں ان کی الہامی پیش گوئیوں اور دعاؤں پر مشتمل ہیں اور اس بات کی واقعاتی شہادتیں مہیا کرتی ہیں کہ کس سن میں ان کی عمر کیا تھی اور اس حساب سے ۱۹۰۸ء میں بوقت وفات ان کی عمر کیا ہو سکتی ہے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ انہوں نے کسی جگہ یہ نہیں کہا کہ ان کی کل عمر ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲ یا ۷۳ سال ہوگی۔ اس کے برعکس انہوں نے پیش گوئیاں کی ہیں کہ ان کی عمر ۷۴ سال سے اوپر یعنی ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۹۵ سال ہوگی۔

دوسری جانب واقعات بتاتے ہیں کہ ان کی عمر خود ان کی تحریروں کے مطابق فلاں سال میں اتنی تھی اور فلاں میں اتنی، جس کے مطابق سادہ جمع تفریق کے ذریعے ایک مبتدی طالب علم بھی معلوم کر سکتا ہے کہ ۱۹۰۸ء میں ان کی عمر کسی بھی صورت میں سے آگے نہیں بڑھتی بلکہ ۷۰ کے گرد و پیش گھومتی دکھائی دیتی ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی عمر کے بارے میں جتنی بھی پیش گوئیاں کیں وہ غلط ثابت ہوئیں ہیں اور جتنی بھی دعائیں کی ہیں وہ شرف قبولیت نہیں پا سکی ہیں اور یہ اس بات کے ثبوت ہیں کہ وہ مستجاب الدعوات نہیں تھے اور یہ کہ ان کا الہام اجیب کل دعائك الا فی شرکائك (کہ میں تیری سب دعائیں قبول کروں گا مگر شریکوں کے بارے میں نہیں) محض افتراء علی اللہ تھا اور ان کی پیش گوئیاں الہامات کی بنا پر نہ تھیں اور وہ ظن و تخمین اور جھوٹ کا سہارا لے رہے تھے اور ان خصوصیات کا حامل نہ مہدی ہو سکتا ہے نہ مسیح موعود اور نہ نبی۔ (ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم جولائی اگست ۲۰۰۰ء ص ۲۴۔۲۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا ثناء اللہ امرتسری کی خدمات (۳)

(۴۸)

قارئین آج ہم اپنی گزارشات کا سلسلہ اس مضمون کی قسط نمبر ۴۴ سے جوڑتے ہیں جسے مولانا ثناء اللہ امرتسری کے اس رقعے کے ذکر پر ختم کیا گیا تھا جو آپ نے مرزا غلام احمد صاحب کے چیلنج کے جواب میں قادیان پہنچ کر انہیں محمد صدیق نامی قاصد کے ہاتھ بھجوایا تھا اس کی عبارت یہ ہے:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم"

بخدمت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان

خاکسار آپ کی دعوت مندرجہ "اعجاز احمدی" صفحہ ۱۱-۲۳ کے مطابق اس وقت قادیان میں حاضر ہے۔ جناب کی دعوت قبول کرنے میں آج تک رمضان شریف مانع رہا ورنہ اتنی دیر نہ ہوتی۔ اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے جناب سے کوئی ذاتی خصومت اور عناد نہیں چونکہ آپ بقول خود ایسے عہدہ جلیلہ پر ممتاز اور مامور ہیں جو تمام بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے عموماً اور مجھ جیسے مخلصین کے لیے خصوصاً ہے اس لیے مجھے قوی امید ہے کہ آپ میری تفہیم میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں گے اور حسب وعدہ مجھے اجازت بخشیں گے کہ میں مجمع میں آپ کی پیش گوئیوں کی نسبت اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ میں مکرر آپ کو اپنے اخلاص اور صعوبت سفر کی طرف توجہ دلا کر اسی عہدہ جلیلہ کا واسطہ دے کر گزارش کرتا ہوں کہ آپ مجھے ضرور ہی موقع دیں گے۔

الراقم ۔ابوالوفا ثناء اللہ۔ ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء بوقت سوا دو بجے دن۔ (فسانہ قادیان۔ صفحہ ۱۸۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اگلے روز اس کا جواب دیا جیسا کہ ۱۱ جنوری کی ڈیٹ لائن کے ساتھ ''مولوی ثناء اللہ کے رقعہ کا جواب'' کے زیر عنوان ''ملفوظات جلد ۴' صفحہ ۴۰۵'' میں لکھا ہے:

فجر کی نماز کو جب حضرت اقدس تشریف لائے تو قبل از نماز آپ نے وہ رقعہ جو مولوی ثناء اللہ صاحب کے رقعہ کے جواب میں تحریر فرمایا تھا احباب کو سنایا' وہ رقعہ یہ تھا:

بسم الله الرحمن الرحيم نحمده ونصلى على رسوله الكريم

از طرف عایذ باللہ الصمد غلام احمد عافاہ اللہ وایدہ۔

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب

''آپ کا رقعہ پہنچا' اگر آپ لوگوں کی صدق دل سے یہ نیت ہو کہ اپنے شکوک وشبہات پیشگوئیوں کی نسبت یا ان کے ساتھ اور امور کی نسبت بھی جو دعویٰ سے تعلق رکھتے ہیں رفع کرا دیں تو یہ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہوگی اور اگرچہ میں کئی سال ہوئے اپنی کتاب ''انجام آتھم'' میں شائع کر چکا ہوں کہ میں اس گروہ مخالف سے ہرگز مباحثات نہیں کروں گا کیونکہ اس کا نتیجہ بجز گندی گالیوں اور اوباشانہ کلمات سننے کے اور کچھ نہیں ہوا مگر میں ہمیشہ طالب حق کے شبہات دور کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اگرچہ آپ نے اس رقعہ میں دعویٰ تو کر دیا ہے کہ طالب حق ہوں مگر مجھے تامل ہے کہ آپ اس دعویٰ پر قائم رہ سکیں۔ کیونکہ آپ لوگوں کی عادت ہے کہ ایک بات کو کشاں کشاں بیہودہ مباحثات کی طرف لے آتے ہیں اور میں خدا تعالیٰ کے سامنے وعدہ کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے مباحثہ ہرگز نہیں کروں گا۔ سو وہ طریق جو مباحثات سے بہت دور ہے کہ آپ اس مرحلہ کو صاف کرنے کے لیے اول یہ اقرار کریں کہ آپ منہاج نبوت سے باہر نہیں جائیں گے اور وہی اعتراض کریں گے جو آنحضرت ﷺ پر یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یا حضرت یونس علیہ السلام پر عائد نہ ہوتا ہو اور حدیث اور قرآن شریف کی پیشگوئیوں پر زد نہ ہو۔ دوسری شرط یہ ہوگی کہ آپ زبانی بولنے کے مجاز نہ ہوں گے صرف آپ مختصر ایک یا دو سطر تحریر دے دیں کہ میرا یہ اعتراض ہے۔ پھر آپ کو عین مجلس میں مفصل جواب سنایا جائے گا۔ اعتراض کے لیے لمبا لکھنے کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضرورت نہیں ایک سطر یا دو سطر کافی ہیں۔ تیسری یہ شرط ہوگی کہ ایک دن میں صرف ایک ہی آپ اعتراض پیش کریں گے کیونکہ آپ اطلاع دے کر نہیں آئے چوروں کی طرح آ گئے اور ہم ان دنوں باعث کم فرصتی اور کام طبع کتاب کے تین گھنٹہ سے زیادہ صرف نہیں کر سکتے۔ یاد رہے کہ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ عوام کالانعام کے روبرو آپ واعظ کی طرح ہم سے گفتگو شروع کر دیں بلکہ آپ نے بالکل منہ بند رکھنا ہوگا جیسے صم بکم۔ یہ اس لیے کہ تا گفتگو مباحثہ کے رنگ میں نہ ہو جائے اور صرف ایک پیش گوئی کی نسبت سوال کریں' میں تین گھنٹہ تک اس کا جواب دے سکتا ہوں اور ایک ایک گھنٹے کے بعد آپ کو متنبہ کیا جائے گا کہ ابھی تسلی نہیں ہوئی تو اور لکھ کر پیش کرو۔ آپ کا کام نہیں ہوگا کہ اس کو سنائیں ہم خود پڑھ لیں گے۔ مگر چاہیے کہ دو تین سطر سے زیادہ نہ ہو۔ اس طرز میں آپ کا کچھ حرج نہیں کیونکہ آپ تو شبہات دور کرانے آئے ہیں۔ یہ طریق شبہات دور کرانے کا بہت عمدہ ہے۔ میں با آواز بلند لوگوں کو سناؤں گا کہ اس پیش گوئی کی نسبت مولوی ثناء اللہ کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا ہے اور اس کا یہ جواب ہے۔ اس طرح تمام وساوس دور کر دیئے جائیں گے لیکن اگر چاہو کہ بحث کے رنگ میں آپ کو بات کرنے کا موقع دیا جائے تو ہرگز نہ ہوگا۔ ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء تک میں اس جگہ ہوں بعد میں ۱۵ جنوری کو ایک مقدمہ پر جہلم جاؤں گا' سو اگرچہ بہت کم فرصتی ہے لیکن ۱۴ جنوری تک آپ کے لیے تین گھنٹے تک خرچ کر سکتا ہوں اگر آپ لوگ نیک نیتی سے کام لیں تو یہ ایسا طریق ہے کہ اس سے آپ کو فائدہ ہوگا ورنہ ہمارا اور آپ لوگوں کا آسمان پر مقدمہ ہے خود خدا تعالیٰ فیصلہ کرے گا۔ والسلام علی من اتبع الھدی۔ سوچ کر دیکھ لو کہ یہ بہتر ہوگا کہ آپ تحریر جو سطر دو سطر سے زیادہ نہ ہو ایک ایک گھنٹہ کے بعد اپنا شبہ پیش کرتے جاویں اور میں وسوسہ دور کرتا جاؤں گا۔ ایسے صدہا آدمی آتے ہیں اور وسوسہ دور کرا لیتے ہیں۔ ایک بھلا مانس شریف آدمی ضرور اس بات کو پسند کرے گا' اس کو وساوس دور کرانے ہیں اور کچھ غرض نہیں' لیکن وہ لوگ جو خدا سے نہیں ڈرتے ان کی تو نیتیں ہی اور ہوتی ہیں۔

مرزا غلام احمد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(مرتب ملفوظات لکھتا ہے کہ مرزا صاحب نے) فرمایا کہ یہ طریق بہت امن کا ہے۔ اگر یہ نہ کیا جاوے تو بدامنی اور بدنتیجہ کا اندیشہ ہے۔ اس کے بعد فجر کی نماز ہوئی تو حضرت اقدس نے قلم دوات طلب فرمائی اور فرمایا کہ تھوڑا سا اور اس رقعہ پر لکھنا ہے۔ اتنے میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے قاصد پھر آ موجود ہوئے اور جواب طلب کیا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ابھی لکھ کر دیا جاتا ہے۔ پھر بقیہ حصہ آپ نے لکھ کر اپنے خدام کے حوالے کیا کہ اس کی نقل کر کے روانہ کر دو''۔ وہ حصہ رقعہ کا یہ ہے:

بالآخر اس غرض کے لیے اب آپ اگر شرافت اور ایمان رکھتے ہیں تو قادیان سے بغیر تصفیہ کے خالی نہ جائیں۔ دو قسموں کا ذکر کرتا ہوں۔ اول چونکہ انجام آتھم میں خدا سے قطعی عہد کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے قطعی بحث نہ کروں گا۔ صرف آپ کو یہ موقعہ دیا جاوے گا کہ آپ اول ایک اعتراض جو آپ کے نزدیک سب سے بڑا اعتراض کسی پیش گوئی پر ہو ایک سطر یا دو سطر یا حد تین سطر لکھ کر پیش کریں۔ جس کا یہ مطلب ہو کہ یہ پیش گوئی پوری نہ ہوئی اور منہاج نبوت کی رو سے قابل اعتراض ہے اور پھر چپ رہیں اور میں مجمع عام میں اس کا جواب دوں گا جیسا کہ مفصل لکھ چکا ہوں ۔ پھر دوسرے دن دوسری پیش گوئی اسی طرح لکھ کر پیش کریں۔ یہ تو میری طرف سے خدا تعالی کی قسم ہے کہ میں اس سے باہر نہیں جاؤں گا اور کوئی زبانی بات نہیں سنوں گا اور آپ کی مجال نہیں ہوگی کہ کوئی کلمہ بھی زبانی بول سکیں اور آپ کو بھی خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر آپ سچے دل سے آئے ہیں تو اس کے پابند ہو جائیں اور ناحق فتنہ وفساد میں عمر بسر نہ کریں۔ اب ہم دونوں میں سے جو شخص اعراض کرے گا اس پر خدا کی لعنت ہو اور خدا کرے کہ وہ اس لعنت کا پھل بھی اپنی زندگی میں دیکھ لے۔ آمین! سو میں دیکھوں گا کہ آپ سنت نبویہؐ کے موافق اس قسم کو پورا کرتے ہیں یا قادیان سے نکلتے ہوئے اس لعنت کو ساتھ لے جاتے ہیں۔ اور چاہیے کہ اول آپ اس عہد مؤکد قسم کے آج ہی ایک اعتراض دو تین سطر کا لکھ کر بھیج دیں اور وقت مقرر کر کے مسجد میں مجمع کیا جائے گا۔ اور آپ کو بتلا دیا جاوے گا اور عام مجمع میں آپ کے شیطانی وساوس دور کر دیئے جاویں گے۔

(مرتب ملفوظات کہتا ہے کہ) رقعہ دے کر آپ تشریف لے گئے اور اندر سے حضور نے کہلا بھیجا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رقعہ وہاں جا کر ان کو سنا دیا جائے اور پھر ان کے حوالے کیا جائے۔ چنانچہ یہ رقعہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو پہنچا دیا گیا۔ (قادیانی ملفوظات' جلد۴)

مرزا غلام احمد صاحب کے رقعے پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا محمد ابراہیم کمیر پوری لکھتے ہیں کہ

دیکھئے کیسا مایوسانہ جواب ہے۔خود تحقیق حق یعنی بحث کے لیے بلایا ہے اور اس وقت اتنی دلیری ہے کہ انعام مقرر ہو رہا ہے۔الہام شائع کیا جا رہا ہے کہ ہرگز نہیں آئیں گے مگر جب حریف کو مدمقابل پایا تو حواس باختہ ہو کر فرماتے ہیں کہ چوروں کی طرح آ گئے ہیں۔ میں انجام آتھم مطبوعہ ۱۸۹۶ء میں خدا تعالیٰ سے عہد کر چکا ہوں کہ مباحثہ نہیں کروں گا۔مرزا جی سے کون پوچھے کہ اگر آپ ۱۸۹۶ء میں واقعی مباحثات ترک کرنے کا عہد کر چکے تھے تو آپ نے مولوی ثناء اللہ صاحب کو نومبر ۱۹۰۲ء میں قادیان آنے کی دعوت ہی کیوں دی تھی۔مولوی صاحب تاہم مایوس نہیں ہوئے بلکہ اتمام حجت کے لیے جوابی رقعہ بھی خدمت مرزا میں پیش کر دیا۔

(فسانہ قادیان۔صفحہ ۱۸۵)

مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم کا جواب حسب ذیل ہے:

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

''امابعد! از خاکسار ثناء اللہ۔ بخدمت مرزا غلام احمد صاحب آپ کا طولانی رقعہ ملا مگر افسوس کہ جو کچھ تمام ملک کو گمان تھا، وہی ہوا۔

جناب والا! جب کہ میں حسب دعوت ''اعجاز احمدی'' حاضر ہوا ہوں اور اپنے پہلے رقعہ میں اس کا حوالہ بھی دے چکا ہوں تو پھر اتنی طول کلامی جو آپ نے کی ہے بجز عادت کے اور کیا معنی رکھتی ہے۔ جناب من! کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آپ ''اعجاز احمدی'' میں اس عاجز کو تحقیق حق کے لیے بلاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ میری پیشگوئیوں کو غلط ثابت کرو تو مبلغ سو روپیہ فی پیشگوئی انعام لو اور اس رقعہ میں مجھے ایک دو سطریں لکھنے پر پابند کرتے ہیں۔اور اپنے لیے تین گھنٹے تجویز کرتے ہیں۔کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ انصاف ہے؟ بھلا یہ بھی کوئی تحقیق کا طریقہ ہے کہ میں تو دو سطریں لکھوں اور آپ تین گھنٹہ تقریر فرماتے جائیں۔ اس سے تو صاف سمجھ میں آتا ہے کہ آپ مجھے دعوت دے کر پچھتا رہے ہیں اور اپنی دعوت سے انکاری اور تحقیق سے اعراض کر رہے ہیں جس کے لیے آپ نے مجھے در دولت پر حاضر ہونے کی دعوت دی تھی۔ اس سے عمدہ تو میں امرتسر میں بیٹھے ہی کر سکتا تھا اور کر چکا ہوں۔ مگر چونکہ میں اپنے سفر کی صعوبت یاد کر کے بلا نیل و مرام واپس جانا کسی صورت مناسب نہیں جانتا اس لیے میں آپ کی بے انصافی بھی قبول کرتا ہوں کہ میں دو تین سطر ہی لکھوں گا اور آپ بلا شک تین گھنٹے تقریر کریں مگر اتنی اصلاح ہو گی کہ میں دو تین سطریں مجمع میں خود پڑھ کر سناؤں گا اور ہر گھنٹہ کے بعد پانچ منٹ حد دس منٹ آپ کے جواب کی نسبت رائے ظاہر کروں گا اور چونکہ مجمع آپ پسند نہیں کرتے اس لیے فریقین کے پچیس پچیس آدمی ہوں گے۔ آپ میرا بلا اطلاع آنا چوروں کی طرح فرماتے ہیں کیا مہمانوں کی خاطر اسی کو کہتے ہیں۔ اطلاع دینا آپ نے شرط نہیں کیا تھا۔ علاوہ اس کے کہ آپ کو آسمانی اطلاع بھی ہو گئی ہو گی۔ آپ جو مضمون سنائیں گے وہ اسی وقت مجھے دے دیا جائے گا۔ کارروائی آج ہی شروع کر دی جائے۔ میں آپ کا جواب آنے پر مختصر سوال بھیج دوں گا۔ باقی لعنتوں کے متعلق وہی عرض ہے جو حدیث میں موجود ہے۔

ابوالوفاء ثناء اللہ ۱۱ جنوری ۱۹۰۳ء۔

(فسانہ قادیان، صفحہ ۱۸۵۔۱۸۶)

ملفوظات کا مرزائی مرتب اس جواب کے بارے میں لکھتا ہے:

''یہ نامعقول اور اصل بحث سے بالکل دور جواب سن کر حضرت اقدس کو بہت رنج ہوا اور آپ نے فرمایا کہ ہم نے جو اسے خدا کی قسم دی تھی اس سے فائدہ اٹھاتا یہ نظر نہیں آتا۔ اب خدا کی لعنت لے کر واپس جانا چاہتا ہے۔ جس بات کو ہم بار بار لکھتے ہیں کہ ہم مباحثہ نہیں کرتے جیسا کہ ہم انجام آتھم میں اپنا عہد دنیا میں شائع کر چکے ہیں تو اب اس کا منشا ہے کہ ہم خدا کے اس عہد کو توڑ دیں، یہ ہرگز نہ ہو گا، پھر اس رقعہ میں کس قدر افتراء سے کام لیا گیا ہے کیونکہ جب ہم اسے اجازت دیتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ ہر ایک گھنٹہ کے بعد وہ دو تین سطریں ہماری تقریر پر اپنے شبہات کی لکھ دے تو اس طرح سے خواہ اس کی دن میں تیس سطور ہو جائیں (نو سے زیادہ کس طرح ہو سکتی ہیں کیونکہ روزانہ کل وقت صرف تین گھنٹے تھا۔ ناقل) ہم کب گریز کرتے ہیں اور خواہ ایک ہی پیش گوئی پر وہ ہم سے دس دن تک سنتا رہتا (یعنی ۱۵۰۰ پیش گوئیوں کے لیے اس حساب سے پندرہ ہزار دن ہو گئے اور مرزا صاحب کے پاس تو صرف تین دن کا وقت تھا کیونکہ آپ جہلم جا رہے تھے۔ پھر مولانا امرتسریؒ کا قادیان میں گھر نہیں تھا کہ سالہا سال وہاں بیٹھے رہیں۔ ناقل) اور اپنے وساوس اس طرز سے پیش کرتا رہتا۔ اسے اختیار تھا' پھر ایک جھوٹ یہ بولا ہے کہ لکھتا ہے کہ آپ مجمع پسند نہیں کرتے۔ بھلا ہم نے کب لکھا ہے کہ ہم مجمع پسند نہیں کرتے بلکہ ہم تو جلسہ عام چاہتے ہیں کہ تمام قادیان کے لوگ اور دوسرے بھی جس قدر ہوں جمع ہوں تا کہ ان لوگوں کی بے ایمانی کھلے کہ کس طرح یہ لوگوں کو فریب دے رہے ہیں۔ اگر اسے حق کی طلب ہوتی تو اسے ہماری شرائط ماننے میں کیا عذر تھا مگر یہ بدنصیب واپس جاتا نظر آتا ہے۔ پھر مولوی احسن صاحب کو حضور انور نے فرمایا کہ آپ اس کا جواب لکھ دیں مجھے فرصت نہیں میں کتاب لکھ رہا ہوں۔ یہ کہہ کر حضور تشریف لے گئے''۔

(ملفوظات' جلد۴)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

''چہ خوش۔ ہم تو آپ کی دعوت کے مطابق تکذیب کو آئے ہیں۔ آپ کا یہ کہنا کہ شبہات دور کرانے آئے ہیں آپ کی معمولی بات ہے، کیسی صفائی اور ہوشیاری کے ساتھ بحث سے انکار کرتے ہیں ،حالانکہ تحقیق حق کے لیے مجھے بلایا ہے جو بالکل بحث کے لیے ہم معنی لفظ ہے (دیکھو اعجاز احمدی) اور اب صاف منکر ہیں بلکہ مجھے ایسی خاموشی کا حکم دیتے ہیں کہ صم بکم (بہرہ گونگا) ہو کر آپ کا ایک لیکچر سنتا جاؤں۔ یہ نہ معلوم ہوا کہ بکم یعنی گونگا ہو کر تو میں سن سکتا ہوں۔ صم (بہرہ) ہو کر کیا سنوں گا؟ شاید یہ بھی معجزہ ہو''۔

(فتنہ قادیانیت صفحہ ۸۷' بحوالہ الہامات مرزا طبع ششم' صفحہ ۱۱۶-۱۲۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد ابراہیم کمیر پوریؒ لکھتے ہیں:

غور فرمایئے کہ مولوی (ثناء اللہ) صاحب نے (مرزا کے) اس مایوس کن رقعہ کا جو سراسر بے انصافی اور دفع الوقتی پر مبنی تھا کیسا معقول جواب دیا' معمولی سی اصلاح کے ساتھ مرزا جی کی تمام شرائط منظور کر لیں۔ مقصد صرف یہ تھا کہ سفر کر کے آیا ہوں افہام تفہیم کے بغیر نہ جاؤں' چونکہ مرزا جی کو اپنی کمزوریوں کا پوری طرح احساس تھا اور بحث کے نتائج کو آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اس لیے مولوی صاحب کی معمولی ترمیم بھی منظور نہ ہوئی اور مریدوں سے آخری جواب لکھوا دیا جو یوں ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم حامدا و مصليا

مولوی ثناء اللہ صاحب! آپ کا رقعہ حضرت امام الزمان مسیح موعود مہدی معہود علیہ السلام کی خدمت مبارک میں سنا دیا گیا۔ چونکہ مضامین اس کے محض عناد اور تعصب آمیز تھے جو طلب حق سے بعد المشرقین کی دوری اس سے صاف ظاہر ہے لہٰذا حضرت اقدس کی طرف سے یہی جواب آپ کو کافی ہے کہ آپ کو تحقیق حق منظور نہیں ہے۔ اور حضرت انجام آتھم اور آپ کے جواب میں مرقوم خط میں قسم کھا چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے عہد کر چکے ہیں کہ مباحثہ کی شان سے مخالفین کے ساتھ کوئی تقریر نہ کریں گے اور خلاف معاہدہ الٰہی کوئی مامور من اللہ کیونکر کسی فعل کا ارتکاب کر سکتا ہے۔ لہٰذا آپ کی اصلاح جو بطرز شان مناظرہ آپ نے لکھی تھی وہ ہرگز منظور نہیں ہے اور یہ بھی منظور نہیں فرماتے ہیں کہ جلسہ محدود ہو بلکہ فرماتے ہیں کہ کل قادیان وغیرہ کے اہل الرائے مجتمع ہوں تا کہ حق و باطل سب پر واضح ہو جائے۔ خاکسار محمد احسن بحکم امام زمان' ۱۱ جنوری ۱۹۰۳ء۔

(فسانہ قادیان' صفحہ ۱۸۷' فتنہ قادیانیت صفحہ ۸۹-۹۰)

مرتب ملفوظات لکھتا ہے کہ

مولوی محمد احسن صاحب نے رقعہ کا جواب تحریر فرمایا۔ اس کے بعد کوئی جواب مولوی ثناء اللہ صاحب کی طرف سے نہ آیا اور وہ قادیان سے چلے گئے۔ (البدر جلد ۲' نمبر ۱ و ۲' مورخہ ۲۳ و ۳۰ جنوری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۹۰۳ء۔منقول از ملفوظات جلد۴)

۱۸۹۶ء میں انجام آتھم والے عہد کی بات یوں غلط ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے اس کے بعد یعنی ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کے اشتہار معیار الاخیار میں علماء کو مباحثہ کی دعوت دی ہے۔ یہ اشتہار مرزا صاحب کے مجموعہ اشتہارات جلد سوم میں موجود ہے اس میں سے ایک اقتباس پڑھ لیجئے۔مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں:

آپ لوگ اے اسلام کے علماء اب بھی اس قاعدہ کے موافق جو سچے نبیوں کی شناخت کیلئے مقرر کیا گیا ہے قادیان سے قریب کسی مقام میں جیسا کہ بٹالہ ہے یا اگر آپ کو انشراح صدر میسر آوے تو خود قادیان میں ایک مجلس مقرر کریں جس مجلس کے سرگروہ آپ کی طرف سے چند ایسے مولوی صاحبان ہوں کہ جو علم اور برداشت اور خوف باری تعالی میں آپ لوگوں کے نزدیک مسلّم ہوں پھر ان پر واجب ہوگا کہ منصفانہ طور پر بحث کریں اور انکا حق ہوگا کہ تین طور سے مجھ سے اپنی تسلی کر لیں

ا۔قرآن اور حدیث کی رو سے۔

۲۔عقل کی رو سے۔

۳۔سماوی تائیدات اور خوارق اور کرامت کی رو سے۔ کیونکہ خدا تعالی نے اپنی کلام میں مامورین کے پرکھنے کے لئے یہی تین طریق بیان فرمائے ہیں پس اگر میں ان تینوں طوروں سے ان کی تسلی نہ کر سکا یا اگر ان تینوں میں ایک یا دو طور سے تسلی کی تو تمام دنیا گواہ رہے کہ میں کاذب ٹھہروں گا۔

(کتاب مذکور۔ ص۲۷۰)

اس کے بعد بھی مرزا صاحب قادیانی اپنے مخالفین کو دعوت مباحثہ دیتے رہے جیسا کہ انہوں نے ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کو پیر مہر علی صاحب گولڑوی کے خلاف جو اشتہار شائع کیا اس میں فرمایا:

سو مناسب ہے کہ لاہور میں جو صدر مقام پنجاب ہے صادق اور کاذب کے پرکھنے کے لئے ایک جلسہ قرار دیا جائے اور اس طرح پر مجھ سے مباحثہ کریں کہ قرعہ اندازی کے طور پر قرآن شریف کی کوئی سورۃ نکالیں اور اس میں سے چالیس آیت یا ساری سورت (اگر چالیس آئت سے زیادہ نہ ہو) لے کر فریقین یعنی یہ عاجز اور مہر علی شاہ صاحب عربی میں اس کی تفسیر لکھنا شروع کریں۔زانو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بہ زانو لکھنا ہوگا، نہ کسی پردہ میں۔ لکھنے کے لئے فریقین کو سات گھنٹہ مہلت ملے گی۔
جب فریقین لکھ چکیں تو دونوں تفسیریں بعد دستخط تین اہل علم کو جن کا اہتمام حاضری وانتخاب پیر مہر علی شاہ صاحب کے ذمہ ہوگا سنائی جائیں گی... یاد رہے مقام بحث بجز لاہور کے جو مرکز پنجاب ہے اور کوئی نہ ہوگا۔ انتظام مکان جلسہ پیر صاحب کے اختیار میں ہوگا اگر ضرورت ہوئی تو بعض پولیس افسر بلا لئے جائیں گے۔ (مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ ج ۳ ص ۳۲۷۔۳۳۱)

مرزا صاحب قادیانی نے اس اشتہار کا ضمیمہ بھی شائع کیا تھا جس میں لکھا:

ممکن ہے کہ اس ملک کے بعض علماء ناحق کی شیخی سے یہ خیال کریں کہ ہم قرآن مجید کے جاننے اور عربی زبان کے علم وادب میں پیر صاحب موصوف پر فوقیت رکھتے ہیں، اس لئے قرین مصلحت معلوم ہوا کہ ان تمام بزرگوں کو اس مقابلہ سے باہر نہ رکھا جائے۔ لہذا اس ضمیمہ کے ذریعہ پنجاب اور ہندوستان کے تمام ان مولویوں کو مدعو کیا جاتا ہے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ علم تفسیر قرآن اور عربی کے علم، ادب اور بلاغت فصاحت میں سرآمد روزگار ہیں۔ مقام مباحثہ لاہور ہوگا، بحث صرف ایک دن میں ہی ختم ہو جائے گی۔ جس قدر اس مقابلہ کے لئے مولوی صاحبان حاضر ہوں گے ان کے لئے ہرگز جائز نہیں ہوگا کہ ایک دوسرے کو کسی قسم کی مدد کریں اگر پیر صاحب اپنے مریدوں کو دریائے ندامت میں ڈال کر بھاگ جائیں اور اپنے لئے کنارہ کشی کا داغ قبول کر لیں تو کم سے کم چالیس نامی مولویوں کا ہونا ضروری ہے جو میدان میں آنے کی درخواست کریں۔

(کتاب مذکور۔ ص ۳۳۳۔۳۳۷)

پیر مہر علی شاہ صاحب کے نام ایک اور اشتہار میں مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

ایک نادر سہل طریق ہے جو وہ طرز مباحثہ کی نہیں جو ترک کیلئے میرا وعدہ ہے اور وہ طریق یہ ہے:
مجمع عام میں جس میں ہر سہ رئیس موصوفین (یعنی شیخ غلام محبوب سبحانی، فتح علی شاہ صاحب، سید برکت علی صاحب) بھی ہوں تین گھنٹے تک اپنے دعوی اور دلائل کو پبلک کے سامنے بیان کروں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیر مہر علی شاہ کی طرف سے کوئی خطاب نہ ہوگا اور جب میں تقریر ختم کر چکوں تو پھر مہر علی شاہ صاحب اٹھیں اور وہ بھی تین گھنٹے تک پبلک کو مخاطب کر کے یہ ثبوت دیں کہ حقیقت میں قرآن اور حدیث سے یہی ثابت ہے کہ آسمان سے مسیح آئے گا پھر بعد اس کے لوگ ان دونوں تقریروں کو خود موازنہ کر لیں گے۔

(قادیانی اشتہار ۲۸۔اگست ۱۹۰۰ء۔مجموعہ اشتہارات۔ج ۳ ص ۳۵۴)

ان اقتباسات کا مطلب یہ ہے کہ اگر مرزا صاحب نے انجام آتھم میں کوئی وعدہ کیا بھی تھا تو وہ اسے پہلے ہی توڑ چکے تھے اور ٹوٹے ہوئے وعدے اور عہد کی بنا پر مولانا ثناء اللہ امرتسری سے کنی کترا جانا ان کی شکست کے سوا اور کچھ نہیں کہلا سکتا۔

قارئین مرزائی لوگ ابتداء ہی سے یہ کہتے چلے آئے ہیں کہ قادیان میں مرزا غلام احمد صاحب کو مولانا ثناء اللہ امرتسری کے مقابلے میں شکست نہیں ہوئی اور وہ اس واقعہ کی من مانی توجیہات بیان کرتے رہے ہیں جیسا کہ الفضل قادیان کے یکم اکتوبر ۱۹۴۲ء کے شمارے میں اپنے نقطہ نظر کے مطابق اس واقعہ کو بیان کیا تو مولانا امرتسری نے اپنے اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۳۔اکتوبر ۱۹۴۲ء کے شمارے میں پہلے تو مرزائیوں کی منطق کا خلاصہ بیان کیا جو یوں تھا:

۱۔ جن شرائط پر مرزا صاحب قادیانی نے مولوی ثناء اللہ صاحب کو بلایا تھا مولوی صاحب نے ان کو پورا نہیں کیا۔

۲۔مرزا صاحب قادیانی نے لکھا تھا کہ فریقین کی گفتگو منہاج نبوت کے ماتحت ہوگی۔

۳۔ مرزا صاحب قادیانی نے لکھا تھا کہ مولوی صاحب بغرض تحقیق آئیں، مباحثہ کے لئے نہ آئیں، اس کے باوجود مولوی صاحب مجلس عام میں مباحثہ کرنا چاہتے تھے جس کی ضرورت نہ تھی۔

۴۔کتاب انجام آتھم میں مرزا صاحب نے خدا سے وعدہ کیا تھا کہ اب میں مولویوں سے مباحثہ نہیں کرونگا اس لئے مولوی ثناء اللہ کو کورا جواب دیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس خلاصے کے بعد مولانا ثناءاللہ امرتسری نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

پہلے نمبر کا جواب یہ ہے کہ میں نے کسی ایسی شرط کے ماننے سے انکار نہیں کیا جو مرزا صاحب نے مجھے قادیان پہنچنے کی دعوت کے ساتھ لگائی ہو۔ دوسرے نمبر کے جواب میں لکھتے ہیں کہ میں نے منہاج نبوت کی تسلیم سے انکار نہیں کیا۔ اور نہ انکار کرنا جائز سمجھتا ہوں۔ یہ بھی مجھ پر افتراء ہے۔ تیسرے نمبر کے جواب میں آپ فرماتے ہیں: کہ مجلس میں گفتگو کرنا میرا مقصد تھا اس سے مرزا صاحب نے بھی انکار نہیں کیا ہاں اتنا کہا تھا کہ مجلس میں لمبی گفتگو نہیں کرنی ہوگی۔ مجھے بھی اس کی ضرورت نہ تھی۔ انجام آتھم کے حوالے سے کئے گئے دعوے کے جواب میں مولانا فرماتے ہیں: یہ دعوی محض جھوٹ ہے چاہے مرزا صاحب کے قلم سے نکلا ہو یا الفضل کے قلم سے۔ اگر الفضل اپنے اس منقولہ فقرہ کو جو بقول اس کے مرزا صاحب کا مرقومہ ہے، کتاب انجام آتھم سے ثابت کردے تو ہم لدھیانہ کی انعامی رقم مبلغ تین سو روپئے میں سے ایک سو روپئہ اس کو بطور انعام دیں گے۔ یاد رہے کہ کتاب انجام آتھم ہمارے پاس موجود ہے اس کے آخری صفحہ پر مرزا صاحب کے اصل عربی الفاظ یوں مرقوم ہیں:

از محنا ان لا نخا طب العلماء بعد هذه التو جيها ت و لو سبّو نا و هذه منّا خا تمة المخا طبا ت (انجام آتھم) یعنی ہم نے قصد کرلیا ہے کہ ان توجیہات کے بعد ہم علماء کو مخاطب نہیں کریں اور یہ رسالہ ہماری طرف سے علماء کے ساتھ خطابات کا خاتمہ ہے۔

اس عبارت میں نہ خدا کے ساتھ کوئی وعدہ ہے نہ کسی مباحثہ کا ذکر ہے بلکہ صرف اپنا ارادہ ظاہر کیا ہے کہ ہم علماء سے خطاب نہ کریں۔، یہ بات ہر طالب علم جانتا ہے کہ خطاب اور چیز ہے مباحثہ اور چیز ۔قرآن مجید میں کئی جگہ یا ایها الذين آ منوا ۔ ... يا ايها الذين كفروا وغیرہ الفاظ آئے ہیں یہ خطابات الہیہ ہیں مگر مباحثات الہیہ نہیں ہیں۔ اب ہم بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب اس بات پر بھی پختہ نہیں رہے واضح رہے کہ انجام آتھم ۱۸۹۶ء کا مطبوعہ ہے، چاہیے تو یہ تھا کہ مرزا صاحب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے پختہ ارادہ کے ماتحت ۱۸۹۶ء کے بعد علماء کو نا قابل خطاب سمجھ کر ان کو شرف خطاب نہ بخشتے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد بھی آپ ہر تحریر میں علماء اسلام کو اپنی عادت حسنہ کے ماتحت الفاظ قبیحہ سے یاد کرتے رہے۔ چنانچہ اس کتاب کے بعد دوسری کتاب ضمیمہ انجام آتھم میں علماء کو ان لفظوں میں مخاطب فرماتے ہیں۔

عبدالحق غزنوی مولوی محمد حسین بٹالوی مولوی احمد اللہ امرتسری یا مولوی ثناء اللہ امرتسری قسم کھانے سے اپنا تقوی دکھائیں مگر کیا یہ لوگ قسم کھالیں گے، ہرگز نہیں۔ کیونکہ جھوٹے ہیں اور کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھا رہے ہیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۲۵)

آپ کی ہر کتاب میں علماء کا ذکر اسی طرح ملتا ہے۔ اسی کتاب اعجاز احمدی کو سامنے رکھ لیجئے جو خاص مجھ کو مخاطب کر کے لکھی گئی تھی۔ یہ کتاب ۱۹۰۲ء کی مطبوعہ ہے۔ یعنی انجام آتھم کے چھ سال بعد طبع ہوئی تھی۔ اگر مرزا صاحب قادیانی اپنے ارادہ میں پختہ تھے تو آپ نے مجھے قادیان آنے کی دعوت کیوں دی تھی۔

پس الفضل مرزا صاحب کا دعوی انجام آتھم سے دکھا کر اپنی اور مرزا صاحب کی تصدیق کرے اور ہم سے سو روپیہ انعام پائے۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳۔ اکتوبر ۱۹۴۲ء)

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم اکتوبر نومبر ۲۰۰۰ء ص ۳۴۔۳۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا ثناء اللہ امرتسری کی خدمات (۴)

(۴۹)

ایک مرتبہ مرزا غلام احمد نے چیلنج دیا کہ کوئی مسلمان ان کے مدمقابل کسی سورہ یا چند آیات کی آمنے سامنے بیٹھ کر تفسیر لکھے۔، اس چیلنج پر مبنی ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کو ایک اشتہار تیار کیا جو ۲۲ جولائی کو شائع ہو کر مشتہر ہوا۔، اس اشتہار کا سرعنوان یہ تھا:

پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی جو سخت مکذب ہیں ان کے ساتھ ایک طریق فیصلہ، مع ان علماء کے جن کے نام ضمیمہ اشتہار ہذا میں درج ذیل ہیں۔

اور اس اشتہار میں چیلنج یہ تھا کہ لاہور میں جلسہ ہو، مرزا صاحب اور فریق مخالف بالمقابل بیٹھ کر سات گھنٹہ تک لکھیں گے، کوئی دوسرا شخص اشارے کنائے تحریر تقریر سے مدد نہیں دے سکے گا، کم از کم بیس ورق لکھے جائیں گے، کل عبارت عربی میں ہوگی، بعد اختتام مضمون ایک ایک نقل مطابق اصل بہ ثبت دستخط کامل فریق تحریر کنندہ کے دوسرے فریق کو دی جاوے گی، بعد از تحریر اپنا مضمون جلسہ عام میں سنایا جاوے گا، بعد ازاں کسی کو ترمیم اصلاح یا کمی بیشی کا اختیار نہ ہوگا،، بعد ازاں تین مولوی یعنی محمد حسین بٹالوی، مولوی عبدالجبار غزنوی اور مولوی عبداللہ پروفیسر لاہوری، ان تحریرات پر رائے زنی کریں گے اور ان کو تین مرتبہ کی حلف قدف محتاط کے ساتھ دے کر دریافت کیا جائے اور وہ رائے قطعی ہوگی، جو طبع کرا کر تقسیم بھی کی جاوے گی۔

(مہر منیر، ص ۲۲۴۔ تاریخ احمدیت ج ۳ ص ۱۳۷۔۱۳۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس اشتہار میں پیر مہر علی صاحب کے علاوہ ۸۶ لوگوں کو نام لے کر چیلنج کیا گیا تھا اور ناموں کی ترتیب ،حفظ مراتب کے لحاظ سے نہ تھی کیونکہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کا نام ۲۸ نمبر پر تھا، سید نذیر حسین کا نام ۳۱ پر، شیخ اللہ بخش تونسوی کا نام ۴۵ نمبر پر، مولانا بٹالوی کا نام ۵۲ نمبر پر، امام عبدالجبار کا اسم گرامی ۵۶ پر، حضرت مولانا گنگوہی کا نام ۶۵ نمبر پر، استاد پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیر کا نام ۷۱ نمبر پر تھا اور حضرت شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی کا نام سرے سے موجود ہی نہیں تھا۔

مرزائی کہا کرتے ہیں کہ اس چیلنج کے جواب میں مسلمانوں نے چپ سادھ لی تھی اور اول تو کوئی مقابلے پر نہ آیا اور جب ایک عرصہ تک ٹال مٹول کے بعد کوئی سامنے آیا تو ایسی شرائط پیش کر دیں جو عملاً مقابلے سے فرار تھا۔ اس دعوی کا جواب مولانا ثناء اللہ مرحوم امرتسری اپنی زندگی میں ایک مرزائی مضمون نگار (پیغام صلح لاہور ۱۲۔؟ دسمبر ۱۹۴۰ء) کو خطاب کرتے ہوئے یوں دیتے ہیں کہ

> آپ نے یہ نہیں بتایا کہ جن علماء کو مرزا صاحب نے اپنے بالمقابل تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا انہوں نے اس کا کیا جواب دیا۔ کیا وہ مرزا صاحب سے ڈر کر ہندوستان سے باہر چلے گئے تھے؟ یا صم بکم ہو کر بیٹھے رہے؟ ایسا ہرگز نہیں ہوا، کیونکہ ان مخاطبوں میں میرا نام بھی تھا اور پیر مہر علی صاحب گولڑہ والے بھی مخاطب تھے۔ میں نے مرزا صاحب کے اشتہار مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کے جواب میں ۲۶ جولائی ۱۹۰۰ء کو اپنی آمادگی کا اشتہار دیا۔ پیر صاحب نے تو یہاں تک آمادگی ظاہر کی کہ آپ حسب اعلان گولڑہ سے چل کر لاہور پہنچ گئے۔ پیر صاحب گولڑہ کی تشریف آوری کی تقریب پر علماء اسلام بھی لاہور جمع ہو گئے تھے۔ مولانا عبدالجبار غزنوی، مولوی محمد علی صاحب بھوپڑوی، قاضی عبدالاحد خانپوری، پیر جماعت علی شاہ علی پوری اور یہ خاکسار اور دوسرے علماء بکثرت شریک مجلس ہوئے۔ جب لوگ مرزا صاحب کا انتظار کرتے کرتے تھک گئے تو انہوں نے جامع مسجد لاہور میں ایک جلسہ منعقد کیا۔ مرزا صاحب کے چیلنج کو باقاعدہ قبول کیا گیا تھا مگر مرزا صاحب ہی مقابلے میں نہ آئے، کیوں نہ آئے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زاہد نہ داشت تاب جمال پری رخاں
کنجے گرفت و ترس خدارا بہانہ ساخت

(اہل حدیث امرتسر ۲۷ دسمبر ۱۹۴۰ء ص ۶۔۷)

ناظرین! مرزا صاحب تفسیر نویسی کا چیلنج دے کر میدان میں تشریف نہ لائے، وہ قادیان میں: زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد۔، کی عملی تصویر بن کر رہ گئے۔، اس واقعہ کی روئداد جو اس دور کے احناف نے شائع کی تھی (اور جسے مرزا فہیم اختر صاحب نے دور حاضر کے ایک بریلوی اہل علم کی مفصل تقدیم کے ساتھ برق مہریہ کے نام سے اچھرہ لاہور سے شائع کیا ہے) میں لکھا ہے:

باقی رہا مقابلہ، سو اس کا جانگداز خیال مرزا کو لاہور، دہلی، لدھیانہ وغیرہ مقامات کا وہ پرانا اور پر درد نظارہ کا سماں (جس میں اس کی خفت اور بے عزتی میں کوئی دقیقہ باقی نہ رہا تھا) دکھلاتا تھا۔، اس لئے مرزا نے لاہور تک آنا گوارا نہ کیا، (برق مہریہ۔ص ۳۸)

ادھر لاہور میں کئی دن تک مرزا غلام احمد قادیانی کا انتظار ہوتا رہا، آخر مایوس ہو کر مسلمانوں نے شاہی مسجد لاہور میں یک طرفہ جلسے کا اعلان کر دیا۔، برق مہریہ ہی میں لکھا ہے:

کہ آٹھ دس ہزار آدمی مسجد مذکورۃ الصدر (شاہی مسجد لاہور) میں جمع ہو گئے، جناب پیر مہر علی شاہ صاحب و دیگر مشائخ کرام و علماء عظام ساڑھے چھ بجے صبح کے تشریف لائے اور کاروائی جلسہ شروع ہوئی (برق مہریہ۔ص ۳۹)

سب سے اول مولوی محمد علی صاحب نے دربارہ عقائد مرزا قادیانی وعظ فرمایا کہ یہ یہ اس کے عقائد ہیں جو صریحاً مخالف قرآن کریم وسنت واجماع امت ہیں۔

اس کے بعد مولانا مولوی عبدالجبار صاحب بن مولوی عبداللہ صاحب مرحوم ومغفور غزنوی ثم امرتسری نے وعظ فرمایا جس کا ماحصل یہ تھا کہ رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے اقوال وافعال یہ تھے، پس شخص ان کے مطابق چلنے والا ہے وہ ان کا پیرو ہے اور جو شخص ان کے مخالف ہے وہ مرتد اور کافر ہے۔، چنانچہ مرزا غلام قادیانی کے افعال واقوال قطعاً مخالف سنت نبویہ وروش صحابہ کرام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں، اس لئے اہل اسلام کو اس سے بچنا چاہیے۔

ابوالوفا مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے مرزا کی تمام پیش گوئیوں کے غلط ثابت ہونے کے نسبت زبردست دلائل بیان فرمائے اور یہ بھی فرمایا کہ ایسے شخص کو مخاطب کرنا یا اس کی کسی تحریر کا جواب دینا بھی گویا علمائے کرام کی ہتک اور ان کی شان سے بعید ہے۔

ان کے بعد مولانا حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب سجادہ نشین نے عقائد مرزا کے متعلق تردید اور کچھ جناب پیر مہر علی شاہ صاحب کی تشریف آوری کی نسبت تائید انہایت عمدگی سے بیان فرمایا۔

ازاں بعد جناب مولانا مولوی مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی پروفیسر اورئینٹل کالج و پریذیڈنٹ انجمن حمائت اسلام لاہور نے چند آیات قرآن کریم و احادیث نبویہ اور نیز دلائل عقلیہ سے مرزا کے عقائد کی سخت تردید فرمائی

اور آخر میں حضرت پیر (مہر علی) صاحب نے دعائے خیر فرمائی اور تمام حاضرین نے آمین کے نعرے بلند کئے۔ (مہر منیر۔ص ۲۳۵۔۲۳۶۔ برق مہریہ۔ص ۳۸۔۵۰)

جلسہ کے اختتام پر علماء مشائخ کی طرف سے ایک مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا جس پر ۵۹ علماء کے دستخط ہیں، ان میں مولانا حافظ عبدالمنان وزیرآبادی، قاضی عبدالاحد خانپوری، مولانا عبدالحق غزنوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد علی واعظ، مولانا حافظ محمد حسین امام مسجد چینیا نوالی اور امام عبدالجبار غزنوی وغیرہ ھم نے دستخط کر کے تحریک ختمِ نبوت کے اس اولین دور کے کارکنوں میں اپنا نام لکھوایا۔

ناظرین! جلسہ لاہور کے کچھ عرصہ بعد مولانا ثناء اللہ امرتسری نے رد قادیانیت میں اپنی پہلی کتاب تصنیف فرمائی، اس کتاب کا نام: الہامات مرزا، رکھا۔ اور یہ پہلی مرتبہ ۱۹۰۱ء میں شائع ہوئی، اس کا تیسرا ایڈیشن ۱۹۰۴ء میں ۱۳۲ صفحات پر شائع ہوا۔ اس میں مرزا صاحب کے مقرر کئے ہوئے معیار پر ان کے صدق و کذب کو جانچا گیا ہے۔ اور اس میں مرزا صاحب کی درج ذیل پیش گوئیوں پر بحث کی گئی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متعلقہ ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی، متعلقہ پنڈت لیکھرام پشاوری، متعلقہ محمدی بیگم واحمد بیگ وسلطان محمد، متعلقہ مولانا محمد حسین بٹالوی، ملا محمد بخش لاہوری اور مولانا ابوالحسن تبتی، متعلقہ نشان آسمانی، معیادی سہ سالہ، متعلقہ طاعون پنجاب، متعلقہ حفاظت قادیان، مولانا ثناء اللہ امرتسری کے قادیان نہ جانے کی پیش گوئی اور عجیب پیش گوئی،

بعد کے ایڈیشنوں میں مولانا امرتسری نے مرزا غلام احمد قادیانی کی اپنی عمر سے متعلق پیش گوئی اور آخری فیصلہ کے عنوانات کو بھی اس میں شامل کر دیا۔ پہلے دوسرے اور تیسرے ایڈیشنوں میں جو مرزا صاحب قادیانی کی زندگی میں شائع ہوئے تھے، جواب دینے پر ۵۰۰، ۱۰۰۰ اور ۲۰۰۰ روپے کے انعامات کا اعلان کیا گیا تھا، لیکن قادیانی کیمپ میں اس معاملے میں خاموشی طاری رہی۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں کہ

> رد مرزائیت میں پہلا رسالہ الہامات مرزا میں نے بڑی محنت سے لکھا جو اتنا مقبول ہوا کہ بڑے بڑے مصنفوں نے اس کی عبارات اپنی تصنیفات میں نقل کیں۔، پنجاب کے پیر صاحب گولڑہ نے سیف چشتیائی میں، حیدر آباد دکن کے مولانا انوار اللہ مرحوم نے افادۃ الافہام میں الہامات مرزا سے فائدہ حاصل کیا، (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ مئی ۱۹۳۵ء)

ناظرین! الہامات مرزا کے متعلق مولانا ثناء اللہ امرتسری کی یہ تحریر ۱۹۳۵ء میں شائع ہوئی، اس میں انہوں نے واضح طور لکھا ہے حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف نے بھی اپنی کتاب سیف چشتیائی لکھتے ہوئے اس سے استفادہ کیا تھا۔، پیر مہر علی صاحب یا ان کے جانشین کی طرف سے کبھی اس کی تردید نہیں ہوئی۔، یہ حقیقت دور حاضر کے ان بزرگوں کے غور کے قابل ہے جو کہتے ہیں کہ

> غیر مقلدین نے بھی سیف چشتیائی کی بارگاہ علم میں سجود نیاز لٹائے ہیں، چنانچہ مولوی عبدالجبار غزنوی، مولوی ثناء اللہ امرتسری، مولوی عبداللہ معمار وغیرہ حضرات نے قادیانی سے ہتھ جوڑی صرف سیف چشتیائی کے فیض سے کی۔، (برق مہریہ، تقدیم۔ص ۱۷)

یعنی پیر مہر علی صاحب تو اپنی کتاب تالیف کرتے ہوئے مولانا ثناء اللہ امرتسری سے فیض حاصل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں اور پیر صاحب کے معتقدین الٹا مولانا امرتسری کو پیر صاحب کی کتاب سے فیض حاصل کر کے قادیانی کا مقابلہ کرتا ہوا دکھاتے ہیں۔

خیر اس بات کو کسی اور موقع کے لئے چھوڑ کر ہم آگے بڑھتے ہیں۔، بات مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تصانیف در تردید قادیانیت ہو رہی ہے۔، آپ نے پہلی کتاب الہامات مرزا کے نام سے لکھی اور دوسری کتاب ہفوات مرزا ہے جو ۱۰ صفحات پر مشتمل کلکتہ سے شائع ہوئی۔، اس میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کچھ عقائد اور تناقضات بیان کئے گئے ہیں اور بدلائل ثابت کیا گیا ہے کہ اس قسم کے اختلافات کا رونما ہونا ایک نبی سے ممکن نہیں۔، یہ رسالہ پہلی مرتبہ الہامات مرزا کی اشاعت اول کے فوراً بعد شائع ہوا تھا، دوسری بار ۱۹۰۴ء میں شائع ہوا۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے رد قادنیت کے موضوع پر اور بھی بہت سی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں لیکن وہ مرزا کی وفات کے بعد کی ہیں۔، اس لئے ان کا ذکر کسی اور موقع کے لئے چھوڑتے ہوئے ہم آگے بڑھتے ہیں اور آپ کے جاری کردہ ہفت وار اہل حدیث کے ذکر کی طرف آتے ہیں۔

ہفت روزہ اہل حدیث ۲۳ شعبان مطابق ۱۳ نومبر ۱۹۰۳ء کو جاری ہوا۔، اس کا آخری شمارہ ۱۳ رمضان ۱۳۶۶ھ مطابق یکم اگست ۱۹۴۷ء کو شائع ہوا۔، درمیان میں ایک بار حکومت پنجاب نے اس کی ضمانت ضبط کر لی اور آئندہ کے لئے دو ہزار کی ضمانت کا مطالبہ کیا گیا۔، اس طرح ۱۹ دسمبر ۱۹۱۳ء سے ۱۰ اپریل ۱۹۱۴ء تک اس کی اشاعت بند رہی اور ضمانت جمع کروانے پر دوبارہ شروع ہوئی۔، ان تین مہینوں میں آپ نے گلدستہ ثنائی اور مخزن ثنائی کے نام سے پندرہ روزہ کل چھ پرچے شائع کئے۔، بعد میں دو مرتبہ چند ہفتوں کے لئے پریس کی تبدیلی کے باعث اس کی اشاعت کا ناغہ ہوا لیکن اس دوران بھی آپ گلدستہ ثنائی کے عنوان سے قارئین کی ضیافت طبع کا اہتمام کرتے رہے۔

اخبار اہل حدیث کے ذریعے آپ کتاب وسنت کی ترویج کرتے رہے، ادیان باطلہ سے برسر پیکار رہے۔ ہندوؤں اور عیسائیوں وغیرہ سے معرکے ہوتے رہے اور قادیانیوں کی سرکوبی اس کا شعار بنا رہا۔، یہ اخبار اسلام کا داعی اور تحریک اہل حدیث کی پاسبانی کرتا رہا۔، مرزا غلام احمد کی اس بھرپور انداز میں آپ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس اخبار کے ذریعے تردید کی کہ وہ چیخ اٹھا اور اپنے اشتہار آخری فیصلہ کے ذریعے اپنا مقدمہ خدا تعالیٰ کے حضور لے جانے پر مجبور ہو گیا۔ اس بات کی شہادت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اشتہار میں اس کے یہ الفاظ ہیں:

آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب وتفسیق کا سلسلہ جاری ہے، ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچہ میں مردود کذاب دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں، میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی موت کے بعد بھی یہ اخبار اگست ۱۹۴۷ء تک قادیانیت کی تردید میں مصروف رہا اور قادیانی مشن کے عنوان سے لکھے جانے والے مضامین قارئین کی ضیافت طبع کا باعث بنتے رہے۔

ناظرین! اخبار اہل حدیث نے رد قادیانیت کے سلسلہ میں جو قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں اس کا ایک لحاظ سے اعتراف مرزائیوں کو بھی ہے، جیسا کہ مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر احمد نے ایک مرتبہ لکھا:

مولوی ثناء اللہ صاحب کی مخالفت دن بدن اور بھی تیز ہوتی گئی اور حضرت مسیح موعود کے آخری ایام میں تو وہ گویا ایک طرح مخالفانہ تحریک کے لیڈر بن گئے اور ان کا اخبار اہل حدیث امرتسر سلسلہ احمدیہ کے خلاف تحقیر آمیز پراپیگنڈے سے بھرا ہوا ہوتا، اس پر حضرت مسیح موعود (مرزا) نے ۱۹۰۷ء کو مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق ایک اشتہار شائع کیا جس میں لکھا کہ لمبی قیل وقال سے کیا حاصل ہے، فیصلہ کی آسان صورت یہ ہے کہ...

میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ ہم دونوں سے جو فریق جھوٹا ہے خدا اسے سچے کی زندگی میں ہلاک کرے، (سلسلہ احمدیہ مطبوعہ قادیان ۱۹۳۹ء ص ۱۳۵ منقول از القول الفصیح ۳۶۔۳۷)۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری اخبار اہل حدیث کے ذریعے قادیانیت پر نظر رکھتے تھے، جیسا کہ مولانا صفی الرحمٰن اعظمی لکھتے ہیں کہ ہفتہ بھر میں جو کچھ قادیانیوں کی طرف سے شائع ہوتا تھا مولانا امرتسری اس کی قلعی کھولتے۔ اس سلسلے نے اہل اسلام کو زبردست فائدہ پہنچایا، خصوصاً ۱۹۰۴ء کے طاعون کے سلسلہ میں مرزا صاحب اور ان کی امت کے پھندے اس طرح چاک ہوئے کہ وہ اپنی ساری تگ ودو اور حرفت بازیوں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باوجود کوئی قابل ذکر کامیابی حاصل نہ کر سکے۔

مولانا صفی الرحمٰن نے اپنی اس تحریر میں طاعون کا ذکر کیا ہے جو برصغیر میں ۱۹۰۴ء میں پھیلا ،مرزا صاحب نے اسے اپنی صداقت کا نشان قرار دیا تھا اور جانبین سے اشتہار بازی ہوتی رہی۔، جوں ہی کوئی طاعون سے مرتا، مرزا صاحب فرماتے کہ میری تکذیب کے باعث اس پر طاعونی موت وارد ہوئی ہے اور وہ کہتے تھے کہ جب تک لوگ انہیں مان نہیں لیں گے، طاعون دور نہیں ہوگا،

مولانا ثناءاللہ امرتسری ردمرزا میں مصروف رہے اور جب مرزا صاحب مر گئے اور طاعون بھی ختم ہو گیا تو انہوں نے ایک مرتبہ لکھا:

> آج کل ہمارے ملک پنجاب میں خصوصاً اور ہندوستان میں عموماً طاعون بفضلہٖ تعالیٰ معدوم ہے، نہ کسی اخبار میں طاعون کا ذکر ہوتا ہے نہ سرکاری رپوٹوں میں، (للہ الحمد) اب سنئے، اپنے مجدد ،اپنے نبی و رسول جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا قول خدا نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا جب تک لوگ ان خیالات کو دور نہ کر لیں جو ان کے دلوں میں ہیں ،یعنی جب تک وہ خدا کے مامور اور رسول (یعنی خود بدولت) کو نہ مان لیں ،تب تک طاعون دور نہیں ہو گا، (رسالہ دافع البلاء ص ۵)پس ہمارا سوال (قادیانیوں سے) یہ ہے کہ ہندوستان کے سب باشندوں نے کیا رسول قادیانی کو مان لیا؟ اگر نہیں مانا تو کیا قادیان کے لوگوں نے مان لیا؟ ہاں یہ بھی بتا دیجئے کہ پنجاب کے احرار بھی مرزا صاحب کی رسالت پر ایمان لے آئے؟ اگر لے آئے تو پھر کیوں ہر جمعہ کو خطبہ ان کے نام کا پڑھا جاتا ہے؟ صاف صاف جواب دو اور ایمان سے بتاؤ کہ عذاب بقول تمہارے نبی اور رسول (مرزا صاحب) کے انکار کی وجہ سے آیا تھا، وہ اسی انکار پر اصرار کرنے سے کیسے ہٹ گیا اور اس قول مرزا کے کیا معنی ہیں جو ہم نے اوپر نقل کیا۔، واقعات سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ الہام بھی غلط ہے اور صاحب الہام بھی۔
>
> (اہل حدیث امرتسر ۲۱ فروری ۱۹۳۶ ءص ۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قارئین! طاعون کی بات بھی کسی اور موقع کے لئے چھوڑ کر ہم آگے بڑھتے ہیں، اور بتاتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کی زندگی میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ردقادیانیت کے سلسلہ میں اہل حدیث کے علاوہ ایک اور اخبار بھی جاری فرمایا تھا جس کا نام مرقع قادیانی ہے، اس کی اشاعت کا پس منظر یوں ہے:

۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جب اپنی طرف سے یک طرفہ دعا والا اشتہار جاری کیا تو مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے اہل حدیث امرتسر کے ۲۶۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے شمارے میں اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا:

چونکہ قادیانی کرشن کا فتنہ بہت بڑھتا جاتا ہے اور اخبار (اہل حدیث) میں اتنی گنجائش نہیں کہ اس کے تمام متعلقات کو درج کیا جائے، اس لئے مدت سے خیال تھا کہ اس معاملہ کا کسی احسن صورت میں فیصلہ کیا جاوے۔، خاکسار ایڈیٹر کی رائے میں رسالہ ماہواری بہت اچھا ہے، سردست رسالہ ۱۶ صفحات پر ہوگا، ناظرین اپنی اپنی آراء سے اطلاع بخشیں اور نام بھی تجویز کریں،

(ملخص از ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ اپریل ۱۹۰۷ء ص ۸)

اور ۳ مئی ۱۹۰۷ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں آپ نے لکھا کہ

مرزا قادیانی کا فتنہ روز بروز ترقی پر ہے اس کا تعاقب کرنا بہت ضروری ہے، ۔اہل حدیث میں اس کے پورے تعاقب کے لئے جگہ نہیں ہوتی، نیز اہل حدیث کے بہت سے خریدار اس بحث سے دلچسپی نہیں رکھتے کیونکہ ان علاقوں میں یہ وبا نہیں، اس لئے ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ ایک مستقل رسالہ خاص اسی موضوع کے لئے الگ جاری کیا جائے، چنانچہ وہ ارادہ خیال سے عزم بالجزم تک پہنچ چکا ہے، اس لئے اس کا نام بھی مرقع قادیانی تجویز ہوا ہے،

پھر ۱۰۔ اور ۱۷ مئی کے اہل حدیث کے شماروں میں مجوزہ اخبار کے بارے میں تجاویز اور درخواستیں وصول ہونے کے اعلان شائع ہوئے، ۳۱ مئی ۱۹۰۷ء کے اہل حدیث کے ذریعہ ناظرین کو مرقع قادیانی کے حسب وعدہ شائع ہونے کی خوشخبری سنائی گئی، چنانچہ یکم جون ۱۹۰۷ء کو اس کا پہلا شمارہ شائع ہوا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مئی ۱۹۰۸ء میں مرزا غلام احمد صاحب اس دنیا سے چل بسے تو اس رسالہ کی چندان ضرورت نہ رہی، اس لئے اکتوبر ۱۹۰۸ء کے بعد اس کی اشاعت ختم کردی گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر ضرورت کے پیش نظر اپریل ۱۹۳۱ء میں اس کی اشاعت کا اہتمام کیا، لیکن اپریل ۱۹۳۳ء کے شمارے کے بعد پھر بند کردیا۔

پہلے دور کے سترہ مہینوں میں تیرہ شمارے شائع کئے، ان میں سے چار شمارے دوگنا حجم کے تھے۔ ان تیرہ شماروں میں مولانا نے ۲۵ سے زائد عنوانات کے تحت قادیانی مذہب وتحریک پر گفتگو کی۔ آپ کے یہ مضامین ۲۲۶ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں، ان شماروں میں دوسرے اہل علم نے بھی مضامین بھی لکھے ہیں جو ۸ عنوانات پر ۴۵ صفحات پر محیط ہیں۔ اور اس دور میں آپ کے شاگردوں خصوصاً مولانا عبداللہ معمار اور مولانا حبیب اللہ کلرک کے مضامین بھی شامل ہیں۔

(منقول از القول الفصیح، مولانا داؤد ارشد، نارنگ منڈی ۱۹۸۸ء۔ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری از مولانا فضل الرحمٰن بن میاں محمد، دار الدعوۃ السّلفیہ لاہور جون ۱۹۸۷ء اور فتنہ قادیانیت از مولانا صفی الرحمٰن اعظمی، بنارس ۱۹۷۹ء)

قارئین! مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زندگی میں چند زلزلے بھی آئے اور انہوں نے چند زلزلوں کی پیشگوئی بھی فرمائی۔ مرزا غلام احمد صاحب ان زلزلوں کو اپنی صداقت کے نشانات قرار دیتے تھے، جبکہ مولانا ثناء اللہ امرتسری ان سے مرزا صاحب قادیانی کا کذب ثابت کرتے تھے، یہ داستان بہت طویل ہے اور آج ہم آپ کو اس کی ہلکی سی جھلک دکھاتے ہیں۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

> مرزا صاحب بڑے ہوشیار اور زمانہ شناس تھے، آپ کی امت بھی اسی قدر ہوشیار ہے کوئی موقع نہیں چوکتے۔ جونہی دنیا میں کوئی حادثہ ہوا انہوں نے سر اٹھایا اور فوراً اعلان کردیا کہ ہمارا دعویٰ ثابت، چاول سفید ہوں یا سرخ، زمین بہرحال گول، ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء سے ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء تک ہندوستان میں تین سخت زلزلے آئے، ان تینوں زلزلوں کو مرزا اور امت مرزا نے اپنے صدق کی دلیل بتایا۔
>
> پہلے زلزلہ (اپریل ۱۹۰۵ء) کے وقت مرزا صاحب خود زندہ تھے، انہوں نے اسی روز (۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۔اپریل) ہی کو ایک طویل اشتہار دیا جس میں بھوائے تو جان نہ جان میں تیرا مہمان، کھینچ تان کر اپنے الہاموں سے زلزلہ کی پیشگوئی ثابت کی جس کا جواب اسی زمانہ میں اہل حدیث مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۰۵ء میں دیا گیا۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۔اگست ۱۹۳۵ء)

اس کے بعد مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اس شمارے میں اپنا پرانا مضمون شائع کیا ہے، جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زندگی میں مرزا کو مخاطب کر کے آپ نے لکھا تھا، مضمون یوں ہے:

خدا کی شان جب بھی ملک میں کوئی آفت بندوں کی شامت اعمال سے آتی ہے ہمارے کرشن جی مہاراج (مرزا قادیانی) اس کو اپنی ہی بدولت قرار دیتے ہیں، گویا وہ اسی طاق میں رہتے ہیں کہ کہیں نہ کہیں سے کوئی بری آواز آئے تو احمقوں کی آنکھوں میں مٹی ڈالنے کا موقع ان کو ملے، اسی لئے ہم نے اہل حدیث مورخہ ۷ اپریل ۱۹۰۵ء میں اندیشہ ظاہر کیا تھا کہ دیکھیں قادیانی کرشن جی اپنے الہامی تھیلے (براہین احمدیہ) سے زلزلہ کی بابت کون سا الہام بتائیں گے،۔ چنانچہ ۴۔ اپریل کے بھونچال کی بابت بھی آپ نے ایک اشتہار الدعوۃ دیا ہے جس میں لکھتے ہیں کہ یہ زلزلہ میرے مکذبوں کی سزا ہے اور میں نے براہین احمدیہ میں یہ پیش گوئی لکھی ہوئی ہے۔ اور اشتہار الوصیت میں جو اخبار الحکم ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء میں شائع ہوا ہے میں نے لکھ دیا تھا کہ مجھے الہام ہوا کہ موتا موتی لگ رہی ہے اور مجھے دکھایا گیا ہے کہ ملک عذاب الٰہی سے مٹ جانے کو ہے، نہ مستقل سکونت امن کی جگہ رہے گی نہ عارضی سکونت، مقاموں پر اور عارضی سکونت گاہوں پر آفت آئے گی۔

(مولانا امرتسری کہتے ہیں) مگر افسوس ہے کہ ابھی تک دنیا میں دانا اور محقق موجود ہیں۔ سارا اشتہار الوصیت ہمارے پاس موجود ہے اس میں عبارت مذکورہ کے ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہوا ہے: یعنی طاعون کی وبا ہر جگہ طور پر پڑے گی اور سخت پڑے گی۔، یہ فقرہ صاف بتا رہا ہے کہ آپ کا اشتہار الوصیت طاعون کی خبر دیتا ہے نہ کہ بھونچال کی۔ لیکن جب آپ نے دیکھا کہ بھونچال سخت آیا ہے تو اس کو بھی نعمت غیر مترقبہ جان کر فوراً اشتہار دے دیا کہ میں نے پہلے ہی براہین احمدیہ کہہ دیا تھا۔، کوئی پوچھے کیا کہا تھا؟ کہاں کہا تھا؟ کوئی نشان نہیں، کیا کوئی کرشن پنتھی ہم کو الہامی تھیلا (براہین احمدیہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

) سے وہ الفاظ بتلا سکتا ہے جو اس زلزلہ کے متعلق کرشن جی نے کہے ہیں۔

پھر لکھتے ہیں کہ مارچ کے مہینے میں مجھے خدا نے بذریعہ وحی کے بتلا دیا تھا کہ مکذبوں کو ایک نشان دکھایا جاوے گا۔، خدا نے مکذبوں کو ایک نشان دکھایا ہے۔، کون پوچھے کہ (بقول الحکم قادیان مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء ص ۹) کرشن جی کے خطرناک دشمن امرتسری میں خاندان غزنویہ، مولوی احمد اللہ صاحب اور یہ خاکسار ہیں۔ بٹالہ میں جناب مولوی محمد حسین صاحب ہیں۔، لیکن یہ کس قدر آپ کے حق میں افسوس کا مقام ہے کہ سب کے سب خطرناک دشمن بلکل بخیر و عافیت ہیں۔ لیکن بجائے اس کے گورنمنٹ کے اعلیٰ افسر یورپین اور فوج بہا گسو میں زلزلہ کی بھینٹ چڑھی۔ تو بتلاؤ یہ نشان مکذبوں کو دکھایا گیا۔، ہاں یاد آیا گورنمنٹ انگریزی وہی تو ہے جس کو آپ رسالہ راز حقیقت میں اولوالامر قرار دے کر اپنے مریدوں کو حکم دیتے ہیں کہ انگریزی گورنمنٹ کو اپنا اولوالامر سمجھ کر اطاعت کریں۔، پس بتلاؤ ایسی مکذب گورنمنٹ کو اولوالامر قرار دینا منافقانہ خوش آمد تو نہیں؟ کیا ہی لطیفہ ہے کہ مکذبوں کو نشان دکھانے کو بھونچال آوے مگر خود بدولت پر بھی اس کا یہ اثر ہوا کہ آپ اپنا پختہ مکان چھوڑ کر جنگل میں ڈیرہ ڈالے بیٹھے ہیں۔، کیوں نہ ہو، آخر خوف ہوگا کہ نشان دکھاتے دکھاتے خود بھی نہ دیکھ لیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴۔اپریل ۱۹۰۵ء)

ناظرین! یہ واقعہ اور مولانا کی تحریر مرزا کی زندگی سے تعلق رکھتا ہے، اس لئے ہم نے اسے یہاں نقل کر دیا ہے۔، زلزلوں کے بارے میں جو کچھ مرزا کی موت کے بعد لکھا جاتا رہا ہے وہ ہم کسی آئندہ نشست میں نذر قارئین کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم جنوری ۲۰۰۱ء ص ۲۹۔۳۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا صراط مستقیم کی پالیسی بدل گئی ہے؟

مولانا ثناء اللہ سیالکوٹی (سابق امیر مرکزی جمیعت اہل حدیث برطانیہ)

یہ سوال دیو بندی مکتب فکر کے مشہور عالم دین ماہنامہ الفرقان کے ذمہ دار مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی صاحب نے جمیعت اہل حدیث برطانیہ سے متعلق احباب سے پوچھا ہے۔

مولانا محترم سے غائبانہ تعارف اس وقت ہوا جب انہوں نے ڈاکٹر ابو معاذ طارق صاحب کے ایک مضمون کا تعاقب کرتے ہوئے صراط مستقیم کے اڈیٹر مولانا محمود احمد میر پوری ؒ کو ایک مفصل خط لکھا جو شائع بھی ہوا تھا۔ پھر گاہے گاہے ان کے مضامین روز نامہ جنگ لندن اور دیگر رسائل میں پڑھنے کا اتفاق ہوتا رہا۔ پھر ان کی ایک علمی اور تحقیقی کتاب، واقعہ کربلا اور اس کا پس م نظر، پر تبصرہ کرنے کا شرف بھی حاصل ہوا ۔مولانا محترم سے ابھی تک بالمشافہ ملاقات نہیں ہوئی لیکن ان کی شخصیت علمیت کا تصور ذہن میں مرتسم ہے وہ بڑے سنجیدہ فکر، حالات حاضرہ پر نظر رکھنے والے، اختلافی مسائل پر عمدہ پیرائے میں لکھنے والے عالم دین ہیں مگر کچھ عرصہ سے جماعت اہل حدیث کے خلاف ان کے بیانات پڑھ کر دل کو بڑا دھچکا لگا اور اس نظریہ کو بڑی ٹھیس پہنچی جو ان کے بارے میں قائم تھا۔۔ پھر ایک پمفلٹ، اہل حدیث عوام کی عدالت میں ایک مقدمہ ، پڑھ کر دکھ کا احساس اپنی انتہاء کو چھونے لگا۔ انہوں نے دیو بندی مکتب فکر کا کیس انتہائی چابک دستی سے جانبدارانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ پھر قاضی صاحب کا رول ادا کرتے ہوئے انہوں نے جماعت اہل حدیث کو مورد الزام ٹھہرایا، انہوں نے دیو بندی مکتب فکر کے بزرگوں کے خلاف صراط مستقیم کی موجودہ تبدیلی پر بھی بڑے دکھ کا اظہار کیا۔ انہوں نے تحریک ختم نبوت کا آغاز، مضمان پر بھی برہمی ظاہر کی کہ ایک علمی مضمون نے ۱۹۹۶ء میں اچانک اپنا روٹ کیوں بدل لیا؟،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جی تو نہیں چاہتا تھا کہ اس وقت جب کہ امت ایک نازک دور سے گزر رہی ہے اور مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کی فضا اور حالات برقرار رکھنا بہت ہی زیادہ ضروری ہو گیا ہے، ایسے موقع پر کوئی ایسی بات کہی جائے جس سے اتحاد امت کی یہ فضا مکدر ہو، لیکن مولانائے محترم اور ان کے ہم مکتبہ فکر مختلف لوگوں کے مسلسل یک طرف بیانات نے ہمیں مجبور کر دیا کہ ہم اظہار حقیقت کے طور پر تصویر کا دوسرا رخ بھی ضروری حد تک پیش کر دیں ورنہ یک طرف بیانات سے غلط فہمیاں اور شکوک وشبہات جس تیزی سے پھیلتے ہیں اس کا اندازہ ان پیغامات اور فون کالز سے لگایا جا سکتا ہے جو مجھے اور میرے رفقاء کار کو موصول ہوتے رہے۔ اور ان حقائق کا اظہار بھی صرف اس لئے کیا جا رہا ہے تا کہ ہم ایک دوسرے سے زیادہ دور نہ ہوں اور نہ ہی قریب آئیں تو اس طرح کہ ذہن و دماغ ایک دوسرے سے کھنچے ہوئے ہوں۔

مولانا محترم! ادارہ صراط مستقیم کی، پالیسی نہیں بدلی نہ ہی جماعت کے احباب کے خیالات بدلے ہیں۔ جب جماعت اہل حدیث کے خلاف مہم تیز ہو جاتی ہے، ان پر طرح طرح کے الزامات کی بارش شروع ہو جاتی ہے انہیں بدنام، کرنے کے حربے اختیار کئے جاتے ہیں ان کے بزرگوں کو کوسا جاتا ہے تو پھر مجبوراً اپنے دفاع کے لئے کچھ قدم اٹھانا پڑتا ہے۔ آپ ماشاء اللہ ایک رسالے کے ذمہ دار ہیں اس لئے تمام مکاتب فکر کے رسائل آپ کی نظر سے گزرتے ہوں گے خصوصاً دیوبندی مکتب فکر کے رسالوں پر تو آپ کی کڑی نظر ہو گی، اگر وہ رسالے آپ نے پڑھے ہیں تو پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی کہ یہ تبدیلی کیوں آئی، ہمارا حسن ظن ہے وہ چبھتے ہوئے سوالات، جوابات آپ کی نظر سے نہیں گزرے ہوں گے وگرنہ آپ کا کیس بھی خود دیوبندی مکتب فکر کی عدالت میں پیش کرتے ہمیں تو ایسا نظر آتا ہے کہ کچھ علماء کرام اہل حدیث جماعت کو بدنام کرنے کے لئے حیلے بہانے تلاش کرتے رہتے ہیں ان کے خلاف کوئی نہ کوئی محاذ قائم ہی رکھا جائے تا کہ انہیں ان مسائل ہی میں الجھائے رکھا جائے۔

مولانا محترم! ہم آپ کی توجہ کے لئے بادل نخواستہ چند سوالات و جوابات دہرا دیتے ہیں تا کہ آپ کو پتہ نچل جائے کہ ٹریفک ون وے نہیں رہی۔ مانچسٹر سے ماہنامہ الہال، مولانا خالد محمود صاحب کی زیر سرپرستی اور حافظ محمد اقبال رنگونی صاحب کی ادارت میں شائع ہوتا رہا۔ اس میں کئی مضامین مسائل اہل حدیث جماعت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے خلاف ہی ہوتے تھے۔۱۹۹۴ء کے ایک رسالہ میں مولانا خالد محمود صاحب سے بیس سوالات کسی سائل نے کئے۔سوالات سے لگتا تھا کہ خودساختہ ہیں۔پھران کے جوجوابات مولانا خالد محمود صاحب نے دیئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

اہل حدیث ایک بدعتی فرقہ ہے۔سعودی عرب سے ان کے تعلقات تیل نکلنے کے بعد استوار ہیوئے ہیں عدم تقلید ہی کی وجہ سے کاذبین نبوت،منکرین حدیث ہوئے ہیں۔دوسرے الفاظ میں انہیں پہلے اہل حدیث ہونا پڑتا ہے۔اہل حدیث کوئی مکتب فکرنہیں،یہ محدثین کا نام ہے۔نیز اہل حدیث،اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں کیونکہ اہل سنت صرف چاراماموں کی تقلید کرنے والے کہا جاتا ہے۔،

تقریباً یہ بیس سوالات اہل حدیث کے خلاف تھے۔کیا یہ بہتر نہ تھا کہ اگر جماعت اہل حدیث کے بارے میں یہ سوالات تھے تو ان کے جوابات بھی اہل حدیث ہی دیتے۔انہیں وکالت کی کیا ضرورت تھی۔ مولانا عبدالہادی صاحب نے،خودساختہ علامہ کے خودساختہ سوال وجواب،مضمون لکھا۔پھر راقم الحروف نے ، قصوراپنا نکل آیا،مضمون لکھا۔جلد۱۶شمارہ۵۵، ۱۹۹۵ءصراط مستقیم۔حافظ صاحب نے،قصوران کا نکل آیا، لکھا۔ان سوالات کے جواب ڈاکٹرصہیب حسن صاحب سے بھی طلب کئے۔ہم نے فیصلہ کیا کہ اس بحث کوختم کردینا چاہیےاور پھر ہماری طرف سے خاموشی ہوگئی۔

اس کے بعد جب،تحریک ختم نبوت کا نقطہ آغاز،مضمون شائع ہونا شروع ہوا کہ مرزا صاحب کوسب سے پہلے کافر کہنے والے اہل حدیث علماء تھے،کفر کا فتوی انہوں نے لگایا تھا جو اشاعت السنہ میں شائع ہوا،اس پر دستخط کرنے والے بھی اکثر اہل حدیث تھے

صراط مستقیم کے صفحات گواہ ہیں اور حالیہ آپ کی تحریر اس بات کا بین ثبوت ہے کہ تحریک ختم نبوت کے حوالے سے شائع کئے جانے والے مضامین کوہم نے انتہائی مثبت انداز دیا ہوا تھا ہماری قطعاً یہ نیت نہ تھی اور نہ ہی اب ہے کہ امت مسلمہ کے علماء کرام پر بے جا تنقید کی جائے یا ان کے مقام ومنصب کا لحاظ رکھے بغیر ان کا ذکر ہو،نہ ہی ہم نے اس موضوع کے حوالے سے کسی اور فریق کی اس فائل کوکھولنے کا پروگرام ترتیب دے رکھا تھا جس کوآپ حضرات کی چھیڑخانی نے کھولنے پر مجبور کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بہر حال ختم نبوت کے حوالے سے جب ہم نے انتہائی مثبت انداز میں تاریخ اہل حدیث مرتب کرنے کی کوشش کی تو علماء دیوبند کی نگاہوں میں ہمارا یہ اقدام ایک ایسی جسات بن گیا جو ناقابل معافی تھا۔ یعنی جمیعت (اہل حدیث) کو یہ استحقاق حاصل نہیں تھا کہ وہ اپنی تاریخ مرتب کرے، کیونکہ موجودہ علماء دیوبند کی تقاریر اور بیانات کے مطابق تحریک ختم نبوت پر بلاشرکت غیرے ان ہی کا حق ہے۔ ممکن ہے یہ جملہ آپ بھی اپنے علماء سے اکثر سنا ہوگا کہ

یہ تحریک مولانا امداد اللہ مہاجر مکی کی الف سے شروع ہو کر مولانا محمد یوسف بنوری کی ی پر مکمل ہوئی۔،

یعنی الف سے ی تک صرف علماء دیوبند کا کارنامہ ہے۔

اور جب ہمارے اس مضمون کے ذریعہ حقائق سامنے آنے لگے تو توپ کے دہانوں کی طرح قلم بھی کھلتے چلے گئے۔ الزام تراشیوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا حتی کہ الہلال کا خصوصی نمبر شائع کیا گیا جس کی پہلے تشہیر بھی کی گئی کہ ان سوالات کے جوابات دیئے جائیں گے۔ سوالات آپ بھی ملاحظہ فرمالیں:

۱۔ مرزا غلام احمد کی کتاب (براہین احمدیہ) کی مدح وتوصیف میں کون سے اہل حدیث بزرگ سب سے آگے تھے؟

۲۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا نکاح کس جماعت کے شیخ الکل نے پڑھایا تھا۔

۳۔ لدھیانہ کے علماء نے جب مرزا قادیانی پر کفر کا فتوی دیا تو اہل حدیث عالم نے ان کی کس طرح تردید کی؟

۴۔ مرزا بشیر الدین کے ہاتھ پر کس اہل حدیث بزرگ کے صاحبزادوں نے بیعت کی تھی؟

۵۔ مرزا بشیر الدین سے کس اہل حدیث عالم نے درخواست کی تھی کہ قادیان میں وہ تراویح پڑھائیں گے؟

۶۔ جب بہاولپور میں نکاح قادیانی پر تاریخی مقدمہ چل رہا، اس وقت کس اہل حدیث عالم نے کس نکاح کے جواز کا فتوی دیا تھا؟

(جلد ۱۰۔ شمارہ ۱۲۔ الہلال مانچسٹر۔ دسمبر ۱۹۹۶ء)

مولانا محترم! آپ ان بیس سوالات، پھر چھ سوالات کو پڑھیں اب آپ ہی بتائیں ان حالت میں کیا کرنا چاہیے۔ آپ ایک قاضی کی حیثیت سے فیصلہ کریں، کیا خاموشی اختیار کرنی چاہیے تھی یا جیسا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے الہلال کا خصوصی نمبر نکالا تھا ہم بھی صراط مستقیم کا خصوصی نمبر نکالاتے۔ان سوالات کے جوابات دیئے جاتے۔اس خصوصی نمبر پر بحث ہوتی۔مگ ہم نے فیصلہ کیا کہ بجائے خصوصی نمبر نکالنے کے ضمنی طور پر ان سوالات کے جوابات دیئے جائیں۔ چنانچہ ڈاکٹر بہاء الدین صاحب نے ضمنی طور پر ان سوالات کے جوابات دینے شروع کئے۔اس میں جہاں دیوبندی مکتب فکر کے علماء کا تذکرہ آیا ہے تو کچھ آئینہ دکھانے کے لئے ، وہ بھی دلائل کے ساتھ، تاکہ بتایا جائے جو اعتراضات آپ اہل حدیث علماء پر کرتے ہیں وہی اعتراضات آپ کے مکتب فکر کے علماء پر بھی کئے جاسکتے ہیں

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

مولانا مکرم آپ غور فرمائیں یہ تبدیلی صراط مستقیم میں اچانک نہیں ہوئی بلکہ تسلسل کے ساتھ جماعت اہل حدیث اوران کے اکابرین کو بدنام کرنے کے نتیجے میں ہوئی ہے۔آپ نے اپنی حالیہ تحریر میں جہاں غیر محسوس طریقے سے جمیعت کے علماء اورعام اراکین میں فرق تسد .Divide and Rule..جیسی پالیسی اپنانے کی کوشش کی وہ کسی بھی شکل میں آپ کے شایان شانہیں۔ جہاں تک اہل حدیث عوام کا تعلق ہے بحمد اللہ کہ وہ اپنے علماء کے ساتھ متحد ومتفق ہیں ہم جو بھی فیصلے کرتے ہیں مجلس شوری اور مجلس عاملہ کے اجلاس میں پیش کرتے ہیں پھران پر بحث ہوتی ہے کیونکہ جماعت اہل حدیث برطانیہ ایک باقاعدہ رجسٹرڈ جماعت ہے جس کا اپنا لائحہ عمل اور تنظیمی ڈھانچہ ہے۔اس کے اپنے صدر اور ذیلی دفاتر ہیں یہ ان جماعتوں کی طرح نہیں کہ جن کا نہ کوئی تنظیمی ڈھانچہ ہے نہ کوئی صدر دفتر اور نہ ہی کوئی لائحہ عمل۔ بلکہ اخباری بیانات۔اور برمنگھم میں آپ کی زیر سرپرستی ہونے والے ایک اجتماع کے حوالے سے آپ ہی کے ایک مشہور مولانا سے گفتگو ہوئی تو انہوں نے بہت سے نام لے کر کہا کہ فلاں اور فلاں کا نہ جماعت سے تعلق ہے اور نہ ہی وہ دیوبندی علماء کی نمائندگی کرتے ہیں۔البتہ ہم سے ان کا تعلق صرف اتنا ہے کہ فقہی طور پر وہ اور ہم ایک ہی مکتبہ فکر سے وابستہ ہیں۔ویسے اس سال رمضان کے آغاز میں رویت ہلال کے سلسلہ میں دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء کے مختلف اور متضاد بیانات اوراسلوب وبیان کی تیزی جو اخبار جنگ میں چھپتی رہی یقیناً آپ کی نظر سے گزری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوگی جو جماعت کے تنظیمی ڈھانچہ کو سمجھنے کے لئے کافی ہے

اس طرح اہل حدیث عوام کو ہماری ساری باتوں کا علم ہوتا ہے پھر بھی بعض باتیں پڑھ کر اگر ان کے دلوں میں کچھ شکوت وشبہات پیدا ہوتے ہیں تو ہم انہیں آگاہ کرتے ہیں۔ اگر ایک مکتبہ فکر کے کچھ علماء کرام جماعت اہل حدیث کو بدعتی قرار دیں، انہیں تیل کی پیداوار بتائیں، انہیں اہل سنت والجماعت سے خارج قرار دیں، منکرین نبوت قرار دیں، اہل حدیث کوئی مکتب فکر نہیں یہ محدثین کے نام ہیں کہیں، ان کے علماء کو جنہوں نے مرزا پر سب سے پہلے کفر کا فتوی لگایا تھا ان سے مباہلے کئے، اس کے خلاف کتابیں لکھیں، ان کی بد دعاوں سے مرزا قادیانی ان سے چالیس سال پہلے فوت ہوا، ان کے گھر جا کر للکارا، فاتح قادیان کا ٹائٹل انہیں قوم نے دیا، مرزا نے جنہیں گالیاں دی ہوں، ایسے اکابرین کے بارے میں کہا جائے وہ مرزا کی کتابوں کی مدح کرنے والے ہیں، جھوٹے نبی کا نکاح پڑھانے والے ہیں، وہ مرزائیوں کو کافر قرار نہیں دیتے ، وہ انگریزوں کی حمایت کرتے ہیں، انہوں نے جہاد ختم کیا۔

اہل حدیث عوام بہتر طور پر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ زیادتی کرنے والے کون ہیں مذہبی فضا کو مکدر کرنے والے کون ہیں، ابتداء کرنے والے کون ہیں۔ اپنا دفاع کرنے والے کون ہیں۔ وہ اس بات سے بھی آگاہ ہیں کہ جماعت اہل حدیث اور ان کے علماء کے خلاف سعودی سفارت خانے میں کس مکتب فکر کے علماء نے خطوط لکھے ہیں کہ اہل حدیث کی تعداد تھوڑی سی ہے ان کی کوئی حیثیت نہیں، انہیں کون جانتا ہے۔

آپ اپنی تحریر میں اپنے خطوط یا آراء کی صراط مستقیم میں عدم اشاعت پر بھی شکوہ کناں ہیں۔ محترم یہ ہمارا یہ بے بضاعتی ہے کہ برطانیہ میں جماعت کے پاس ایک ہی پرچہ صراط مستقیم ہے جو انتہائی محدود صفحات میں شائع کیا جاتا ہے الحمدللہ آپ حضرات کے ہاں تو پرچوں کی کمی نہیں۔ آپ خود ایک معیاری پرچہ کے کرتا دھرتا ہیں۔ اگر ختم نبوت کے حوالے سے ہم سے کوئی علمی اور تاریخی سہو ہو گیا تھا تو اسی طرح اپنے کسی پرچے میں شائع کروا دیتے جس طرح آپ نے وقتاً فوقتاً اپنے پرچے میں صراط مستقیم پر تنقیدی آراء شائع کی ہیں۔ یا بھارت سے شائع کئے جانے والے دیوبندی مکتب فکر کے پرچوں میں جمیعت اہل حدیث برطانیہ کے خلاف مضامین کی اشاعت کا سلسلہ جاری ہے۔ اسی حوالے سے شائد اس تحریر کا ذکر بھی غیر مناسب نہیں جو دارالعلوم دیوبند کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آرگن ماہانہ، دارالعلوم، میں کچھ عرصہ قبل ہمارے سلسلہ مضامین تحریک ختم نبوت کے جواب میں مسلسل دو اشاعتوں میں شائع کی گئی تھی۔ بلکہ دو شمارے اسی تحریر کے لئے خاص کئے گئے تھے۔ اس ضمن میں تحریک ختم نبوت کے حوالے سے صراط مستقیم میں شائع کی جانے والی تحریروں کی روشنی میں اپنی جوابی گزارشات کی تلخیص اتنے ہی صفحات میں محدود کردیں گے جتنے صفحات دارالعلوم نے ہم پر تنقید کے ضمن میں وقف کئے تھے۔ ہماری آپ سے مودبانہ گزارش ہے کہ آپ فراخ دلی کا ثبوت دیتے ہوئے ہماری گزارشات کو دارالعلوم میں شائع فرمادیں اگر یہ ناممکن ہو تو کیا آپ کم ازکم اپنے ماہنامے میں شائع کرنے کی ذمہ داری تو لے سکتے ہیں۔

آپ کو یہ اعتراض ہے کہ ہم نے جواب نہیں دیا۔ جب کہ ہم تو جواب دیتے رہے خاموشی تو آپ نے اختیار کی ہوئی تھی۔ اس سلسلے میں صراط مستقیم شمارہ ۶۵ جلد ۲۰۔ ،فروری ۱۹۹۹ء میں شائع کردہ مقالہ: تم پوچھو اور ہم نہ بتائیں، ملاحظہ فرمایئے۔ ہمیں یقین ہے کہ مذکورہ مقالہ آپ کی نظر سے گزرا ہوگا، اگر نہیں تو دوبادہ ملاحظہ فرماسکتے ہیں ۔اس میں ہم نے آپ ہی کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی گزارشات اس انداز میں پیش کی تھیں:

نیز ہمارے بزرگ ناصح کو چونکہ اتحاد امت میں پڑنے والی دراڑوں کی بہت فکر ہے اس لئے کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ اس کے سدباب کے لئے یہ تجویز بھی فرماتے کہ دیوبندی بریلوی اہل حدیث اور مسلمانوں کے دیگر طبقات جن کے اکابرین نے کسی بھی صورت یا دور میں تحریک ختم نبوت میں حصہ لیا ہو اپنے نمائندگان پر مشتمل ایک بورڈ بنائیں۔ موصوف بورڈ سکرٹری کے فرائض سرانجام دیں۔ پھر نمائندہ اہل علم کی مجالس منعقد ہوں جن میں تحریک ختم نبوت کی تاریخ پر وجود میں آنے والے سارے لٹریچر کا جائزہ لیا جائے اور اس کے بعد ایک مستند اور حتی الامکان متفقہ دستاویز تیار کی جائے۔ جس میں نہ اکابر پرستی ہو نہ تاریخ سازی نہ کسی کے حقیقی کام کو مسخ کیا جائے نہ کسی کے چہرے پر لیپا پوتی کی جائے۔ الفرقان والے اب بھی توجہ فرمائیں۔ اگر پہلے کسی وجہ سے وہ یہ تجویز نہیں دے سکے تو اب اپنے دیوبندی اور بریلوی اخوان سے مشورے کے بعد اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھائیں...ہم انتظار کریں گے۔،

مذکورہ بالا گزارشات میں ہم نے اپنی اس دلی خواہش کا اظہار کیا تھا کہ اس ضمن میں مکمل تاریخ کی تدوین کا بیڑا آپ اٹھائیں۔ انفرادی سطح پر نہیں بلکہ جماعتی انداز میں۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں، مگر افسوس کہ اس ضمن میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ کی جانب سے ہماری اس رائے پر موافقت کا ادنی اشارہ بھی ہمیں نہیں ملا۔

اور یہ بات بھی قارئین کے لئے باعث دلچسپی ہوگی کہ بعض اوقات برطانیہ سے شائع ہونے والے رسالہ صراط مستقیم پر تنقید بھارت سے شائع ہونے والے الفرقان میں یک طرفہ طور پر کی گئی جب کہ صراط مستقیم کے قارئین کی غالب اکثریت برطانیہ میں رہتی ہے اور الفرقان کی بھارت میں۔ گویا سوال ایران سے، تو جواب توران سے۔ اگر ہمیں آپ سے حسن ظن نہ ہوتا تو کیا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ قارئین الفرقان کو برطانیہ کی جمیعت اہل حدیث کے متعلق یک طرفہ غلط تاثر دینے کی کوشش کی گئی کیونکہ آپ کے تنقیدی مضامین کے ذریعہ یہی تاثر ملتا ہے۔ کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ الفرقان لکھنو میں تنقید شائع کرنے سے پہلے اصلی مضمون بھی چھاپ دیا جاتا، تاکہ لوگ تنقیدی مضمون سے پہلے اصلی مضمون ملاحظہ فرما لیتے، ورنہ ان مضامین کی حیثیت اس طرح نہیں ہوگی جیسے وکیل جیوری کے سامنے اپنا یک طرفہ کیس پیش کرتا ہے۔ کیا یہ کسی معیاری پرچہ کے لئے درست ہے کہ کسی خاص جماعت یا پرچہ کے متعلق اصلی حقائق کو پیش کئے بغیر صرف اس کے خلاف تنقید شائع کر دے اور بعض اوقات تنقید بھی اتنی غیر متوازن کہ حسن ظن کے باوجود تاویل کی گنجائش نہ رہے۔ صراط مستقیم کا خصوصی شمارہ، شیخ بن باز نمبر، جس کے بارے میں آپ نے اپنے مقدمہ میں ذکر کیا ہے، اس پر آپ نے ایک تنقیدی مضمون الفرقان میں لکھا، لیکن اس پورے معیاری شمارہ کے متعلق تو کوئی کلمہ خیر نہیں البتہ اس کے ایک پیراگراف وہ بھی مبنی بر حقیقت جو شاہ فہد کی بعض خوبیوں سے متعلق تھا اس پر آپ نے خوب تنقید کی۔ ویسے کسی ذاتی خط میں تعریف کرنا اور ہے، عوام کے لئے لکھے جانے والے مضمون میں تعریف کرنا اور ہے۔ نیز آپ عموماً سعودی مبعوثین کا جس انداز میں ذکر کرتے ہیں کیا یہ کسی معتدل مزاج رکھنے والے سنجیدہ عالم کی شایان شان ہے۔

مولانا محترم ہماری پھر بھی خواہش ہے کہ ہم مل جل کر بیٹھیں۔ عوام کو اس میں ملوث نہ کریں۔ جیسے پہلے کانفرنسیں اکٹھی ہوتی تھیں اب بھی ایسے کریں۔ اجتماعی مسائل میں مشترکہ موقف اختیار کریں۔ خصوصاً ختم نبوت کے مسئلہ میں کئی کئی جلسے کرانے کی بجائے ایک ہی مشترکہ کانفرنس کرائیں۔ جہاں تک اپنے فقہی مسائل ہیں یہ نہ حل ہوتے ہیں نہ ہی شائد ہوں، ان پر آزادی دلائل کی روشنی میں اپنے رسائل میں ان مسائل کا جس طرح چاہے کوئی تذکرہ کرے۔، اپنے بزرگوں کے کارناموں کو کوئی جس طرح چاہے اجاگر کرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بشرطیکہ دوسروں کو موردالزام نہ ٹھہرائے۔ نہ ان کی خدمات سے انکار کرے۔ جو کام جس نے جس وقت کیا اسے وہاں تک ہی رہنے دیا جائے۔ علمی مسائل کو ان کے مقام پر رہنے دیا جائے ذاتی تعلقات میں وہ روکاوٹ نہیں ہونے چاہییں پہلے علماء کرام بھی تو باوجود نظریاتی اختلافات کے اکٹھے ملتے جلتے ایک دوسرے کے ہاں آتے جاتے، ان کی دعوتیں کرتے، خوشی غمی میں شریک ہوتے رہے۔ کاش اس طرف بھی توجہ دیں۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالی ہمارا حامی و ناصر ہو۔ ہمیں وسعت ظرف سے نوازے۔ ہماری کمزوریوں اور کوتاہیوں کو معاف کرے۔

آمین۔ ھذا ما عندی و اللہ اعلم با لصواب۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم۔ جنوری۔ ۲۰۰۱ء۔ ص ۷۔۸۔۹۔و۲۸)

☆☆☆☆☆

و الصلوۃ و السلام علی خیر خلقہ محمد و علی آلہ و صحبہ اجمعین

و الحمد للہ ر ب العا لمین

فقیر بار گاہ صمدی۔ محمد بھاء الدین۔ جو ن ۲۰۱۹ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "